بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خُلاصۃُ التَّفاسِیر

قرآنِ مُبین مُترجَم

۲۳ (23)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمّد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مُترجم

پارہ

۲۳

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹۔ بریٹو روڈ۔ کراچی۔ فون: ۴۲۳۳۳۵۴۱)

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

سید محمد عظمت علی نوری
ریسرچ و رجسٹریشن آفیسر
(محکمہ اوقاف سندھ) کراچی

تصدیق نامہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ"

میں نے "پاک محرم ایجوکیشن نمائش" کا شائع کردہ **"تیسواں پارہ، وما لی"** کو بغور پڑھا ہے، اب اَلْحَمْدُلِلّٰہ! ترمیم واصلاح کے مراحل سے گزر کر تمام غلطیوں سے مبرا ہو گیا ہے۔

دورانِ طباعت اگر زبر، زیر، پیش، جزم، تشدید یا نقطہ وغیرہ چھپائی میں خراب ہو جائے تو اس کا متن کتابت کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علی عمران صدیقی

علی عمران صدیقی

مدرس دار العلوم نعیمیہ، کراچی

فہرست مضامینِ پارہ ۲۳

شمار	عناوین	صفحہ
۱	وَمالِیَ ۲۳ ۔ حاصلِ کلام	۴/۱۵۷
۲	توحید کی حقیقت	۴/۱۵۸
۳	آیت کا پیغام	″
۴	ملاحظہ فرمائیں	۴/۱۵۹
۵	قابلِ توجّہ بات یہ ہے	۴/۱۶۳
۶	عالمِ برزخ کا ثبوت اور آیت کے نتائج	″
۷	شہرِ انطاکیہ	۴/۱۶۶
۸	اِس واقعہ کی اسباق و نتائج	″
۹	غور و فکر کا مقام ہے	۴/۱۶۹
۱۰	سبحان الذی	۴/۱۷۲
۱۱	خدا کا فرمانا: پاک ہے وہ ذات	″
۱۲	سورج ایک دلیلِ عظیم ہے	۴/۱۷۳
۱۳	چاند کی منازل سے مراد	۴/۱۷۴
۱۴	چاند کے بروج	۴/۱۷۵
۱۵	منازل اور بروج میں چاند اور سورج کا قیام	″
۱۶	لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا (سورج اُس کی بغاوت نہیں کرسکتا)	۴/۱۷۶
۱۷	عربی ادب اور لغت میں فَلَکٌ کے معنی	″
۱۸	کوئی شخص اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہ جاسکے گا	۴/۱۷۹
۱۹	حضرت امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا: "جو آگے ہے" اس سے مراد	۴/۱۸۰
۲۰	شانِ نزولِ آیت ۴۷	۴/۱۸۱
۲۱	یہ واقعہ آخری زمانہ میں رونما ہوگا	۴/۱۸۳
۲۲	جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا	″
۲۳	صور میں پھونک ماری جائے گی	۴/۱۸۴
۲۴	حضرت امام حسین ؑ فرمایا	۴/۱۸۶
۲۵	آیت ۵۲ کی تشریح ۔ نتائج	۴/۱۸۷
۴۳	آنکھیں کھلم کھلا اللہ کا دیدار نہیں کرسکتیں	۴/۱۹۱
۴۴	فرماں برداروں کے لیے جنّت میں اہتمام	۴/۱۹۲
۴۵	جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا: خدا سے ڈرو	۴/۱۹۵
۴۶	روزِ قیامت انسان کے ہاتھ اللہ سے ساری زندگی کی روئداد بیان کردیں گے	۴/۱۹۸
۴۷	جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا	۴/۱۹۹
۴۸	دہریوں کے لیے دعوتِ فکر	۴/۲۰۱
۴۹	حاصلِ مطلب	۴/۲۰۲
۵۰	آیت کا پیغام	۴/۲۰۳

شمار	عناوین	صفحہ	شمار	عناوین	صفحہ
۵۱	وحی اور شعر کا فرق	۲۰۵	۷۴	جھوٹے معبود تین قسم کے ہیں	۲۳۹
۵۲	حقیقی زندگی حاصل کرنے کا طریقہ	۲۰۹	۷۵	کس بات کے پوچھنے کے لیے روکا جائے گا	۲۴۰
۵۳	حضرت امام حسینؑ نے فرمایا	"	۷۶	طریقِ اہلِ سنت کی روایات	۲۴۱
۵۴	خداوندِ عالم نے فرمایا	"	۷۷	صراط پر چوکیاں قائم ہیں	۲۴۲
۵۵	شکر کے معنی	۲۱۱	۷۹	جنت کی حوروں کی تشبیہ	۲۴۸
۵۶	اُن کے جواب میں اللہ نے فرمایا	۲۱۳	۷۸	مخلصین کی تعریف	۲۴۶
۵۷	شانِ نزول آیت ۷۷	۲۱۵	۸۰	تمھیں پر شیعہ نام مبارک ہو ۔	۲۵۵
۵۸	حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے سوال کیا !	۲۱۶	۸۱	قلبِ سلیم کی تعریف	۲۵۹
۵۹	حضرت عزیرؑ کا واقعہ	۲۱۷	۸۲	" " اہمیت	"
۶۰	آخرت کے عقیدے کے اثرات	۲۲۱	۸۳	حضرت ابراہیمؑ کو جسمانی بیماری نہ تھی	۲۶۱
۶۱	قوتِ عمل کی پختگی	۲۲۳	۸۴	" بتوں پر پل پڑے	۲۶۳
۶۲	یہی وہ علیؑ ہیں	۲۲۴	۸۵	ذبحِ عظیم مقصدِ رحیم	۲۶۷
۶۳	معاد کے عقلی دلائل (۱) بزبانِ حکمت	"	۸۶	حضرت الیاسؑ کا ذکر	۲۷۱
۶۴	(۲) بزبانِ عدالت	۲۲۵	۸۷	آیت ۱۳۰ اِل یاسین کی تشریح	۲۷۶
۶۵	ایک یہودی کا حضرت علیؑ پر اعتراض	۲۲۷	۸۸	جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا	"
۶۶	(۳) دلیل بزبانِ ہدف	۲۲۸	۸۹	" امام جعفر صادقؑ نے فرمایا	"
۶۷	(۴) " بزبانِ نفی و اختلاف	"	۹۰	حضرت یونسؑ کا قصہ	۲۷۷
۶۸	سورۃ الصّٰفّٰت کی خصوصیات	۲۳۰	۹۱	مخلصین کا طریقۂ حمد و تسبیح	۲۸۵
۶۹	سورۃ الصّٰفّٰت	۲۳۱	۹۲	سورہ صٓ ۳۸ کی خصوصیات	۲۹۵
۷۰	قسم کھانے کا فلسفہ	"	۹۳	سورہ صٓ ۳۸	۲۹۶
۷۱	آیت کی تشریح	۲۳۳	۹۴	قرآن کو ذکر اس لیے فرمایا	۲۹۷
۷۲	قریب کے آسمان سے مراد	۲۳۴	۹۵	ذکر کے معنی ۔ ذکر کی اہمیت	"
۷۳	ظالموں اور ان کے ساتھیوں سے مراد	۲۳۹	۹۶	شانِ نزولِ آیت ۲	۲۹۸

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ
۹۷	کافروں کی بنیادی دو خصوصیات	۴۲۹۹
۹۸	عقل کے بارے میں اقوالِ معصومینؑ	۴۳۰۰
۹۹	تکبّر حق دشمنی کا سبب ہوتا ہے	۴۳۰۶
۱۰۰	رسولؐ یا خلیفۂ رسولؐ کا انتخاب اللہ کا کام ہے	۴۳۰۷
۱۰۱	ذَاالْاَیْدِ: بڑی قوتوں والا :	۴۳۱۱
۱۰۲	یَدٌ : کے معنی ۔ اوّاب کے معنی	״
۱۰۳	حکمت اور فصل الخطاب سے مراد	۴۳۱۲
۱۰۴	حضرت داؤدؑ کے صفات	۴۳۱۳
۱۰۵	حضرت داؤدؑ کا قصہ اہلِ سنّت کے مطابق	۴۳۱۶
۱۰۶	״ ״ ״ امامیہ تفسیر کے مطابق	۴۳۱۸
۱۰۷	اس آیت کے نتائج	״
۱۰۸	بائبل میں لکھا گیا ہے	۴۳۱۹
۱۰۹	جنابِ امیر المومنینؑ کا حکم	״
۱۱۰	ہوا و ہوس کی پیروی کی مذمت	۴۳۲۱
۱۱۱	خلیفہ کا ترجمہ	۴۳۲۲
۱۱۲	محققین نے لکھا	״
۱۱۳	خلافت، حکومت اور علم و حکمت خدا کی عطائیں ہیں	״
۱۱۴	انسان بیکار نہیں پیدا کیا گیا ہے	۴۳۲۳
۱۱۵	اللہ کے عادل ہونے کا قطعی ثبوت	۴۳۲۴
۱۱۶	حضرت سلیمانؑ کے بارے میں تفاسیر	۴۳۲۷
۱۱۷	״ ״ کا امتحان	۴۳۲۹
۱۱۸	پروردگارِ عالم کی عطائیں	۴۳۳۱
۱۱۹	حضرت ایوبؑ کے امتحان کی وجہ	۴۳۳۲
۱۲۰	״ ״ کی بیماری کی مدت	۴۳۳۴
۱۲۱	اقوالِ معصومینؑ	۴۳۳۵
۱۲۲	اولی الایدی کے معنی	۴۳۳۶
۱۲۳	دوزخی پیروں اور مریدوں کا مکالمہ	۴۳۴۰
۱۲۴	دوزخی جہنم میں آلِ محمدؐ کے محبوں کو تلاش کریں گے	۴۳۴۱
۱۲۵	ملاءِ اعلیٰ میں کیا مباحثہ ہو رہا تھا (کفارات اور درجات پر)	۴۳۴۲
۱۲۶	عالین (بلند درجے والے) کون ہیں؟	۴۳۴۵
۱۲۷	تکبّر کی مذمت	۴۳۴۷
۱۲۸	سوال اور جواب	۴۳۴۸
۱۲۹	آیت ۸۵ کا پیغام	۴۳۴۹
۱۳۰	متکلفین کے معنی	۴۳۵۰
۱۳۱	تفسیرِ اہلِ بیتؑ	۴۳۵۱
۱۳۲	تنبیہ۔ ید اللہ، وجہ اللہ وغیرہ کی تشریح	۴۳۵۲
۱۳۳	سورۃ الزمر کی خصوصیات	۴۳۵۳
۱۳۴	سورۃ الزمر	۴۳۵۴
۱۳۵	عبادت کے دو معنی ہیں	۴۳۵۵
۱۳۶	دین کے معنی	۴۳۵۶
۱۳۷	دین سے یہاں مراد	۴۳۵۷

www.drhasanrizvi.com

شمار	عناوین	صفحہ	شمار	عناوین	صفحہ
۱۳۸	آیت کا پیغام	۴۳۵۸	۱۴۹	صبر واستقامت کا اجر وثواب	۴۳۷۵
۱۳۹	اولاد کا ہونا شانِ الوہیت کے منافی ہے	۴۳۶۰	۱۵۰	طاغوت کے معنی	۴۳۷۶
۱۴۰	تین ائمہ معصومین کے بارے میں معصومؑ کا قول	۴۳۶۲	۱۵۱	خوش خبری	"
			۱۵۲	عقل سے کام لینے والوں کی تعریف	۴۳۸۰
۱۴۱	آیت کا استدلال	۴۳۶۳	۱۵۳	آیتؑ کے نتائج ۔	۴۳۸۱
۱۴۲	اللہ غنی (بے پرواہ و بے نیاز) ہے	۴۳۶۵	۱۵۴	عقلمندوں کی پہچان	"
۱۴۳	خدا کی مشیت اور رضامندی میں فرق	"	۱۵۵	قرآن کو سننے والے ۔ حریتِ فکر	"
۱۴۴	تشکرِ نعمت	۴۳۶۶	۱۵۶	جنت میں محبانِ علیؑ کے بنگلے	۴۳۸۳
۱۴۵	شرک سے بچنے کی تنبیہ	۴۳۶۸	۱۵۷	پانی کے چشمے	۴۳۸۴
۱۴۶	رحمت اور خوفِ خدا کے بارے میں	۴۳۷۰	۱۵۸	سینے کو کھول دینے کے معنی	۴۳۸۶
	احادیثِ معصومینؑ		۱۵۹	نتائج و تعلیمات	۴۳۸۷
۱۴۷	آیتؑ کے پیغامات اور تعلیمات	۴۳۷۳	۱۶۰	شانِ نزولِ آیت ۲۳	۴۳۹۰
۱۴۸	ہجرت کے بارے میں	۴۳۷۴	۱۶۱	احسن الحدیث ۔ کتٰباً متشابھاً	۴۳۹۱

www.drhasanrizvi.com

وَمَالِیَ پارہ ۲۳

وَمَالِيَ لَآ أَعۡبُدُ (۲۲) آخر مجھے کیا ہو گیا ہے
الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيۡهِ کہ میں اُس ذات کی بندگی
تُرۡجَعُونَ ﴿۲۲﴾ نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا
اور پھر تم سب کو اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔
(خالق کی بندگی فطرت کا تقاضا ہے، اور جس کے پاس پلٹ کر جانا ہے، اُس کی بندگی عقل کا تقاضا ہے)

* یہ آیت اصل میں حبیب نجّار کا قول ہے، جو دو انبیاء کرامؑ کی مدد کرنے کے لیے شہر کے ایک کنارے سے دوڑتے ہوئے آئے تھے، وہ لوگوں کو یہ سمجھا رہے تھے کہ حق کا پیغام پہنچانے والوں کو قتل نہ کرو، بلکہ اِن کی بات مان لو۔

* ...... (تفسیر مجمع البیان)

حاصلِ کلام | حبیب نجّار شہید کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جب ہم سب کا پالنے والا ایک ہے، ہمارا خالق، مالک و رازق ایک ہے، وہی ہمارا مبدا بھی ہے اور اُسی کی طرف ہم کو لوٹنا بھی ہے، تو پھر اُس کی

www.drhasanrizvi.com

بندگی، غلامی، اطاعت ہماری فطرت اور عقلِ سلیم کا عین تقاضا ہو گی۔
(تفسیر کبیر)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اوّلین معنی میں) صدّیق کل تین ہیں:

(۱) مومنِ آلِ یاسین .. (حبیب نجار)

(۲) مومنِ آلِ فرعون .. (حزقیل) جو فرعون کا وزیر تھا مگر تقیہ کرتا تھا اپنے ایمان کو سب سے پوشیدہ رکھتا تھا)

(۳) امیر المومنین ... (علی ابن ابی طالبؑ) جو ان دونوں سے افضل ہیں۔

نیز فرمایا کہ: یہی تین ایسے افراد ہیں کہ جنہوں نے پلک جھپکنے کے وقت کے برابر بھی کفر نہ کیا۔
★...... (تفسیر نور الثقلین، المحاسن، تفسیر انوار النجف)

دوسری روایت میں مومنِ آلِ فرعون کے بجائے "آسیہ زوجۂ فرعون کا نام آیا ہے
★...... (تفسیر انوار النجف)

توحید کی حقیقت

(۱) اُس خدا کی غلامی اور عبادت کرنا جس نے ہم سب کو پیدا کیا۔

فَطَرَنِیْ: "جس نے مجھے پیدا کیا"۔ اِس سے اشارہ ہے کہ ہمارے اندر ایک فطری آواز موجود ہے جو ہمیں اپنے خالق کی عبادت یا پرستش کی طرف بلاتی ہے

(۲) غیرِ خدا کی عبادت نہ کرنا۔ کیوں کہ خدا کے علاوہ خدائی کے دعویدار نہ خود اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں اور نہ کسی کو بچا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود لاچار اور عاجزِ محض ہیں اور جبکہ خدا قادرِ مطلق ہے۔
★...... (تفسیر نمونہ)

آیت کا پیغام | یہ ہے کہ کم از کم اِس بات پر غور و فکر کر لو کہ تم سب کو آخرِ کار میرے سامنے حاضر ہونا ہے، اِس لیے تم کو اختیار دینے کی وجہ سے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ہم نے تمہیں پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہو کرتے پھرو۔ اسی لئے اُس وقت کی فکر کرو جب تم سب خدا کے سامنے کھڑے ہو گے۔ ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ (۲۳) تو کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے
اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ ایسے معبودوں کو اختیار کرلوں کہ اگر
بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّىْ خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا
شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا چاہے، تو نہ تو اُن کی سفارش مجھے
يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ کوئی فائدہ پہنچائے، اور نہ وہ مجھے
(خدائے رحمٰن کے عذاب سے) چھڑا سکیں۔
اِنِّىْٓ اِذًا لَّفِىْ ضَلٰلٍ (۲۴) اگر میں ایسا کروں تو مجھ سے زیادہ
مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ کھلا ہوا گمراہ انسان اور کون ہوگا۔

ملاحظہ فرمائیں کہ (۱) حبیبؑ نجار نے ہر بات خود اپنی ذات پر رکھ کر فرمائی ہے تاکہ تحکم اور آمریت کا لہجہ نہ پیدا ہو اور اس طرح کی بات سن کر دوسرے اپنا حساب خود کرلیں۔ (فصل الخطاب)

(۲) حبیبؑ نجار نے یہاں خدا کے لیے "رحمٰن" کا لفظ استعمال فرماکر بتا دیا کہ خدا کی ذات کسی کے لیے ضرر رساں نہیں ہوتی۔ انسان خود اپنی بے پروائیوں، غلطیوں، سرکشیوں اور حق دشمنی کی وجہ سے نقصانات اٹھاتا ہے۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

آیت ۲۴: اِس سے بڑھ کر کھلی ہوئی گمراہی اور گناہ کیا ہوسکتا ہے کہ انسان صاحبِ عقل ہوکر بے عقل یا کم عقل مخلوقات کی غلامی اور عبادت کرنے لگے اور بے بس مخلوق کو خالق اور قادرِ مطلق کے برابر یا اس کا شریک سمجھنے لگے۔
(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ (۲۵) میں نے تمہارے پالنے والے
فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿۲۵﴾ مالک کو دل سے مان لیا' تو اب
تم بھی میری بات سنو اور مان لو۔

قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ (۲۶) (اس پر اُس کو لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ تو خدا
قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ کی طرف سے) اُس شخص سے کہا گیا کہ: "جنّت
میں داخل ہو جاؤ"۔ تو اُس نے کہا: کاش
میری قوم والے یہ جان لیتے'

بِمَا غَفَرَ لِیۡ رَبِّیۡ وَ جَعَلَنِیۡ (۲۷) کہ میرے پالنے والے مالک نے کس
مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ ﴿۲۷﴾ وجہ سے مجھے معاف کر کے اپنی رحمت
سے ڈھک لیا اور مجھے عزّت والے لوگوں میں قرار دے دیا۔

(معلوم ہوا کہ جو شخص دوسروں کی بھلائی چاہے' لوگوں کی ہدایت کا کام خلوص سے انجام دے اور انبیاء کی مدد کرے اُس کو خدائے رحمٰن کی طرف سے مغفرت' جنّت' رحمت اور عزّت حاصل ہوتی ہے۔)

آیت ۲۵ کی تشریح: اُس مردِ مجاہد نے نہایت مدلّل تقریر کی اور سارے مجمع کے سامنے اعلان کیا کہ:

www.drhasanrizvi.com

اے لوگو! جان لو کہ میں رسولوں کے پیغام کو دل سے مانتا ہوں، تم بھی میری بات پر عمل کرو اور اُن کو دل سے مان لو، کیوں کہ اسی میں تمھارا فائدہ ہے۔

*...... (تفسیر نمونہ)

آیت ۲۶ کی تشریح: جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "حبیبؑ نجار سے یہ بات اُس وقت کہی گئی جب اُن کو لوگوں نے اُسے قتل کر دیا۔ اُن سے خدا کی طرف سے کہا گیا: "پس تم اب جنّت میں داخل ہو جاؤ۔" یہ اِس لیے کہا گیا کہ اُنھوں نے حق کی حمایت میں جان قربان کر دی۔ اِس لیے خدا نے اُن کو فوراً جنّت میں داخلے کی اجازت عطا فرمائی۔

*...... (تفسیر صافی ص ۴۲۴)

* جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ"۔ یعنی: "سب سے افضل جہاد ظالم جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق ادا کرنا ہوتا ہے۔" (الحدیث)

محقّقین نے نتیجے نکالے (۱) شہادت کا صلہ یہ ہوتا ہے کہ شہید کو شہادت پاتے ہی بغیر حساب کتاب کے فوراً جنّت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ اُس کو عالمِ برزخ کے انتظار کی بھی زحمت نہیں دی جایا کرتی۔

*...... (فصل الخطاب)

* صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ
(اقبال)

(۲) دلائل چاہے جس قدر مضبوط اور مؤثر ہوں مگر دولتمند، مغرور لوگ کسی دلیل کو خاطر میں نہیں لایا کرتے۔ اِسی لیے اتنی معقول تقریر سننے کے بعد انطاکیہ کے لوگوں نے اُس مردِ عاقل پر پتھر برسانے شروع کر دیے یہاں تک کہ وہ درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا، اور پھر بھی قوم کی ہمدردی میں یہ کہتا رہا کہ: "کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ اللہ نے مجھے حق مان لینے کے صلے میں، مکرّم لوگوں میں شامل کر دیا۔"

*...... (تفسیر قرطبی)

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "حبیبؑ نجار نے دنیا میں بھی لوگوں کو نصیحت فرمائی اور جنّت میں جا کر بھی اُن کی خیر خواہی فرمائی۔" (الحدیث)

www.drhasanrizvi.com

★ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انطاکیہ کے لوگوں نے حبیبؑ نجار کو اپنے پیروں سے روند ڈالا اور اس طرح وہ قتل ہو کر شہادت پر فائز ہو گیا۔

★...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر تبیان، تفسیر ابوالفتوح رازی)

★ (۳) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ شہیدؑ، شہید ہوتے ہی جنت میں داخل ہو جایا کرتا ہے۔ شہید کے شہید ہونے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان اتنا کم فاصلہ اور وقت ہوتا ہے کہ قرآن نے اُس کے شہید ہونے کا ذکر تک نہ کیا، بلکہ فوراً جنت میں داخل ہونے کو بیان فرمایا۔

معلوم ہوا کہ شہادت اور جنت کے درمیان کوئی فاصلہ ہے ہی نہیں۔ اسی لیے ڈاکٹر اقبال نے فرمایا: ؎ "شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن ⁂ نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ⁂ عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

(اقبالؔ)

(۴) مجاہد کا جذبہ اور قوم سے محبت ملاحظہ فرمائیں کہ شہید ہوتے ہی وہ جنت میں داخل ہو گیا، مگر وہاں کی عظیم نعمتوں میں بھی اپنی قوم کو نہ بھولا، وہاں بھی اُسے یہ آرزو رہی کہ: "کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ میرے مالک نے مجھے کیوں معاف کر دیا اور عزت والے لوگوں میں شامل کر لیا۔"

قاتل قوم سے اس قدر محبت کرنا، یہی عظیم لوگوں کی علامت ہوا کرتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

(اقبالؔ)

؎ بنا کردند خوش رسمی بخاک و خون غلطیدن ⁂ خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را

مومن کی موت کا نقشہ یہی ہوتا ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جان دینے کی تمنا کرتا ہے

حضرت امام جعفر صادقؑ کی ماہِ رمضان کی دعا تھی: "وَقَتْلًا فِي سَبِيلِكَ فَوَفِّقْ لَنَا"

یعنی، اے اللہ! آپ مجھے اپنی راہ میں قتل ہونے کی توفیق عطا فرمائیے۔

(مفاتیح الجنان)

www.drhasanrizvi.com

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ حبیبؑ نجّار شہید سب سے پہلے خدا کی مغفرت اور معافیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ پھر خدا کی عطا کی ہوئی عزّت کو بیان فرماتے ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خدا کے پاس عزّت اُسی کو ملتی ہے جو پہلے خود کو گناہوں سے پاک کرلے، پھر اُسے قربِ الٰہی کی منزل عطا کی جاتی ہے۔

(تفسیر نمونہ)

"اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" (سورۃ الحجرات ۴۹ آیت ۱۳ پ ۲۶)

یعنی: "یقیناً تم میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک عزّت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ بُرائیوں سے بچنے والا ہے اور فرائضِ الٰہی کو ادا کرنے والا ہے۔"

★ نیز قرآن میں کامل الایمان لوگوں کے لیے بھی عزّت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ فرمایا

"اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ ۝" (سورۃ المعارج ۷۰ آیت ۳۵ پ ۲۹)

یعنی: "وہی جنّت کے باغوں میں عزّت دار (مکرّم) ہوں گے"

(تفسیر قرطبی جلد ۵)

★ لیکن مکرّم لوگوں کی تعریف میں پہلے یہ ارشاد فرمایا :۔ (سورۃ المعارج کی آیت ۳۲-۳۳-۳۴ پارہ ۲۹)

"وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۝ (اور وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ کرنے والے ہیں)

وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِشَھٰدٰتِھِمْ قَآئِمُوْنَ ۝ (اور وہ جو اپنی شہادتوں۔ گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں)

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ (اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں)

عالمِ برزخ کا ثبوت اور آیت کے نتائج محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) برزخ کی زندگی کی جنّت یا دوزخ ایک حقیقت ہے۔ (۲) مرنے کے بعد آدمی فنا نہیں ہوتا۔ (۳) جیسا آدمی ہوتا ہے ویسے ہی فرشتے اُس کا استقبال کرتے ہیں۔ (۴) مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں روح اس مادّی جسم کے بغیر زندہ رہتی ہے کلام کرتی، سنتی، احساس رکھتی ہے دنیا والوں کے ساتھ اُس کی دلچسپی باقی رہتی ہے۔ (۵) حبیبؑ نجّار نے اِس کا ثبوت دے دیا۔ قوم سے دلچسپی کے ساتھ۔ ۱؎

۱؎ (تفسیر کبیر، عثمانی، مودودی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ (۲۸) پھر اس کے بعد ہم نے اُس
مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ کی قوم پر نہ تو کوئی لشکر آسمان سے
مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا اُتارا، اور نہ ہمیں کسی لشکر کے
مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اُتارنے کی کوئی ضرورت تھی۔

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً (۲۹) بس ایک دھماکہ ہوا جس سے وہ
وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ سب کے سب ایک دم میں بجھ بجھا کر
خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ رہ گئے (خس کم جہاں پاک)

آیت ۲۸ کی تشریح : مطلب یہ ہے کہ بڑے بڑے ظالموں، سرکشوں کو سزا دینے کے لیے خدا کو کسی خاص لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بڑی سے بڑی طاقتور، سرکش، زبردست قومیں خدا کی صرف ایک ڈانٹ پر پھڑک کر ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، جس طرح کہ حبیبؒ نجّار کی بدکار قوم کا فرشتے کی ایک ڈانٹ نے یکا یک تیا پانچا کر کے رکھ دیا، سب کے سب بس ایک دم زدن میں بجھ بجھا کر رہ گئے۔ *..... (شیخ الاسلام عثمانی)

آیت ۲۹ کی تشریح کیا اچھا انجام تھا مردِ مجاہد حبیبؒ نجّار کا، جس نے اپنی قوم کو زندگی میں بھی نصیحت کی اور شہادت کے بعد بھی نصیحت فرمائی۔ اب انطاکیہ کی قوم کا انجام ملاحظہ فرمائیں جس نے حبیبؒ نجّار جیسے سچے انسان کو بیدردی سے قتل کیا خدا نے صرف ایک اشارہ میں انطاکیہ والوں کا کام تمام کر دیا۔ اب وہ دھماکہ بجلی کی کڑک تھی یا زمین زلزلوں سے فضا کے اندر دھماکہ ہوا تھا، یا کوئی اور دلوں کو پھاڑ دینے والی آواز تھی جس نے پوری قوم کو اچانک بے حرکت کر دیا۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

یٰحَسۡرَةً عَلَی الۡعِبَادِ ؕۚ (۳۰) ہائے افسوس اُن بندوں کے حال پر

مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ رَّسُوۡلٍ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا، مگر یہ

اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وہ اُس کی خوب خوب ہنسی اُڑاتے رہے ہیں

اَلَمۡ یَرَوۡا کَمۡ اَہۡلَکۡنَا (۳۱) کیا اُن (احمقوں) نے نہیں دیکھا کہ

قَبۡلَہُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اُن سے پہلے ہم کتنی نسلوں اور قوموں کو

اَنَّہُمۡ اِلَیۡہِمۡ لَا یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ؕ (اسی جرم میں) ہلاک و برباد کر چکے

ہیں، اور وہ اب اُن کے پاس پلٹ کر آنے والے بھی نہیں ہیں۔

آیت ۳۰ کی تشریح

خداوندِ عالم کا یہ افسوس فرمانا کمالِ شفقت کی وجہ سے ہے اور انسانی محاورے کے مطابق ہے ورنہ خدا کی ذات ہر قسم کے تاثر یا انفعال سے بلند تر ہے۔

★ ...... (مجمع البیان)

★ خداوندِ عالم کا فرمانا: ولئے ہو اس قوم پر جنھوں نے خدا کی رحمت کا دروازہ خود اپنے اوپر بند کر لیا، جنھوں نے اپنی ہدایت کے چراغ خود توڑ ڈالے۔ "حسرت" کا لفظ اُس چیز کے غم کے لیے استعمال ہوتا ہے جو ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔

★ ...... (امام راغب)

★ لیکن جب یہ لفظ خدا کے بارے میں آتا ہے تو اس کے معنی خدا کے غصے کے ہوتے ہیں۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

★ اور آیت میں "عِبَاد" کا لفظ یہ بتاتا ہے کہ : تعجب ہے کہ خدا کے بندے ہو کر خدا کی نعمتوں کو کھا پی کر بھی خدا کا انکار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر) ...... ★

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"تم پر اللہ کا کم سے کم حق یہ ہے کہ تم اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے اللہ کی نافرمانی اور معصیت نہ کرو۔" (نہج البلاغہ۔ کلمات قصار)

★ شہر انطاکیہ

حلب سے ایک سو کلومیٹر دور ہے، اور اسکندریہ سے صرف ساٹھ کلومیٹر ہے۔ یہ شہر مسلمانوں نے حضرت عمر کے زمانے میں فتح کیا تھا۔ عیسائیوں کے نزدیک یہ شہر بیت المقدس کے بعد دوسرے نمبر پر مقدس شہر سمجھا جاتا ہے۔ اس شہر میں عیسائیوں کے عظیم عالم برناباس نے عیسائیت کی تبلیغ فرمائی تھی جس سے عیسائیت کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

(تفسیر نمونہ) ...... ★

★ حضرت عیسیٰؑ کے بھیجے ہوئے دوؑ اور تیسرے شمعون الصفا اور حبیبؑ نجار کا واقعہ جو شہر انطاکیہ میں پیش آیا اُس کا ذکر صؔ ۴۱۴۸ تا صؔ ۴۱۵۰ پر تحریر کیا جا چکا ہے

اس واقعے کے اسباق و نتائج

(۱) مومن کبھی لوگوں کی مخالفت اور اکثریت کے نہ ماننے سے نہیں گھبراتا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"ہدایت کی راہ میں لوگوں کی کمی سے کبھی نہ گھبراؤ۔"

(نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۱) ...... ★

(۲) انبیاءِ کرامؑ کے سچے پیروکار حقانیت کے بہترین گواہ ہوتے ہیں۔

(۳) اللہ کی طرف بلاتے وقت لوگوں سے کسی اجر کی توقع نہ کی جائے۔

www.drhasanrizvi.com

(۴) انسان کی بدبختی خود اُس کے بُرے اعمال ہوا کرتے ہیں ۔

(۵) بُت پرستی اور شرک کھلی ہوئی گمراہی ہے ۔

(۶) سرکشوں کے لیے خدا کو کسی لاؤ لشکر کے جمع کرنے کی ضرورت نہیں پیش آتی ۔ خداوندِ عالم کا صرف اشارہ بہت کافی ہوتا ہے ۔

(۷) شہادت اور جنّت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ہوتا ۔

(۸) خداوندِ قدّوس انسان کو پہلے گناہوں سے پاک فرماتے ہیں، پھر اُسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماتے ہیں ۔

(۹) اِس سے بڑھ کر حسرت اور افسوس کی کونسی بات ہوگی کہ انسان ہدایت کے دروازوں کو تعصّب ، ضد اور تکبّر کی وجہ سے خود اپنے اوپر بند کرلے ۔

(تفسیر نمونہ ، تفسیر کبیر ، تفہیم)

(۱۰) انبیاء کرامؑ پر سب سے پہلے غریب (فقراء) اور کمزور لوگ ایمان لاتے ہیں، اور دولتمند لوگ سب سے زیادہ انبیاء کرامؑ کے مخالف ہوتے ہیں ۔

"آج بھی یہی حال ہے ۔" ★ جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا :

★ "ایمان میں سبقت لے جانے والے صِدّیق تینؒ افراد ہیں ۔ جنھوں نے کبھی کفر نہیں کیا ۔

(۱) مومنِ آلِ فرعون (خباب حزقیلؑ) (۲) حبیب نجارؒ (مومنِ آلِ یاسین)

(۳) (امیر المومنین) علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ۔ (تفسیر مجمع البیان ، تفسیر قرطبی ، تفسیر المیزان تفسیر نور الثقلین)

★ نیز فرمایا : "اور ان میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سب سے افضل ہیں ۔"

★ ..... (تفسیر المیزان جلد ۱۷ ، تفسیر درِ منثور)

وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ (۳۲) اور وہ سب کے سب
لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۳۲﴾ ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے ع ۲ / ۱
وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ (۳۳) اور اُن کے لیے وہ مردہ
الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا زمین (ہماری قدرت کی) ایک بہت
وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا بڑی نشانی ہے، جسے ہم نے زندہ
فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿۳۳﴾ کردیا۔ پھر اُس سے ہم ہی نے اناج نکالا۔ تو
اُسی سے وہ اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔

آیت ۳۲ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ وہ تو دنیا کی سزا تھی کہ خدا نے اُن قوموں کو دنیا میں تہس نہس کردیا جو انبیاء کرام کا مذاق اُڑاتی تھیں۔ اب آخرت کی سزا اُس سے کہیں زیادہ سخت ہوگی یعنی اگر وہ بدمعاش قومیں دنیا میں واپس لوٹ کر نہیں آرہی ہیں تو یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ بس معاملہ ختم ہوچکا۔ نہیں نہیں، ہرگز نہیں سب کو ابھی خدا کے سامنے پیش ہونا ہے جہاں بڑے سے بڑے جغادری مجرم خدا کے سامنے پکڑ کر لائے جائیں گے اور اپنے اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں گے۔
(شیخ الاسلام عثمانی) ......*

آیت ۳۳ کی تشریح: کفار و مشرکین سے سب سے بڑا بنیادی اختلاف تصوّرِ توحید اور تصوّرِ آخرت پر ہے۔
اِس آیت میں توحید کی سب سے بڑی دلیل یہ دی ہے کہ ہم نے زمین سے تمہارا رزق نکالا ہے اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تم زندہ نہ رہ سکتے۔ اسی لیے بارش کے قطروں سے مردہ زمین کو کس طرح سبزہ زار بنادیا؟ * (تفسیر کبیر رازی)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ (۳۴) پھر ہم نے اسی میں کھجوروں
نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیے
فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ اور اسی (زمین) میں ہم نے چشمے بھی
جاری کر دیے (پھوڑ نکالے)

لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا (۳۵) تاکہ وہ اُس کے پھلوں سے کھائیں،
عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا جبکہ یہ سب کچھ اُن کے ہاتھوں کا بنایا
يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اور پیدا کیا ہوا نہیں، اس کے بعد بھی کیا
یہ لوگ شکر گذار نہیں ہوتے؟

آیت ۳۵ میں خداوندِ عالم نے یہ فرمایا کہ: "اس سارے نظامِ عالم کو اُن کے ہاتھوں نے پیدا نہیں کیا" بہت قابلِ غور ہے۔ آج ساری دنیا مل کر بھی کوشش کرے تو زمین کے اندر کا غلّہ یا پھل از خود پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ صرف ہل چلا سکتے ہیں، بیج بو سکتے ہیں، کھاد اور پانی مہیّا کر سکتے ہیں، مگر بیج کا نشو و نما خدا ہی فرماتا ہے۔ (بقول ابن عباس۔ از تفسیر روح المعانی)

غور و فکر کا مقام ہے

اس آیت میں زمین کی پیدا کرنے کی صلاحیت کو خدا کی قدرت حکمت اور رحمت کی دلیل بتایا گیا ہے۔ ہم ہر وقت زمین سے پیدا کی ہوئی چیزیں کھاتے

www.drhasanrizvi.com

پیتے رہتے ہیں، مگر ذرا بھی اس پر غور و فکر نہیں کرتے کہ آخر اِس مردہ مٹّی سے لہلہاتے کھیت کیسے پیدا ہوگئے ؟

اِس مردہ زمین پر دریا اور چشمے کیسے بہنے اور اُبلنے لگے ؟

یہ سرسبز و شاداب باغات کیسے اُگ آئے ؟ اتنی پُرلطف مفید چیزیں کیسے پیدا ہوگئیں ؟

کتنی عجیب بات ہے کہ زمین کے جن مادّوں میں نشوونما کی کوئی طاقت نہیں ہے، اُن میں زندگی کی رمق تک موجود نہیں ہے۔ پھر آخر کس نے ان میں زندگی کی لہر پھونک دی ؟

★ آخر وہ کون ہے جس نے زمین کے اندر ایسے مادّوں کی تہیں چڑھا دیں جو نباتات کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، تاکہ نباتات ان سے پروان چڑھیں

★ پھر کس نے اس زمین کی تہ کو اتنا نرم بھی رکھا کہ نباتات اپنی جڑیں پھیلا کر اُن سے اپنی غذا چوس سکیں ؟

★ پھر کس نے زمین کے اندر وہ گیسیں پیدا کر دیں جو نباتات کو زندگی بخشتی ہیں ؟

★ کس نے آسمان سے پانی برستے رہنے کا پورا نظام بنا دیا ؟

★ پھر سورج اور زمین میں ایسا تعلق جوڑ دیا کہ مختلف قسم کی نباتات کو مناسب درجۂ حرارت اور مناسب موسم باری باری ملتے رہیں۔ ؟

★ پھر کس نے ایسے بیج بنائے کہ جب بھی، جہاں بھی ان کو مناسب زمین، پانی، ہوا، موسم مل جائے تو اُن میں نباتاتی زندگی پیدا ہو جائے ؟

★ پھر غور فرمائیں کہ نباتات کی بیحساب قسمیں اور ہر قسم کی ضرورت مختلف ہے۔

★ پھر یہ کہ لاکھوں سال سے یہی نظام قائم ہے۔ یہ سب کچھ کس نے کیا ؟ صرف خدا واحد نے
پھر بھی تم خدا کا شکر ادا نہیں کرتے ؟ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر کبیر)

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ (۳۶) پاک ہے وہ ذات جس نے
الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تمام قسم کے جوڑے پیدا کیے،
تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ چاہے وہ زمین کی نباتات میں سے
اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ہوں یا خود اُن کی جنس میں سے
ہوں اور اُن چیزوں میں سے بھی جن کو
وہ (ابھی) جانتے تک نہیں۔

وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚۖ نَسْلَخُ (۳۷) اور اُن کے لیے ایک اور خاص
مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ نشانی (یا) حقیقت تک پہنچنے کی
مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ دلیل رات ہے جس میں سے ہم دن کو
نکال لاتے ہیں، تو ایکدم سے اُن کے اوپر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

آیت ۳۶ کی تشریح فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نطفہ آسمان سے زمین کی طرف نباتات، پھلوں اور درختوں کے اوپر گرتا ہے۔ پھر اُس کو انسان، اور جانور کھاتے ہیں تو وہ اُن کا جزوِ بدن بن جاتا ہے۔"

★..... (تفسیر صافی۔ بحوالہ تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

★ **سُبْحٰنَ الَّذِیْ**: یعنی خداوندِ کریم نے جس طرح زمین سے اُگنے والی انگوریوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور ہمارے نفسوں سے بھی نر و مادہ کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اُسی طرح ایسی مخلوق بھی ہے جن کو تم نہیں جانتے، اور وہ بھی جوڑا جوڑا پیدا کیے ہیں۔ مثلاً زمین کی گہرائی میں اور سمندروں کی تہوں میں رہنے والی مخلوق۔ (اور فضاؤں میں تیرنے والے جراثیم وغیرہ)

★..... (تفسیر انوار النجف)

★ مطلب یہ ہے کہ انسان کا بدن اور اُس کے تمام اجزاء نباتات، غلّہ، پھل کھانے سے بنتے اور نشو و نما پاتے ہیں۔ پھر طویل تبدیلیوں کے بعد اُن سے نطفہ بنتا ہے جو حقیقتاً نباتات اور پھلوں کا حاصل یا نچوڑ ہوتا ہے۔

★ جدید سائنس کی یہ تحقیق ہے کہ کائینات کی ہر صنف میں نر و مادہ کا وجود موجود ہے، نباتات میں بھی اور جمادات میں بھی۔

★..... (تفسیر ماجدی)

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ "پاک ہے وہ ذات" یعنی خدا کی ذات ہر قسم کی غلطی و کمزوری سے پاک ہے۔ وہ اِس سے بھی پاک ہے کہ اُس کا کوئی شریک و مددگار ہو۔ کیوں کہ قادرِ مطلق کا شریک یا مددگار ہونا خدائے واحد کے لیے عیب ہے۔ اور خدا کے ساتھ شریک قرار دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ خدا اکیلا از خود خدائی کا نظام چلانے کا اہل نہیں ہے اِس لئے مجبوراً اُس نے اپنی خدائی کو چلانے کے لیے اپنے شریک بنائے ہیں۔ گویا مشرکوں کے خیال میں اللہ میاں اُن بادشاہوں کی طرح ہیں، جن کی حکومت اُن کے وزیروں، خوشامدیوں، درباریوں، منہ چڑھے مصاحبوں وغیرہ کے بغیر نہیں چل سکتی۔

(تفسیر کبیر رازی)

★ پھر اِس آیت میں خداوندِ عالم نے توحید کو اِس طرح بھی ثابت فرمایا ہے کہ تم خود اپنی ہی پیدائش پر غور کرو۔ عورت اور مرد کا جوڑ ہی تو تمہاری پیدائش کا سبب ہے، اسی جوڑ بندی سے ساری کائینات وجود میں آئی ہے۔ یہی تزویج اپنے اندر بلا کی حکمت، صنّاعی، باریکیاں رکھتی ہے جس کو دیکھ کر عقل دنگ ہے۔ ؎۱

؎۱ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ؕ (۳۸)

اور سورج (بھی ہماری قدرت و حکمت کی ایک بڑی نشانی) ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے

یہ فیصلہ ہے اور بالکل ٹھیک اندازے کے ساتھ باندھا ہوا حساب ہے، اُس زبردست طاقت اور عزت و غلبے والے کا جو ہر ہر چیز سے پوری پوری طرح واقف ہے۔

سورج ایک دلیلِ عظیم ہے

سورج جیسی عظیم مخلوق کو جو ہماری زمین سے بارہ لاکھ گنا بڑا ہے، حرکت دینا اور اُسے پورے پورے حساب کتاب کے ساتھ تیزی سے دوڑائے رکھنا، کس کے بس کی بات ہے؟ سوا اُس قادرِ مطلق کے جو نہایت علیم و حکیم بھی ہے۔ اُسی نے سورج کے ذریعے سے نظامِ شمسی بنایا اور اُس کا نظام اتنا صحیح (Exact) بنایا کہ اُس کی وجہ سے انسانی زندگی میں بھی نظم و ضبط پیدا ہوگیا۔ ★..... (تفسیر نمونہ)

★ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے۔" یہاں "ٹھکانے" سے مراد اُس کا معیّن راستہ ہے جس پر وہ جاری ہے، یا اُس کے معنی مقررہ مدت ہے، جس کا علم اللہ سبحانہ کو ہی ہے۔[1] (ورنہ سورج کے ٹھہرنے یا مقام کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے، سورج ہر وقت ہر آن جاری و ساری ہے رُکتا نہیں۔ سوائے دُبِّ اکبر (قطب ستارے) کے سب سیارے ہیں۔)

[1] (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾

اب رہا چاند، تو اُس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹتا ہے ایسی صورت میں کہ جیسے کوئی پرانی ٹہنی ہو۔ (یا) کھجور کی سوکھی شاخ کی مانند۔

چاند کی منازل سے مراد

چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں جو چاند پورے مہینے میں طے کرتا ہے۔ کیوں کہ چاند پورے مہینے میں صرف ۲۸ دن آسمان پر دیکھا جا سکتا ہے۔ باقی دو راتوں میں نظر نہیں آتا۔ انہی دو راتوں کو محاق کہتے ہیں۔ چاند کی یہ تمام منزلیں مکمل طور پر معیّن اور حساب شدہ ہیں۔ اسی لیے ماہرین سیکڑوں سال پہلے کے حساب کتاب کر سکتے ہیں۔ یہ ایک طبعی آسمانی تقویم ہے جسے ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ صرف چاند کی شکل دیکھ کر چاند کی تاریخ معلوم کی جا سکتی ہے۔ غرض چاند اور سورج دونوں خدا کی قدرت و حکمت کی عظیم نشانیاں یعنی دلیلیں ہیں۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

★ منازلِ قمر ۲۸ ہیں جن کے عربی میں یہ نام ہیں: (۱) شرطین (۲) بطین (۳) ثریا (۴) دبران (۵) ہقعہ (۶) ہنعہ (۷) ذراع (۸) نثرہ (۹) طرفہ (۱۰) جبہ (۱۱) زبرہ (۱۲) صرفہ (۱۳) عوا (۱۴) سماک (۱۵) غفر (۱۶) زبانا (۱۷) اکلیل (۱۸) قلب (۱۹) شولہ (۲۰) نعایم (۲۱) بلدہ (۲۲) ذابح (۲۳) بلع (۲۴) سعود (۲۵) سعد الاخبیہ (۲۶) فرغ دلو مقدم (۲۷) فرغ دلو موخر (۲۸) بطن الحوت۔ ★ (تفسیر انوار النجف ج ۱۲ صفحہ ۱۴۷)

www.drhasanrizvi.com

چاند کے بروج[۱۲]

منطقۃ البروج پر کئی ستاروں کے جھرمٹ ہیں جنھیں قاعدہ سے ملایا جائے تو بارہ[۱۲] مختلف شکلیں بن جاتی ہیں، اُنہی شکلوں کے لحاظ سے اُن کے نام رکھ لیے گئے ہندی میں اُنھیں "راس" اور عربی میں "بُرج" کہا جاتا ہے۔

ہندی نام یہ ہیں: میکھ، برکھ، متھن، کرک، سنگھ، کنیا، تلا، برچھک، دھن، مکر، کنبھ، مین۔

اسی ترتیب سے عربی نام یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

منازل اور بروج میں چاند اور سورج کا قیام

منازل کو ۳۶۰ درجوں پر تقسیم کیا گیا اور ہر منزل میں چاند کا قیام ۱۲ درجہ اور تقریباً ۵۱ دقیقہ۔ اور ہر بُرج میں اس کا قیام دو دن آٹھ گھنٹے۔ جس منزل کو چاند شبانہ روز میں طے کرتا ہے، سورج اُسے تقریباً ۱۳ دنوں میں تمام کرتا ہے۔ جس سے منزلوں کے دن ۳۶۴ بنتے ہیں لیکن سورج اُس مقام پر جہاں سے چلا تھا ۳۶۵ دن میں پہنچتا ہے اس طرح کہ حمل، ثور سرطان، اسد اور سنبلہ میں ۳۱-۳۱ دن، جوزا میں ۳۲ دن، میزان، عقرب، دلو اور حوت میں ۳۰، ۳۰ دن اور قوس اور جدی میں ۲۹-۲۹ دن صرف کرتا ہے، تو ایام منازل کو دورہ شمسی کے مطابق کرنے کے لیے منزل عقر میں ایک دن کا اضافہ کر کے ۳۶۵ دن کا سال مقرر کر لیا

شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہوتی ہے

جبکہ قمری سال ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے ۱۴ سیکنڈ شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے

اور ہر سو سال کے بعد شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جاتا ہے

(ملخص از تفسیر انوار النجف ج ۱۲ ص ۱۴۰)

لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ (۴۰) غرض نہ تو سورج کے

اَنۡ تُدۡرِكَ الۡقَمَرَ بس میں ہے کہ وہ چاند کو

وَلَا الَّیۡلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ جا پکڑے، اور نہ رات ہی

وَ كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ دن سے آگے نکل سکتی ہے،

یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾ اور یہ سب کے سب ایک

خاص مدار یا حلقے (Orbit) کے اندر ہی اندر تیر رہے ہیں۔

"لَا الشَّمۡسُ یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ" یعنی: نہ تو سورج کے لیے جائز ہے کہ وہ اُس کو (چاند کو) پا سکے

مطلب یہ ہے کہ: سورج اپنا پورا دورہ ایک سال میں ختم یا پورا کرلیتا ہے کیوں کہ ہر ایک بُرج کو وہ ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ بخلاف اِس کے چاند ہر بُرج کو تقریبًا ڈھائی دن میں طے کرکے ایک ہی مہینے میں اپنا دورہ مکمل کرلیتا ہے۔ اِس لیے یہ بات ناممکن ہے کہ سورج اپنی رفتار کو تیز کرکے چاند کی طرح جلدی سے منازل کو طے کرسکے، ورنہ نظامِ شمسی ختم ہوجائے گا۔ اور یہ بات ممکن نہیں کیوں کہ نظامِ شمسی کا مدبّر بڑا ہی زبردست حکمت والا اللّٰہ ہے جنھوں اِس نظام کو قائم کرکے اعلان فرمادیا کہ اِس ہمارے نظام کی مخالفت کرنا نہ سورج کے بس کی بات ہے نہ چاند کے بس میں ہے اور نہ رات اور دن مخالفت کرنے پر قادر ہیں۔) کیوں کہ آیت ۳۷ میں دن کی روشنی کو رات کے جسم کا لباس قرار دیا گیا ہے تو جب تک رات سے دن کا لباس الگ نہ ہو تو وہ برہنہ ہو نہیں سکتی۔

★ ۔۔۔ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ یاد رہے کہ پرانے زمانے کے ہیئت دان یہی سمجھتے تھے کہ ستارے آسمان میں گڑے ہوئے ہیں اور آسمان گھومتا ہے۔ مگر اپنے نصابی تعلیم کے بندھن سے آزاد ہو کر قرآن کے الفاظ سے استفادہ کرنا یقیناً آزاد ذہن سے سوچنے کی علامت ہے۔

(فصل الخطاب) ...... ★

★ آسمان بھی گھومتا یا گردش کرتا ہے کیوں کہ حدیثِ کساء میں اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے یہ فقرے بھی موجود ہیں: " وَلَا فَلَكًا يَدُورُ وَلَا بَحْرًا يَجْرِي وَلَا فُلْكًا يَسْرِي اِلَّا فِي مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ الَّذِيْنَ هُمْ تَحْتَ الْكِسَاءِ

یعنی: " اور نہ آسمان کو گردش دی، اور نہ دریا کو جاری کیا، اور نہ کشتی کو (دریاؤں میں) چلایا، مگر صرف اِن پانچ (ہستیوں) کی محبت میں، جو (اس وقت) چادر کے نیچے ہیں"۔

★ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے: " دن کو رات سے پہلے بنایا گیا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: " اللہ نے سورج کو چاند سے پہلے اور نور کو اندھیرے سے پہلے خلق فرمایا"۔ (تفسیر نور الثقلین ج ۴)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ تقویمِ اسلامی کے اعتبار سے رات دن پر مقدم ہے۔ اِسی لئے چاند کی تاریخیں سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔

(ابو بکر جصاص)

★ سورج کی حرکت (روانی) اب جدید علوم سے ثابت ہے کہ سورج اپنے پورے نظام (نظامِ شمسی) کو ساتھ لے کر اپنی پوری کہکشاں کو لیے ہوئے (فضائے بسیط میں) تیر رہا ہے، بلکہ ہمارا نظامِ شمسی بھی ایک بہت بڑی کہکشاں کا چھوٹا سا جزو ہے۔

(تفسیر نمونہ) ... ★

★ عربی ادب اور لغت میں " فَلَك " لڑکیوں کے پستانوں کے گول اُبھار" کو کہتے ہیں۔ بعد میں یہ لفظ گول چیزوں کے لیے بولا جانے لگا۔ سیاروں کی گردش کے راستوں پر بھی اِس کا اطلاق ہونے لگا۔ ★ (لسان العرب)

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا (۴۱) ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور اُن کے لیے ہماری قدرت کی ایک اور نشانی یا دلیل یہ ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ (۴۲) مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور پھر اُن کے لیے اُسی کی طرح کی اور چیزیں بھی پیدا کردیں جن پر یہ سوار ہوتے رہتے ہیں

★ تفسیر "مجمع البیان" میں علّامہ طبرسیؒ نے لکھا کہ: "ذرّیّت کے معنی آباء و اجداد کے بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ "ہم نے اُن لوگوں کے آباء و اجداد کو کشتیِ نوحؑ پر سوار کیا۔" اگر ذرّیّت کے معنی اولاد کے لیے جائیں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ "ہم نے سمندری سفروں کے لیے اُن کی اولادوں کو کشتیوں پر سفر کرنا آسان بنا دیا۔"[1]

★ "ذرّیّت" ذَرْءٌ سے ہے جس کے معنی "پیدا کرنا" پس آباء و اجداد کو اس لئے ذرّیّت کہنا درست ہے، کہ ان سے نسل پیدا ہوتی ہے۔ اور اولاد کو اس لئے ذرّیّت کہنا درست ہے، کہ وہ اپنے آباء و اجداد سے پیدا ہوتے ہیں۔"[2]

★ اور آیت[42] میں "اسی طرح کی چیزوں" سے مراد دوسری سواریاں ہیں چاہے وہ زمین پر چلنے والی ہوں یا پانی پر (یا ہوا و فضا میں پرواز کرنے والی سواریاں ہوائی جہاز ہوں) [3] (تفسیر علی بن ابراہیم)

[1] تفسیر انوار النجف) [2] (تفسیر انوار النجف، مفردات القرآن، لسان العرب)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ (۴۳) اب اگر ہم چاہیں تو ان کو
فَلَا صَرِیۡخَ لَهُمۡ وَلَا هُمۡ ڈبو ماریں، پھر نہ تو کوئی اُن
یُنۡقَذُوۡنَ ﴿۴۳﴾ کی فریاد کو پہنچے گا اور نہ وہ بچائے
ہی جاسکیں گے۔

اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا (۴۴) بس یہ ہماری رحمت ہی تو
اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۴۴﴾ ہے جو انھیں پار لگاتی ہے
اور ایک خاص وقت تک زندگی سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دے دیتی ہے

کوئی شخص اللہ کی رحمت کے بغیر جنّت میں نہ جاسکے گا

" جنابِ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اپنے اصحاب کے بھرے مجمع میں ارشاد فرمایا:
" اللہ کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنّت میں نہ جاسکے گا۔"
* عرض کی: حضورؐ! آپؐ ؟" فرمایا: " ہاں میں بھی " (الحدیث)

* آیت ۴۴ سے ثابت ہوا کہ انسان ہر مصیبت اور ہر بلا سے صرف خدا کی رحمت کے سہارے نجات پاسکتا ہے
یہ بھی خدا کی رحمت ہی ہوتی ہے کہ ہواؤں کے ذریعے کشتیاں منزلوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر
سمندروں کی ہولناک تباہ کار موجوں کے درمیان خدا کی رحمت ساتھ نہ دے تو انسان کی نجات ممکن نہ ہو۔ یہ سب خدا کی
نشانیاں یا دلیلیں ہیں تاکہ ہم اللہ کی رحمت کو مان کر ان کی اطاعت کریں اور شکر بجالائیں۔ * (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا (۴۵) اُن لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے
مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا کہ اُس انجام سے بچو اور ڈرتے رہو
خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ جو تمھارے آگے آگے آرہا ہے اور
تمھارے پیچھے بھی گذر چکا ہے۔
تاکہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ (۴۶) غرض اُن کے سامنے اُن کے
مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا پالنے والے مالک کی نشانیوں
كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ دلیلوں اور آیتوں میں سے جو آیت
نشانی یا دلیل اُن کے پاس آتی ہے، تو یہ اُس سے اپنا منھ پھیر لیتے ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ: "جو آگے ہے" اُس سے مراد وہ گناہ ہیں جن کے آئندہ انجام دینے کا ارادہ ہے اور "جو تمھارے پیچھے ہے" اس سے مراد وہ سزا ہے جو تمھارے گناہوں کے نتیجے میں تمھیں ملے گی۔ (مجمع البیان)
آیت ۴۵ کی تشریح: "اِتَّقُوْا" یعنی خدا کے اُس عذاب سے ڈرتے رہو جو بالکل تمھارے سامنے ہے کہ مرتے ہی تمھیں دبوچ لے گا، اور دنیا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی دلفریب چیزوں سے دھوکہ کھا کر آخرت کو نہ بھلا دینا، تاکہ تم پر خدا رحم فرمائے۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ اَنۡفِقُوۡا	(۴۷) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے
مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ	کہ جو کچھ اللہ نے تمھیں دیا ہے
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ	اُس میں سے کچھ خیرات بھی تو کیا کرو،
اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ	تو اُس وقت وہ کافر، ایمانداروں سے
لَّوۡ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطۡعَمَهٗۤ ۖ	کہتے ہیں: "کیا ہم اُن کو کھلائیں جنھیں
اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ	اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ تم تو
مُّبِيۡنٍ ﴿۴۷﴾	بالکل ہی بہک کر بھٹک گئے ہو۔"
وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا	(۴۸) پھر وہ کہتے ہیں کہ: "آخر یہ وقت
الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۸﴾	کی دھمکی کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔"

شانِ نزولِ آیت ۴۷ اکثر مفسرین نے لکھا کہ جب مشرکوں اور یہودیوں سے کہا جاتا تھا کہ کچھ غریبوں پر بھی خرچ کر دیا کرو، تو وہ کہتے تھے کہ بھلا ہم ایسوں کو کیوں کھلائیں جنھیں خدا خود نہیں کھلانا چاہتا۔ اگر اللہ چاہتا تو اُن کو رزق دے کر کھلا دیتا۔ پس اللہ کا اُن کو رزق نہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اُن کے کھلانے پر راضی ہی نہیں ہے۔ تم تو خود گمراہی کی باتیں کرتے ہو۔"

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ لیکن یہودیوں اور مشرکوں کا یہ اعتراف اُن ہی کی صریحی گمراہی کا ثبوت ہے، اس لئے کہ (۱) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو امتحان کے لیے پیدا کیا ہے، اور کھاتے پیتے مالدار لوگوں کا امتحان یہ ہے کہ وہ غریبوں، فقیروں اور مساکین وغیرہ کو نوازیں اور اللہ کی رضا خرید لیں۔ اور اپنے اس امتحان میں کامیاب ہوں۔

(۲) دوسرے یہ کہ اللہ نے اس دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے۔ یہاں ہر نعمت کسی شخص کو کسی دوسرے انسان ہی کے ذریعے سے ملتی ہے۔ اس لیے اللہ نے امیروں، مالداروں کو ذریعہ بنایا ہے غریبوں کو روزی پہنچانے کا۔ سب نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں جن سے امیروں، مالداروں کو آزمانا مقصود ہے۔

★ ...... (مؤلف)

★ اسی لیے خدا نے ہمیں انفاق کا حکم دیا ہے۔

"انفاق" کے اصل معنی خدا کی نعمتوں کو خدا کی راہ میں اور خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے۔

پھر خدا کا یہ فرمانا: "اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" یعنی: اس میں سے کچھ خرچ کرو جو رزق خدا نے تمھیں عطا فرمایا ہے۔"

اس بات سے ثابت ہو گیا کہ ہر چیز کا اصل مالک صرف خدا ہے اور ساری نعمتیں ہم کو اللہ نے امانت کے طور پر عطا فرمائی ہیں۔ اب ہم کتنے بخیل ہیں کہ ہم خدا کی امانتوں کو غریبوں تک نہ پہنچا کر خیانت کر رہے ہیں، اور خدا کے حکم پر غریبوں کو کچھ بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

غرض یہ آیت دہریوں کے اعتراض کا جواب ہے۔

★ ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً (۴۹) (اصل میں) یہ جس چیز کا
وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ انتظار کر رہے ہیں، وہ تو بس
يَخِصِّمُوْنَ ۴۹ ایک "دھماکہ" ہے جو ایکدم سے
انُھیں ٹھیک اُس حالت میں پکڑ لے گا جب یہ
(ایکدوسرے سے) لڑجھگڑ رہے ہوں گے۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً (۵۰) اُس وقت تو یہ وصیّت بھی
وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ۵۰ نہ کر سکیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں ۳ ع ۱۸ ۲
ہی کی طرف پلٹ سکیں گے۔

★ یہ واقعہ آخری زمانے میں رونما ہوگا جس وقت کہ بازاروں میں لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے یکایک ایک دھماکہ کی آواز آئے گی تو سب کے سب اپنی اپنی جگہ مر مر کر گر پڑیں گے۔ اُن میں سے کوئی نہ تو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر جا سکے گا، اور نہ کسی کو کوئی وصیّت ہی کر سکے گا۔ (تفسیر صافی بحوالہ قمی)

★ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "قیامت اس طرح آپکڑے گی کہ دو آدمیوں نے ایک کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور وہ دونوں اُس کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے، ابھی وہ معاملہ طے بھی نہ کر پائیں گے کہ قیامت آدھمکے گی۔ ایک شخص لقمہ اُٹھائے گا، ابھی لقمہ منھ میں رکھے ہی گا کہ قیامت آپکڑے گی۔ ایک شخص حوض پر آکر کھڑا ہوگا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائے، ابھی وہ پانی پلا بھی نہ چکا ہوگا کہ قیامت آپہنچے گی۔" ★ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم (۵۱) پھر جب صور پھونکا جائے گا

مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ تو ایکدم سے وہ اپنی اپنی قبروں سے

يَنسِلُونَ ﴿۵۱﴾ (نکل نکل کر) اپنے پالنے والے مالک

کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا (۵۲) اور کہیں گے کہ: "وائے ہو

مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا ہماری حالت پر، کیا بُرا حال ہے

وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ ہمارا۔ آخر یہ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ

الْمُرْسَلُونَ ﴿۵۲﴾ سے اُٹھا دیا؟ یہ تو وہی چیز ہے

جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا، اور رسولوں نے سچ سچ بتا دیا تھا۔

صور میں پھونک ماری جائے گی

"صور" نرسنگا یا بگل" میں اسرافیل پھونک ماریں گے۔ اُس کا ایک سرا آسمان کی طرف ہوگا اور دوسرا زمین کی طرف۔ چناں چہ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

" پہلے زمین کی طرف صور پھونکا جائے گا تو زمین پر بسنے والے سب کے سب کو موت آجائے گی پھر تمام مخلوق کی سابق کی زندگی کی مدت سے کئی گنا زیادہ عرصے تک خاموشی طاری رہے گی،

www.drhasanrizvi.com

پھر پہلے آسمان والوں کو موت آجائے گی اور سابقہ مدّت سے کئی گنا زیادہ وقفہ کے بعد دوسرے آسمان والوں پر موت آئے گی اور اسی طرح طویل مدّت کے وقفے کے بر بعد تیسرے آسمان والوں پر موت طاری ہوجائے گی۔ اسی طرح سابق تمام مدّت اور مزید وقفے کے بعد علی الترتیب چوتھے پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان والوں پر موت طاری ہوجائے گی۔ اور پھر سابقہ تمام مدّت اور اُس سے کئی گنا زیادہ وقفے کے بعد میکائیلؑ پر موت آئے گی، پھر سابقہ مدّت اور مزید وقفے کے بعد جبرائیلؑ پھر اسی نسبتِ مدّت اور وقفے کے بعد اسرافیل کو اور سب سے آخر میں سب گذشتہ مدّت اور مزید وقفہ کے بعد ملک الموت عزرائیل کو موت دی جائے گی۔ اِس کے بعد اللہ جلّ شانہٗ کی جانب سے آواز آئے گی " لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ " بتاؤ " آج کس کی بادشاہی ہے "؟ تو خود لسانِ قدرت ہی جواب دے گی: " لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ " حکومت اُس اللہ کی ہے جو واحد و یکتا اور سب پر غالب ہے۔" (سورۃ المومن آیت ۱۶ پ ۲۴)

آج کہاں ہیں وہ جبّار جو میرے ساتھ شریک مانتے تھے، آج متکبّر لوگ اور اُن کا تکبّر کہاں ہے؟

اِس تمام اہتمامِ قدرت کے بعد تمام مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے محشور کیا جائے گا۔

★...... (تفسیر انوار النجف، تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین)

★ غرض اللہ تعالیٰ کے ایک اشارے پر پُرانی، گلی سڑی ہڈیاں زندگی کا لباس پہن لیں گی اور اپنی اپنی قبروں، مرقدوں سے نکل نکل کر اپنے اعمال کی جزا و سزا کے لیے اللہ بزرگ و برتر کی عدالت میں حاضر ہوجائیں گے۔ جس طرح ایک صیحہ یا دھماکہ پر سب مر گئے تھے اسی طرح ایک اشارۂ قدرت پر سب زندہ ہوجائیں گے۔

غرض آیاتِ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس جہان کا خاتمہ بھی اللہ کے ایک ادنےٰ سے

www.drhasanrizvi.com

اشارے پر ہوگا، اور دوسری زندگی کی ابتداء بھی اللہ ہی کے ایک اشارے پر ہوگی۔

*...... (تفسیر نمونہ)

★ اس بات (امرالٰہی) کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ خداوندِ عالم قادرِ مطلق ہیں، اُن کے کاموں کا قیاس ہم جیسے عاجز غلام اپنے کاموں پر نہیں کرسکتے۔ جس قدر خدائے واحد کی قدرتِ مطلقہ کی معرفت ہوگی اُسی قدر ان حقیقتوں کو سمجھنا آسان ہوگا۔ (مؤلف)

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتُہٗ" یعنی: دین کا پہلا قدم خدا کو پہچاننا ہے۔

*...... (نہج البلاغہ)

★ بہرحال روزِ قیامت ضرور آئے گا جو خدا کے ایک اشارے پر رونما ہوگا۔ سورہ انبیاء میں فرمایا:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ یٰوَیْلَنَا قَدْ كُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ (سورہ انبیاء آیت ۹۷ پ ۱۷)

یعنی: "اللہ کا وعدہ (جزا و سزا) نزدیک ہوجائے گا اس وقت کافروں کی آنکھیں خوف کی شدت سے پتھرا جائیں گی (وہ چیخ رہے ہوں گے کہ) وائے ہو ہم پر، ہم پر افسوس ہے کہ ہم اسی "عظیم" چیز سے غافل رہے، واقعی ہم ہی ظالم تھے۔"

★ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "اسرافیل صور (بگل) پر منہ رکھے ہوئے عرش کی طرف مسلسل دیکھ رہے ہیں، اور اس انتظار میں ہیں کہ کب پہلے صور پھونکنے کا حکم ہو۔" (تو بلا تاخیر صور میں پھونک ماری جائے)

★ صور تین بار پھونکا جائے گا (۱) پہلے صور کو نفخۃ الفزع کہتے ہیں جس سے ساری مخلوق ڈر جائے گی۔ پھر (۲) دوسرے صور کو سن کر تمام مخلوق مرجائے گی اس کو "نفخۃ الصعق" کہتے ہیں۔ (۳) پھر خدا کی طرف سے ایک جھڑکی ہوگی جسے سن کر ساری مخلوق اُٹھ کھڑی ہوگی اس کو "نفخۃ القیام لرب العٰلمین" کہتے ہیں۔

*...... (تفسیر مجمع البیان، تفہیم القرآن، تفسیر کبیر، جلالین وغیرہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۵۲ کی تشریح

"مرقد" کے معنی سونے کی جگہ ۔ (معزدات امام راقب)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مردے عالمِ برزخ میں نیند کی سی حالت میں ہوں گے ۔ لیکن اچّھے مومنین اور حد سے بڑھے ہوئے کافر، ظالم، بدکار لوگ پورے طور پر جاگنے کی سی حالت میں ہوں گے ۔ (تفسیر نمونہ)

★ مومنین نعمتوں کے مزے لوٹ رہے ہوں گے ۔ اور حد سے بڑھے ہوئے بدکار کافرین، مشرکین، ظالمین طرح طرح کی سزاؤں میں گرفتار رہیں گے ۔

لیکن بعض مفسّرین نے اس کو یوں لکھا ہے کہ قیامت کے کا ہول اور خوف اس قدر شدید ہوگا کہ اس کے مقابلے پر برزخ کا عالم نیند کی طرح آرام دہ ہوگا ۔ (تفسیر کبیر)

نتائج

(۱) غرض مُردوں کے نکلنے اور خدا کی عدالت میں حاضر ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہ لگے گی، اور قیامت بڑی تیزی سے واقع ہو کر چھا جائے گی ۔ دیکھو (ایان)

(۲) اِن آیات کا دو ٹوک واضح لب و لہجہ اور گھن گرج انسانوں کے دلوں کو بری طرح متاثر کرتی ہے ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان خود میدانِ حشر میں کھڑا ہوا وہاں کی حالت کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور کانوں سے خدا کی آواز کو سن رہا ہے کہ پرانی مٹّی والو! کھڑے ہو جاؤ، اور حساب کتاب کے لیے تیار ہو جاؤ ۔

★ ...... (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

★ جب مردے قبروں سے اُٹھیں گے تو بڑے حیران ہوں گے کہ یہ کیا ہو گیا ؟ ۔ اُس وقت خدا اُن کو بتائے گا: "یہی وہ (دن) ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن نے کیا تھا، اور پیغمبروں نے (تم سے) بالکل سچ کہا تھا ۔

★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً (۵۳) غرض ایک زوردار چیخ یا

وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ جھڑکی ہوگی جس کے بعد یکدم

لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۵۳﴾ میں وہ ہمارے سامنے حاضر کردیے

جائیں گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ (۵۴) پس آج کسی پر کچھ ظلم یا کمی

شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا نہ کی جائے گی اور تمھیں وہی بدلہ

مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۵۴﴾ دیا جائے گا جیسے کام تم کرتے رہے ہو۔

آیت ۵۴ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ کسی کی کوئی نیکی چاہے وہ ذرہ برابر ہی کیوں نہ ہو ضائع نہ ہوگی، اور کسی کو اُس کے جرم سے ذرہ برابر زیادہ سزا نہ ملے گی۔ بالکل ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا۔
(شیخ الاسلام عثمانی)

★ دوسرے الفاظ میں وہ تمام اچھے بُرے کام جو ہم نے دنیا میں کیے ہوں گے وہی مجسّم ہوکر ہمارے ساتھ ساتھ ہوں گے۔ محشر کے ہر ہر موقع و منزل پر خود ہمارے اپنے اعمال مجسّم ہوکر ہمارے ساتھ ساتھ چل رہے ہوں گے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا کسی کے خود اُس کے کاموں کو اُن کے حوالے کرنا، یا خود اُس کے اعمال کا ساتھی بنانا ظلم ہے یا عدالت کے خلاف ہے؟ ہرگز نہیں! البتہ یہ بات کسی طرح ظلم نہیں ہے کہ خدا مومنین کے نیک اعمال میں اپنے فضل و کرم کی وجہ سے اور اپنے وعدوں کی بدولت اپنی رحمت سے بے حد و حساب اضافہ فرمادے۔ (تفسیر نمونہ)

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (۵۵) حقیقتاً آج جنّتی لوگ اپنے
الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ مزیدار مشغلوں میں خوش و خرّم اور مست و مگن ہوں گے۔

هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ (۵۶) وہ اور اُن کی بیویاں
ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ گھنے، سرسبز و شاداب سایوں
مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ کے نیچے اپنے تختوں اور مسندوں پر تکیے لگائے آرام سے بیٹھے ہوں گے

آیت ۵۵ ★ "شُغُل" عربی میں ہر دل پسند کام کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے میں لطف آئے۔ (راغب)

★ اب خدا جنّت والوں کے سکونِ قلب کو بیان فرما رہا ہے۔ اُن کی راحت و آرام کی کیفیت کا نقشہ کھینچا ہے۔

آیت ۵۶ ★ کہ جنّتیوں کے سات اعضاء سات قسم کی لذّتوں سے بیک وقت لذّت حاصل کریں گے۔ ...... (تفسیر نمونہ)

(۱) قدموں سے جنّت میں داخل ہونے کی لذّت "اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ" (القرآن) امن و سلامتی کے ساتھ جنّت میں داخل ہو جاؤ (۲) ہاتھوں سے جامِ شراب اور ماکولات حور و غلمان کے ہاتھوں سے لینے کی لذّت (۳) جنّت کی حسین ترین حوروں سے طویل مدّت تک ہمبستری کی لذّت (۴) پیٹ کو کھانے پینے کی لذّت (۵) زبان کو پروردگارِ عالم کی حمد و شکر کی لذّت (۶) کانوں سے اپنے گناہوں سے بخشش سننے، اور جنّت کی مختلف قسم کی سُریلی آواز اور اللہ کی طرف سے سلام سننے کی لذّت (۷) آنکھوں سے جنّت کے حسین ترین مناظر دیکھنے کی لذّت نصیب ہوں گی۔

...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف، تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ (۵۷) اُن کے لیے اُس میں ہر قسم کے
وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿۵۷﴾ پھل ہوں گے، اور جو کچھ بھی وہ طلب کریں
گے اُن کے لیے حاضر ہو جائے گا۔

سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ (۵۸) مزید یہ کہ پالنے والے اور رحم کرنے
رَّحِيمٍ ﴿۵۸﴾ والے مالک کی طرف سے اُن پر سلام ہو گا۔

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس وقت جنّت کے رہنے والے جنّت میں خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اُس وقت ایک نور اُن کے سروں پر ظاہر ہو گا یہ لطفِ خدا کا نور ہو گا، اُس میں سے آواز آئے گی "سلٰم ہو تم پر اے جنّت کے رہنے والو!"
یہ سلٰم سن کر جنّتیوں کو اس قدر والہانہ خوشی ہو گی کہ وہ خدا کی نعمتوں اور لذّتوں کے سوا ہر چیز سے بالکل غافل ہو جائیں گے۔ یہی وہ موقع ہو گا کہ فرشتے اُن کے محلات کے ہر ہر دروازے سے داخل ہو کر اُس جنّتی کو مبارکباد پیش کریں گے۔

★...... (تفسیر روح المعانی جلد ۲۳)

★ اصل میں یہ دیدارِ الٰہی کا جلوہ ہو گا جو اُن پر ظاہر ہو گا۔ یہ دیدار اس قدر پرلطف ہو گا کہ اُس کی لذّت اُن کو ہر چیز کی لذّت سے غافل کر دے گی۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا، "اگر میں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے خدا کے دیدار سے محروم ہو جاؤں تو جان دے دوں۔" (تفسیر روح البیان جلد ۷، صـ ۴۱۶)

www.drhasanrizvi.com

★ آنکھیں کھلّم کھلا اللہ کا دیدار نہیں کر سکتیں

دِعْلب یمنی نے سوال کیا

★ "یا امیر المومنینؑ! کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟"

★ آپؑ نے فرمایا: "کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟"

★ دِعْلب نے عرض کی: "آپؑ کیوں کر دیکھتے ہیں اپنے اللہ کو"؟

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"آنکھیں اللہ کو کھلّم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اللہ کو خوب اچھی طرح پہچانتے اور درک کرتے ہیں۔ اللہ ہر چیز سے قریب ہیں لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، اللہ ہر چیز سے دور ہیں لیکن الگ بھی نہیں، اللہ بغیر غور و فکر کیے کلام کرتے ہیں، اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرتے ہیں، اور بغیر اعضاء کی مدد لیے بنانے والے ہیں ـــــ اللہ لطیف ہیں لیکن پوشیدگی سے انھیں متصف نہیں کیا جا سکتا ـــــ اللہ بزرگ و برتر ہیں مگر تند خوئی و بد خُلقی کی صفت اُن میں نہیں ـــــ اللہ دیکھنے والے ہیں مگر حواس سے انھیں موصوف نہیں کیا جا سکتا ـــــ اللہ رحم کرنے والے ہیں مگر اس صفت کو اُن کے لیے رحم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چہرے اللہ کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اُن کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔"

★ ..... (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۷۷)

★ اہلِ جنّت کے لیے سب سے بڑا اعزاز یہ ہوگا کہ خداوندِ عالم خود اُن پر سلام فرمائے گا۔ (سبحان اللہ)

★ .... (تفسیر صافی صـــ ۴۲۴)

www.drhasanrizvi.com

فرماں برداروں کے لیے جنّت میں اہتمام

اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا:

★ "اے لوگو! تم دنیا میں اتنی دلچسپی کیوں لیتے ہو۔ یقیناً یہ دنیا فانی اور اس کی نعمات ختم ہو جانے والی ہیں، اور زندگی بھی فنا ہو جائے گی۔ پس بتحقیق میرے پاس فرماں برداروں کے لیے جنّت ہے، کہ جس کے آٹھ دروازے ہوں گے۔ اور ہر جنّت میں ستّر ہزار زعفرانی باغ اور ہر باغ میں ستّر ہزار مونگے اور موتیوں کے شہر ہیں، اور ہر شہر میں یاقوت کے ستّر ہزار محل، اور ہر محل میں ستّر ہزار زبرجد کے گھر، اور ہر گھر میں ستّر ہزار سونے کے مکان، اور ہر مکان میں چاندی کے ستّر ہزار دُکان (کمرے)، ہر دُکان میں ستّر ہزار دسترخوان، اور ہر ایک دسترخوان پر ستّر ہزار جوہری کشتیاں (ڈونگے، ڈِشیں) اور ہر ایک کشتی میں ستّر ہزار قسم کے طعام، اور ہر دُکان کے گِرد ستّر ہزار سُرخ سونے کے تخت، اور ہر تخت پر ریشمی بچھونے (گدّے) ستّر ہزار، اور ہر تخت کے گرد ستّر ہزار آبِ حیات کی نہریں، دودھ، شراب اور خالص شہد کی نہریں، اور ہر نہر میں ستّر ہزار رنگ و قسم کے پھل، اور اسی طرح ہر مکان میں ارغوانی رنگ کے ستّر ہزار خیمے اور ہر خیمے میں ستّر ہزار غالیچے اور اعلیٰ بچھونے، اور ہر ایک بچھونے پر ستّر ہزار حور العین میں سے حوریں ہوں گی کہ ہر ایک حور کے سامنے ستّر ہزار کنیزیں مثل انڈے کے سفید، اور ہر قصر کے سرے پر ستّر ہزار کافور کے قبّے اور ہر قبّے میں خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے تحفے ہوں گے، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا ہوگا، نہ کسی آدمی کے دل میں خیال تک ہوگا۔ اور لوگوں کے پسندیدہ میوے اور پرندوں کے لذیذ گوشت ان کی خواہش کے مطابق، اور حوریں مثل موتیوں کے چمکتی ہوں گی، جو ان کو اعمالِ خیر بجالانے کے بدلے میں ملیں گی۔ اور جنتی لوگ وہاں نہ مریں گے، نہ روئیں گے، نہ رنج کریں گے، نہ بوڑھے ہوں گے، نہ عبادت کریں گے، نہ روزہ رکھیں گے، نہ نماز پڑھیں گے، نہ مریض ہوں گے، نہ پیشاب، پائخانہ کریں گے، نہ غمناک ہوں گے۔ نہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ پس جو شخص میرے معزز گھر اور پڑوس کو چاہتا ہے، تو صدقے دینے کے ذریعے سے اور دنیا کو معمولی سمجھنے سے، اور کم رزق پر قناعت کرنے سے میری جنّت اور وہاں کی ابدی نعمات کو طلب کرے۔ میری ذات شاہد ہے، میری ذات کے لیے کوئی معبود برحق سوائے میرے نہیں۔ اور عیسیٰ اور عزیر میرے ہی بندوں میں سے دو بندے ہیں اور میرے برگزیدہ رسولوں میں سے دو رسول ہیں۔" (حدیثِ قدسی ص ادعام۵)

www.drhasanrizvi.com

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا (۵۹) اور گناہگارو! تم اُن سے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ الگ ہی رہو۔

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ (۶۰) اے آدمؑ کی اولادو! کیا میں

اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا نے تم سے پہلے ہی یہ عہد نہیں لیا تھا

الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ کہ تم شیطان کی بندگی (اطاعت)

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ نہ کرنا۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا (۶۱) اور بس میری ہی بندگی کرو،

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ یہی سیدھا راستہ ہے۔

آیت ۶۰ کی تشریح

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ" (شیطان کی عبادت نہ کرو۔)۔ یہاں عبادت کے معنی رکوع و سجود کرنا نہیں، بلکہ "عبادت" کے معنی اطاعت کرنا ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص شیطان کے سامنے رکوع و سجود نہیں کرتا۔

★ اِس سے ثابت ہوا کہ عبادت کی حقیقت اطاعت کرنا ہے (فقط رکوع و سجود نہیں ہے۔)
(تفسیر نمونہ)

★ یاد رہے کہ خداوندِ عالم نے شروع دن ہی اولادِ آدمؑ کو بتا دیا تھا کہ:

"يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ

www.drhasanrizvi.com

الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ "

(سورۃ ۷ الاعراف آیت ۲۷ پارہ ۸)

یعنی: "اے آدمؑ کی اولادو! شیطان تمھیں دھوکہ نہ دیدے، جس طرح اُس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکال چھوڑا تھا، اُن کے کپڑے تک بدن سے اُتروا دیے تھے، تاکہ اُن کی شرمگاہوں کو اُن پر ظاہر کردے۔ اب وہی شیطان اور اُس کا قبیلہ تمھیں دیکھتے ہیں جہاں سے تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً ہم نے شیاطین کو اُنہی لوگوں کا دوست یا ساتھی قرار دیا ہے، جو خدا و رسولؐ کو دل سے نہیں مانتے۔"

★ پھر سورۃ الزخرف میں بھی اسی طرح متنبہ فرمایا: (warning دی)

" وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ " (سورۃ الزخرف آیت ۶۲ پارہ ۲۵)

یعنی: "اور (دیکھو کہیں) شیطان تمھیں (حق کے راستے سے) نہ روک دے کیوں کہ یقیناً وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

★ شیطان کی عبادت یا اطاعت کا مطلب یہ بھی ہے کہ علماءِ دین کی پیروی آنکھیں بند کر کے کی جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ وہ واقعی حق کہہ رہے ہیں یا اپنے مفادات کے پیشِ نظر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اِس لیے کہ علماء میں علماءِ سوء (بُرے علماء) بھی حدیث رسولؐ سے ثابت ہیں۔ فرمایا: " اَلْفُقَهَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ يَدْخُلُوْا فِي الدُّنْيَا، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ: وَمَا دُخُوْلُهُمْ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: اِتِّبَاعُ السُّلْطَانِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَاحْذَرُوْهُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ " (کنز العمال الحدیث ۲۸۹۵۲، اصول کافی جلد ۱ ص۴۶ بحوالہ گناہانِ کبیرہ)

یعنی: آنحضرتؐ نے فرمایا: "فقہاء رسولوں کے اُس وقت تک امین ہیں (موردِ اطمینان ہیں) جب تک کہ

www.drhasanrizvi.com

وہ اُمورِ دنیا میں داخل نہ ہوں۔" آپؐ سے لوگوں نے دریافت کیا۔"اے خدا کے رسولؐ! اُمورِ دنیا میں داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟" آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:" دنیاوی اُمور میں داخل ہونے کا مطلب ظالم بادشاہ (حاکمِ طاغوت) کی پیروی کرنے لگیں۔ جب یہ علماء سلطانِ جابر کی پیروی کرنے لگیں تو اپنے دین (کی حفاظت) میں اُن سے پرہیز کرتے رہنا۔"

★ خود قرآن میں خداوندِ عالم نے قسم کھاکر فرمایا:

" خدا کی قسم! یہودی، عیسائی (علماء) نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا، اگر وہ (علماء) اپنی عبادت کا حکم دیتے تو یہودی، عیسائی کبھی اُن کی بات نہ مانتے، لیکن اُن (علماء) نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کردیا، اور اُنھوں نے (اُن کو مان کر) لاشعوری طور پر اُن کی عبادت کی۔" (القرآن)

★ اس آیت پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جس شخص نے کسی انسان کی اطاعت گناہ کرنے میں کی، تو اُس نے گویا اُس کی عبادت کی۔"

(وسائل الشیعہ جلد ۱۸)

یہاں تک کہ امامؑ نے فرمایا کہ:" جب کوئی آدمی کسی بھی بولنے والے کی بات کان لگا کر سُنتا (دلچسپی سے سنتا) ہے، تو گویا اُس نے اُس آدمی کی عبادت کی۔ اگر بولنے والا حکمِ خدا کے مطابق بیان کررہا ہے تو اُس نے خدا کی عبادت کی، اور اگر بولنے والا شیطانی بات کررہا ہے تو اُس نے گویا شیطان کی عبادت کی۔"

(وسائل الشیعہ ج۱۸)

★ امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

" اے خدا کے بندو! خدا کے دشمن شیطان سے ڈرتے رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ

www.drhasanrizvi.com

تمھیں اپنی بیماری (یعنی: حرص و تکبّر) میں مبتلاء کردے، اور آواز دے کہ تمھیں بلالے اور حرکت میں لے آئے، اور تمھیں بھی اپنے لشکر سوار اور پیادوں میں شامل کرلے۔

مجھے اپنی جان کی قسم! اُس نے تمھیں شکار کرنے کے لیے ایک خطرناک تیر کمان رکھا ہوا ہے جسے وہ اپنی پوری طاقت سے کھینچتا ہے اور بہت ہی قریب سے تمھیں نشانہ بناتا ہے۔ اُس نے یہ اعلان بھی کررکھا ہے جسے اللہ نے اُس کی زبانی فرمایا ہے کہ۔ "اے میرے پالنے والے! چوں کہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی اولادِ آدمؑ کے سامنے دنیا کی زرق برق چیزوں اور ٹھاٹھ باٹھ سے اُن کی آنکھوں کو چکاچوند کردوں گا اور اُن سب کو گمراہ کردوں گا۔" اب کتنا عجیب ہوگا کہ ہم ایسے جانی دشمن کو اپنا دوست سمجھ لیں۔

دیکھو! اپنے اُن سرداروں اور بڑوں کا اتّباع کرنے سے ڈرتے رہو کہ جو اپنی جاہ و حشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرور سے دھوکہ کھاتے ہیں اور بدنما چیزوں کو اللہ کے ذمے ڈال دیتے ہیں اور اُس کی قضا و قدر سے ٹکّر لیتے ہیں اور اُس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لیے اُس کے احسانات سے یکسر انکار کردیتے ہوں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے محل والوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس کی عطا کردہ نعمتوں کے دشمن نہ ہو، اور نہ اُس کے فضل و کرم کے دشمن بنو جو تم پر اُس نے کیا ہے، اور نہ حاسد بنو، اور دیکھو! جھوٹے مدّعیانِ اسلام کی پیروی کرنے سے بچتے ہی رہو جن کا گندہ پانی تم اپنے صاف پانی میں ملاکر پیتے ہو۔ (ماخوذ از نہج البلاغۃ خطبہ ۱۹۲)

www.drhasanrizvi.com

(شیطان)

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾

مگر اس کے باوجود اُس نے تم میں کے بڑے گروہ کو گمراہ کر کے ہی چھوڑا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾

لو یہ وہی دوزخ ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾

اب اِس کا ایندھن بنو، اُسی کفر و انکار کی سزا میں جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

لہ "اِصْلَوْ" کا لفظ صلیٰ کے مادّہ سے ہے۔ اِس کے معنیٰ آگ میں جلانا اور بھونتا (یا) آگ میں داخل کرنا، اور اسی کو لازمی کر لینا۔ (مفردات امام راغب)

★ مطلب یہ ہے کہ: لے جہنّمیو! تم پر افسوس ہے کہ تمہیں اِس قدر صاف صاف سمجھایا گیا تھا کہ شیطان کی بات نہ ماننا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ مگر پھر بھی تم کو عقل نہ آئی، اور آخر کار شیطان کامیاب ہوا اور اُس نے اتنی بڑی مخلوق کو گمراہ کر کے ہی چھوڑا، اور تم ایسے احمق ثابت ہوئے کہ اپنے نفع و نقصان کو نہ سمجھ سکے اور اپنے دشمن کو نہ پہچان سکے ..... ★ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾

آج ہم اُن کے ہونٹوں پر تو مُہر لگا دیں گے، مگر اُن کے ہاتھ ہم سے بولیں گے، اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔

روزِ قیامت انسان کے ہاتھ اللہ سے ساری زندگی کی روئداد بیان کر دیں گے

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"روزِ قیامت ہر انسان کو اُس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا تو گنہگار لوگ اپنی بدمعاشیوں سے انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے ایسے کام نہیں کیئے تو سب سے پہلے فرشتے اُن کے خلاف گواہی دیں گے، اُس پر وہ بدمعاش مجرم قسمیں کھانے لگیں گے۔ اِن کی اِس حرکت پر اُن کے منہ پر مُہر لگا دی جائے گی، اور اُن کے اعضاء کو گواہی دینے کا حکم ہوگا۔ پس یہ حکم ملتے ہی اُن کے ہاتھ پیر اور تمام اعضاء اُن کی بدمعاشیوں کو بیان کریں گے اور گواہی دیں گے۔"

★...... (تفسیرِ برہان، تفسیرِ صافی، تفسیرِ نور الثقلین)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اعضاء کی گواہی صرف اُن لوگوں کے خلاف لی جائے گی جن کو حتمی طور پر جہنم میں جانے کا حکم ہوگا، لیکن مومن کو اُس کے

www.drhasanrizvi.com

داہنے ہاتھ میں نامۂ اعمال دے کر جنّت کی طرف بھیج دیا جائے گا۔"
(الکافی، تفسیر انوار النجف، تفسیر نور الثقلین)

★ شاید اس لیے کہ مومن اپنے گناہوں کے انکار کے بجائے سخت شرمسار بھی ہوگا اور گناہوں کا معترف بھی۔ بقول میر انیسؒ:

رحمت کا تری اُمیدوار آیا ہوں — منھ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں
چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل — اس واسطے کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

نتائج

(۱) اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ قیامت کے دن ہمارے اعضاء ہماری مرضی کے تابع نہ ہوں گے، بلکہ خدا کے حکم کے تابعِ فرمان ہوں گے۔

(۲) خدا کی عدالت کتنی بڑی اور سچی عدالت ہوگی کہ وہاں انسان کے اعمال کے گواہ خود اس کے اپنے اعضاء وجوارح ہوں گے۔" ★ (تفسیر نمونہ)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِیْ لَیْلِہِمْ وَنَہَارِہِمْ لَطُفَ بِہٖ خُبْرًا وَّ اَحَاطَ بِہٖ عِلْمًا، اَعْضَاۗؤُکُمْ شُھُوْدُہٗ وَجَوَارِحُکُمْ جُنُوْدُہٗ، وَضَمَاۗئِرُکُمْ عُیُوْنُہٗ وَخَلَوَاتُکُمْ عِیَانُہٗ۔" (نہج البلاغہ از خطبہ ۱۹۷)

یعنی: "یہ بندگانِ خدا رات کے پردوں اور دن کے اجالوں میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے چھپے ہوئے نہیں ہوتے، وہ تو ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شے پر اس کا علم محیط ہے، تمہارے ہی اعضاء اُس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے، اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اس کے لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب وضمیر اس کے جاسوس ہیں، اور تمہاری تنہائیاں اس کی نظر کے سامنے ہیں۔"

www.drhasanrizvi.com

وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾

(۶۶) اور اگر ہم چاہتے تو اُن کی آنکھوں کو ناپید کر دیتے، پھر وہ اگر دوڑ کر راستہ بھی چلنا چاہتے تو اُنھیں کیسے راستہ سُجھائی دیتا؟

وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

(۶۷) اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو اُن کی اپنی ہی جگہ پر ایسا مسخ کر کے رکھ دیں کہ پھر یہ نہ تو آگے کی طرف چل سکیں اور نہ پیچھے پلٹ سکیں۔

ع ۴

★۱ "طَمَسْنَا" کا لفظ "طمس" (بروزنِ شمس) کے مادّے سے ہے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح مٹا دینا کہ اُس کے آثار و نشانات تک ختم ہو جائیں۔ (مفردات امام راغب)

★۲ "مکان" کے معنی ٹھیرنے کی جگہ۔ گویا خدا سخت مجرموں کو خود اُن کی جائے قیام پر ہی انسانی شکل سے محروم کر دے گا، اور وہ بالکل بے روح مجسّموں کی طرح مسخ ہو جائیں گے۔ یہ اس لیے ہو گا کہ وہ سیدھے راستے سے بہت دور نکل گئے تھے۔ سیدھے راستے کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ ایسی چال اختیار کی تھی کہ راہِ حق سے بہت دور بھٹک گئے تھے، یعنی بالکل گمراہ ہو گئے تھے۔

(لسان العرب، قطر المحیط، المنجد)

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۚ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ اور (مثلاً) جس شخص کو ہم لمبی عمر دے دیتے ہیں اُس کی ساخت اور خلقت کو ہم اُلٹ دیتے ہیں (یعنی اُس کی حالت بچّوں کی سی کردیتے ہیں) تو کیا وہ عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟ (کہ جب ہم زندگی میں آدمی کو اس حالت پر لوٹا دیتے ہیں تو کیا مرنے کے بعد نہیں لوٹا سکتے؟)

دہریوں کے لیے دعوتِ غور و فکر

دہریوں اور بے دینوں کا تصور یہ ہے کہ مادّے کے اجزاء کے ملنے کی وجہ سے اتفاقاً یہ پوری کائنات ایک حادثے کی وجہ سے پیدا ہوگئی۔ یہی فلسفہ "ڈارون" کا بھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر مادّہ کی فطرت صرف ارتقا کرنا ہے، درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہنا ہی ہے، تو پھر انسان کی جوانی کے بعد بڑھاپا اور زوال کیسے ہوگیا؟

اِس سے نتیجہ نکلا کہ ارتقاء کرنا مادّے کا اپنا ذاتی، فطری فعل نہیں ہے، بلکہ کسی کا فیضان اور عطا ہے۔ اُسی خدا نے مادّے کے اندر ارتقائی صلاحیت عطا فرمائی ہے پھر وہی خدا جب چاہتا ہے مادّے سے ارتقاء کی صلاحیت کو سلب کرلیتا ہے۔ پھر جوان اور طاقتور ترین انسان کی جوانی بڑھاپے، اور کمزوری میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ (فصل الخطاب)

؎ پیری میں خم کمر میں نہیں ضعف سے قمر ٭ میں جھک کے ڈھونڈتا ہوں جوانی کدھر گئی (قمر جلالوی)

www.drhasanrizvi.com

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ قوی ہیکل، صحتمند اور طاقتور ترین جوان انسان کا بوڑھا ہو کر کمزور ہو جانا، اِس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کی قدرت کس قدر عظیم ہے کہ جو خدا ایک جوان طاقتور کی جوانی کو نومولود بچے کی طرف پلٹا سکتا ہے، تو وہ خدا انسان کو موت کے بعد دوسری زندگی کی طرف کیوں نہیں پلٹا سکتا ؟

جب انسان بوڑھا ہوتا ہے تو اُس کی روح تو ترقی کرتی رہتی ہے مگر اُس کا جسم پیچھے بچپنے کی طرف پلٹنا شروع کر دیتا ہے اور عقل بھی تنزیل کا شکار ہو جاتی ہے، اور بالآخر بوڑھا انسان بچوں جیسی حرکتیں کرنے لگتا ہے، اور جسمانی کمزوریاں بھی اُسے بچے جیسا بنا دیتی ہیں، جبکہ بچوں کی بچکانہ حرکتیں اچھی لگتی ہیں، مگر بوڑھوں کی بچکانہ حرکتیں بری لگتی ہیں۔ اُس وقت کی تکلیف کا احساس کرنا بہت مشکل ہے۔ قرآن نے خود اِس کا نقشہ اِس طرح کھینچا ہے :

" وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا " (از سورۃ الحج آیت ۲۲ پارہ ۱۷)

یعنی: " اور تم میں سے کچھ عمر رسیدہ ہو کر بدترین زندگی کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں، اُن کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جو علم اُنھوں نے حاصل کیا تھا وہ تک یاد نہیں رہتا۔"

★ شاید اسی لیے بوڑھے انسان کو حدیثوں میں " اَسِیْرُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ " (زمین میں خدا کا قیدی) کہا جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

★ آخر میں خداوندِ عالم کا فرمانا " اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ " (پھر وہ عقل سے کام کیوں نہیں لیتے) کہ اتنا نہیں سمجھتے کہ (۱) جو قوت تم رکھتے ہو، یہ وقتی و عارضی ہے (۲) یہ کس نے عطا کی ہے۔ (۳) جو خدا یہ قوتیں دے سکتا ہے وہ اس قدر طاقتور بھی ہے کہ اِن قوتوں کو تم سے چھین لینے پر قادر بھی ہے۔ (۴) یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے (۵) ہمیں خدا کی طرف پلٹنا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

(۶) اِس لیے ہمیں خدا سے ملاقات کی تیاری کرنی چاہیئے۔

یعنی خدا کی ملاقات کے لیے نیک اعمال کا سامان جمع کرنا چاہیے۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر امام رازی)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوذرؓ سے وصیّت فرمائی تھی کہ:

"پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو:

(۱) اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے

(۲) اپنی صحّت کو اپنی بیماری سے پہلے

(۳) اپنی خوشحالی کو اپنی بدحالی سے پہلے

(۴) اپنی فراغت کو اپنی مشغولیّت سے پہلے اور

(۵) اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے۔" (غنیمت سمجھو)

★ ۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر)

★ قرآن نے اِس حقیقت کو یوں فرمایا:

"جس شخص کو بھی یہ اُمید یا خوف ہے کہ اُس کو اپنے مالک کی طرف پلٹنا ہے، اُس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیک اعمال بجالائے اور یہ کہ اپنے مالک کی غلامی اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔" (سورۃ الکھف ۱۸ آخری آیت ۱۱۰ پ ۱۶)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ "اے لوگو! تمھاری صورتوں کو مسخ کردینا ہمارے لیے کوئی بڑی مشکل بات نہیں ہے۔ تم دیکھتے نہیں کہ ہم ایک تندرست، طاقتور انسان کو بوڑھا بناکر دیکھنے، بولنے، چلنے پھرنے سے معذور بنادیتے ہیں۔ گویا بچوں کی طرح کمزور اور دوسروں کا محتاج ہوجاتا ہے۔ جو خدا بڑھاپے میں ساری طاقتیں سلب کرسکتا ہے وہ جوانی میں بھی تمھیں مسخ کرکے پوٹلی بناسکتا ہے۔"

★ ۔۔۔۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهٗ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ (۶۹)

اور ہم نے اپنے نبی کو شاعری (لغوگوئی) نہیں سکھائی ہے، اور نہ شاعری کرنا (خیالی پلاؤ پکانا) اُن کو زیب دیتا ہے۔ یہ (قرآن) تو ایک نصیحت، اور یاد دہانی ہے، اور صاف صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ: ہم نے اپنے رسولؐ کو شاعری نہیں سکھائی، اس لیے کہ اگر ہم اُن کو شاعری کا ملکہ عطا کر دیتے تو تم کو شک ہو جاتا کہ اپنی اُسی صلاحیت کے زور پر اُنھوں نے قرآن لکھ لیا ہے اور یہ وہی شاعری کی صلاحیت ہے جو قرآن کی شکل میں بول رہی ہے۔
(تفسیر تبیان - تفسیر کبیر)

★ لیکن یہ بات بھی ثابت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کبھی کبھی اشعار سن لیا کرتے تھے اور اشعار کہنے کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔ اِس لیے اِس آیت سے فنِ شعر کی تنقیص یا تذلیل مقصود نہیں ہے۔ بس مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ کیوں کہ قرآن کی فصاحت وبلاغت ناقابلِ تصوّر حد تک بلند ترین کمال پر تھی اِس لیے لوگوں کو کہیں یہ شبہ نہ ہو جاتا کہ قرآن جناب رسولِ خداؐ کے ملکۂ شاعری کا نتیجہ ہے۔ اِس لیے فرمایا کہ "ہم نے رسولِ خداؐ کو شاعری کا ملکہ عطا نہیں فرمایا۔"
(تفسیر مجمع البیان، تبیان، فصل الخطاب، تفسیر کبیر)

★ نیز یہ کہ شعر سے یہاں مراد عرب کی شاعری ہے جو جھوٹی، خیالی، جنسی جذبات اور فحش خیالات

www.drhasanrizvi.com

کی ترجمانی تھی، جس میں حقیقت کا عنصر نہ تھا بلکہ حقیقت سے بہت دور کی منصوبہ بندیاں خیالی پلاؤ اور شیخ چلّی کے منصوبے، جھوٹی کہانیاں، زبردست مبالغہ آرائی، تشبیہات اور استعاروں کی بھرمار تھی۔

(امام راغب، تفسیر روح المعانی)

★ اچھی اور اخلاقی، بامعنی بلند شاعری کی بہر حال تذلیل ہرگز مقصود نہیں ہے۔

(مؤلف)

وحی اور شعر کا فرق

(۱) عام طور پر شعر تخیلات، تصورات اور جذبات کا نتیجہ ہوتے ہیں، جبکہ "وحی" خدا کی طرف سے پیغام کی شکل میں بھیجی جاتی ہے۔

(۲) شاعر ہمیشہ "تغیر" کے عالم میں ہوتا ہے، جبکہ "وحی" ثابت شدہ حقائق کو بیان کرتی ہے۔

(۳) شعر کا لطف مبالغہ آرائی پر منحصر ہوتا ہے، اسی لیے عربی کا محاورہ ہے:

"اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَكْذَبُهٗ" یعنی: سب سے اچھا شعر وہ ہوتا ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ بولا جائے۔ جبکہ "وحی" صداقت اور سچائی کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

(۴) شاعر الفاظ کے حُسن کی خاطر مجبور رہتا ہے کہ خود کو الفاظ کے حوالے کردے، یا الفاظ کے پیچھے پیچھے چلے، جبکہ "وحی" الفاظ کے سامنے لاچار نہیں ہوتی۔

(۵) شعر، شاعر کی آرزوؤں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ جبکہ "وحی" خدا کی مرضی کی ترجمان ہوتی ہے۔ البتہ وہ اشعار مستثنیٰ ہیں جو مقدس ہستیوں یا اعلیٰ مقاصد کے لیے کہے جاتے ہیں۔

(۶) شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء میں فرمایا:

"وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ

www.drhasanrizvi.com

یَہِیمُونَ ۝ وَاَنَّہُمْ یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَکَرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ۔۔۔ الخ (سورۃ الشعراء آیات ۲۲۴ تا ۲۲۷ ۔ پارہ ۱۹)

یعنی: "اور گمراہ لوگ شعراء کی پیروی کرتے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکے ہوئے سرگرداں، بدحواس پھرا کرتے ہیں، اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں (یعنی بدعمل ہیں) سوائے اُن (شعراء) کے جو ایمان لائے اور اعمالِ صالح بجالائے، اور کثرت سے اللہ کی یاد کرنے والے ہوتے ہیں۔"

جبکہ وحیِ الٰہی کی پیروی نیک اور صالح لوگ کرتے ہیں۔

(۷) شاعری کا مزہ غفلت اور حقائق کو فراموش کر دینے میں ہے۔

؎ مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو ؛ اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیئے۔

جبکہ قرآن اور وحی سوائے بیداریٔ مغز اور ہوشیاری کے کچھ نہیں۔

(تفسیر نمونہ) ۔۔۔۔۔۔ ★

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کو شاعری سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ آپؐ نے پوری عمر میں کوئی شعر نہ کہا۔ کبھی رجز کے موقع پر اگر زبانِ مبارک سے کوئی مقفٰی عبارت بے ساختہ جاری ہوئی تو اُسے شاعری نہیں کہہ سکتے۔ آپؐ شاعروں کے اشعار تک نہیں پڑھتے تھے، اگر کسی اچھے شعر کا حوالہ بھی دیتے تو اس کو نثر میں ادا فرماتے۔ آنحضرتؐ خیالی وجذباتی باتوں کے نہیں، بلکہ حقیقتوں اور وحیِ الٰہی کے ترجمان تھے۔ شاعری دل پر اثر کرتی ہے اور قرآن بھی دل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ صرف اتنی سی بات پر قرآن وحدیث کو شاعری کہہ دینا سراسر غلط اور بے انصافی ہے۔ اصل میں قرآن کے بے پناہ اثر کو دیکھ کر بڑے بڑے فصیح وبلیغ شاعر دنگ رہ گئے تھے۔ اسی بناء پر حق دشمن عرب قرآن کو شاعری اور جادوگری کہنے لگے جبکہ جادو اور شاعری سے آج تک انسانی تاریخ میں کبھی کوئی انقلاب برپا نہیں ہوسکا۔ یہ کام شاعروں کا نہیں ہوتا بلکہ پیغمبرانِ خدا کا ہوا کرتا ہے۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

؎ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں ؛ کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۰

تاکہ رسولؐ اُس کو ڈرائیں (سمجھائیں) جس میں زندگی ہو، اور حجّت تمام ہوجائے حق کے منکروں (کافروں) پر (یا) کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہوجائے۔

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اس آیت میں زندہ آدمی سے مراد عقل سے کام لینے والا انسان ہے۔"

★...... (تفسیر صافی صہ ۴۲۵، تفسیر مجمع البیان، تفسیر نور الثقلین)

★ اس لیے زندہ آدمی کے حقیقی مراد سچا مومن ہے جس کا دل ایمان سے لبریز ہو۔ اس لیے کہ ایمان دل میں اُسی وقت داخل ہوسکتا ہے جب انسان کائنات پر یعنی خدا کی آیات پر غور وفکر کرے۔ جب انسان غور وفکر کرتا ہے تو اُس کا دل ایمان کے ذریعہ سے زندہ ہوجاتا ہے۔

★...... (تفسیر قمی، تفسیر کبیر)

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ⁂ آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

★ علامہ اقبال کی دعا، ملاحظہ فرمائیں:

اگر شاہاں نیم تیغِ علی را ⁂ نگاہم دہ چوں شمشیرِ علی تیز

★ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور کتابیں رٹتے، پڑھتے چلے جاتے ہیں، اُن کے بار

www.drhasanrizvi.com

میں ڈاکٹر اقبالؔ نے خوب فرمایا ہے :

کیا ہے تجھ کو کتابوں نے کور ذوق ایسا ⁂ کہ بوئے گل سے بھی تجھ کو ملا نہ گل کا سراغ
* ...... (اقبالؔ)

یعنی : کتابیں رٹ کر تو اس طرح عقل کھو بیٹھا کہ تخلیقاتِ کائنات کو دیکھ کر بھی اے انسان تجھے اُس کے خالق کا سراغ نہ مل سکا۔
* ...... (مؤلّف)

کس کے تابع ہے یہ ہر روز اُبھرتا سورج ⁂ دور کی چاند سے کس ذات نے تاریکیٔ شب
کون شبنم سے دُھلاتا ہے رُخِ گل ہر روز ⁂ بے خطا نظم کا ہے اور یہاں کون سبب؟
* ...... (حامد حسین کاظمی)

★ غرض قرآن ' ایمان کو زندگی ' اور مومنین کو زندہ انسان سمجھتا ہے ۔ بے ایمان کو مردہ سمجھتا ہے ۔ یہ زندگی ظاہری زندگی سے بہت اعلیٰ چیز ہے ۔ اگر زندگی سانس لینے ، کھانے پینے ، سونے جاگنے ، چلنے پھرنے کا ہی نام ہے ، تو یہ زندگی جانوروں کو بھی حاصل ہے ۔ یہ انسانی حیات نہیں ہے ۔ انسان کی اصل زندگی عقل سے کام لینا ' اعلیٰ صلاحیتوں کو بیدار کرنا ' تقویٰ ' ایثار ' فداکاری ' خدا کی اطاعت ' نفس پر قابو رکھنا ' اور اخلاقی خصلتیں حاصل کرنا ہے۔
* ..... (تفسیرِ نمونہ)

* دل مردہ ' دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ ⁂ کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ
* ..... (اقبالؔ)

* بندگی حق کی دِلا دیتی ہے انساں کو نجات ⁂ اُن توہم سے جو دھڑکن میں بسے رہتے ہیں
جز خدا کوئی بھی انساں کا بہی خواہ نہیں ⁂ اُس کے احکام سے وابستہ ہے انساں کی نجات
* ...... (حامد حسین کاظمی)

www.drhasanrizvi.com

حقیقی زندگی حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) "قرآن کے مطالب پر غور و فکر کرو، کیوں کہ اِس میں دلوں کو زندگی بخشنے والی بہار ہے۔"

★..... (نہج البلاغہ خطبہ ۱۱۰)

(۲) "عقل سے کام لینا دل کی زندگی ہے۔"

"حکمت اور عقل سے کام لینا مردہ دلوں کو زندہ کر دیا کرتا ہے۔"

★..... (نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۳)

نیز فرمایا: "بدن کی بیماری سے دل کی بیماری بدتر ہے۔"

★..... (نہج البلاغہ کلمات قصار ۳۸۸)

(۳) بُرے کاموں سے بچنا اور خدا کے مقرّر کیے ہوئے فرائض کو ادا کرنا حقیقی زندگی ہے۔

★ حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"جس میں تقویٰ کی روح کم ہو جائے اُس کا دل مر جاتا ہے۔"

★... (نہج البلاغہ کلماتِ قصار ۳۴۹)

حضرت امام حسین ع ابنِ امام علی ع نے فرمایا:

"طُولُ التَّجَارِبِ زِيَادَةٌ فِي الْعَقْلِ، وَالشَّرَفُ فِي التَّقْوَى وَالْقُنُوعُ رَاحَةُ الْأَبْدَانِ، أَحَبُّكَ مَنْ نَهَاكَ۔" (یعنی: "طولانی تجربے عقل کی زیادتی کا باعث ہیں اور شرف کا انحصار تقویٰ میں ہے اور قناعت بدن کی راحت ہے، جو تم کو محبوب رکھے گا وہ تم کو بُرائی سے روکے گا۔") (بلاغت الحسین)

خداوندِ عالم نے فرمایا: "اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝" (سورۃ الانعام آیت ۳۶ پارہ ۷)

"(صرف (زندہ لوگ ہی) سننے والے کان رکھتے ہیں اور (اے رسول ؐ!) تمھارے پیغام کو قبول بھی کرتے ہیں، رہے مُردے، تو اُنھیں تو خدا خود قیامت کے دن اُٹھائے گا، پھر وہ خدا کی طرف پلٹ جائیں گے۔")

www.drhasanrizvi.com

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا (۷۱) کیا یہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے
لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی
اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ چیزوں میں سے اُن کے لیے
لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ جانوروں مویشیوں کو پیدا کیا
اور اب یہ اُن کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔
وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا (۷۲) اور ہم نے ہی اُن جانوروں
رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا کو اُن کے قابو میں دے دیا ہے
يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ تو اُن میں سے کچھ تو اُن کی سواری
کے کام آنے والے ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ غذا بناتے ہیں۔

آیت ۷۱ میں خدا کا فرمانا کہ: "ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے ان کے لیے مویشی پیدا کیے۔" یہاں خدا کے ہاتھوں سے مراد جسمانی ہاتھ نہیں، بلکہ ہاتھوں کا لفظ یہاں بطور استعارے کے استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو خود ہم نے ہی تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کسی اور کا کوئی عمل دخل ذرہ برابر بھی نہیں۔

(تفسیر کبیر، تفہیم القرآن، تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ (۷۳) وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝۷۳

اور اُن کے لیے اُن میں مختلف فائدے کی چیزیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں۔ پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے ؟

شکر کے معنی

(۱) یہ ہیں کہ سب سے پہلے انسان ہر نعمت کو خدا کی عطا دل سے سمجھے۔

(۲) پھر خدا کا اپنے اوپر احسان دل سے ماننے

(۳) پھر اپنی تمام تر توقعات صرف اور صرف خدا سے وابستہ رکھے کہ آئندہ بھی وہی خدا سب کچھ عطا فرمائے گا۔

ے جو کچھ ہوا ، ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا۔

ے بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

(۴) پھر تمام نعمتیں دینے والے خدا کی تمام نعمتوں کو عملاً خدا ہی کی مرضی کے مطابق استعمال کرے کسی نعمت کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کرے۔

یہی تمام شکر ہے۔

* کافر کیوں کہ خدا کی نعمتوں کو خدا کی عطا نہیں مانتا اس لئے اُس کو کافر (یعنی منکر۔ حق کا چھپانے والا) کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر ، تفہیم ، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ واقعاً یہ کتنی عجیب بات ہے کہ جو انسان ایک طرف تو اتنا کمزور اور بے بس ہے کہ وہ ایک مکھی کو بھی پیدا نہیں کر سکتا: بقول قرآن حکیم:

" یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ " (سورۃ الحج ۲۲ آیت ۷۳ پارہ ۱۷)

یعنی: "اے لوگو! (تمہارے لیے) ایک مثال بیان کی جاتی ہے پس تم اُسے غور سے سنو۔ وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ سب کے سب اِس کام کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں (تب بھی وہ یہ کام کرنے پر قدرت نہیں رکھتے، یہی نہیں) بلکہ اگر مکھی اُن (کے دسترخوان) سے کوئی چیز اُٹھا لیتی ہے تو وہ اُس چیز کو بھی اُس سے چھین لینے پر قادر نہیں۔ کتنے کمزور ہیں طالب اور کتنے کمزور ہیں مطلوب"؟

★ غور و فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ جو انسان ایک مکھی جیسی کمزور مخلوق کو اپنا مطیع فرماں بردار نہ بنا سکتا ہو، اُسی انسان کو خدا نے یہ قوّت عطا فرمائی ہے کہ کئی قسم کے جانور، چوپائے اُس کے مطیع (فرماں بردار) ہو جاتے ہیں، اور وہ انسان کی مستقل خدمت میں لگے رہتے ہیں۔ بعض جانوروں کو انسان اپنی سواری اور بار برداری کے لیے استعمال کرتا ہے اور کچھ کو اپنی غذا کے طور استعمال میں لاتا ہے، اُن کا گوشت، کھال، ہڈی وغیرہ کو اپنے تصرّف میں لاتا ہے، یہاں تک کہ چوپائے کا فُضلہ یعنی گوبر بھی بیکار نہیں ہوتا ہے اُسے بھی کھاد وغیرہ کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ یہ اللہ کا انسان پر کرم نہیں ہے تو اور کیا ہے، پھر شکر ادا کیوں نہیں کرتا؟

(ملاحظہ ضمیمہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ (۴۷) (یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی)
اللّٰہِ اٰلِھَۃً لَّعَلَّھُمْ — انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور بہت
یُنْصَرُوْنَ ۝۷۴ — سے معبود بنالیے کہ شاید
(ان سے) انھیں مدد مل سکے۔

اُن کے جواب میں اللہ نے فرمایا

سورۂ الاعراف میں ارشاد فرمایا:

"وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝۱۹۲ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝۱۹۳" (سورۃ الاعراف آیت ۱۹۲-۱۹۳ پارہ ۹)

یعنی: "(یہ بُت) نہ تو اپنی غلامی کرنے والوں کی کوئی مدد کرسکتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں ہدایت کی دعوت دوگے تو وہ تمھاری پیروی نہ کریں گے۔ تمھارے لیے یکساں ہے، اگر تم اُن کو دعوت دو یا تم خاموش رہو۔"

* غرض خدا کی معرفت توحید تک پہنچاتی ہے اور توحید کی معرفت زندگی کا ایک خاص راستہ معین کرتی ہے جو موحدین کو شرک کی گندگیوں سے بچاتی ہے۔ مثلاً آج ساری دنیا دو بلاکوں میں تقسیم ہوچکی ہے، آج بڑی طاقتیں چھوٹے ملکوں پر قبضہ کررہی ہیں۔ چھوٹے ممالک یہ سمجھ رہے ہیں کہ بڑی طاقتیں اُن کی مدد اور حفاظت کریں گی، اس لئے وہ بڑی طاقتوں کی پناہ لینے کے چکر میں رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خدا سے مدد حاصل کریں اور اُسی پر بھروسہ کریں۔ کیوں کہ سب سے بڑی طاقت خدائی طاقت ہے۔

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ (۷۵) وَهُمْ لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿۷۵﴾

وہ اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، جبکہ اُن کی پوری کی پوری فوج اُن کے لیے موجود ہے۔ [۱]

فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ (۷۶) إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۶﴾

خیر، یہ جو باتیں بنا رہے ہیں وہ تمھارے لیے رنج کا سبب نہ بنیں (اس لیے کہ) حقیقتاً یہ جو کچھ بھی چھپاتے ہیں یا جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، ہم اُسے خوب جانتے ہیں

[۱] ★ فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے جھوٹے خدا اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جبکہ اُن کے گروہ کے گروہ اپنے جھوٹے خداؤں کی خدمت میں موجود رہتے ہیں اور یہ سب کے سب اُنہی جھوٹے خداؤں کے پیچھے پیچھے جہنّم میں ڈالے جائیں گے۔" (خس کم جہاں پاک) ★ . . . . (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین)

★ آیت ۷۶ کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کفّار خدا تک کے لیے اس قدر احمقانہ اور توہین آمیز باتیں کرتے ہیں، تو پھر اے رسولؐ! اگر وہ آپؐ کو شاعر کہہ رہے ہیں تو اِس پر کُڑھنے یا افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ہوتا آیا ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں) ★ (روح المعانی، تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا (۷۷) کیا آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ
خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ ہم نے اُسے ایک ٹپکے ہوئے
فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ قطرے سے پیدا کیا اور پھر وہ
ایک کھلا ہوا جھگڑالو (انسان) بن کر کھڑا ہو گیا۔

شانِ نزول

اُبی بن خلف اور اُمیّہ بن خلف یا اُمیّہ بن عاص قبرستان سے ایک پُرانی ہڈی ڈھونڈھ کر لایا اور جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے اُس ہڈی کو مسل کر ریزہ ریزہ کر دیا، اور پھر اُسے ہوا میں اُڑا دیا۔ پھر آنحضرتؐ سے پوچھنے لگا کہ "اس جیسی ہڈیوں کو کون دوبارہ زندہ کر سکتا ہے؟" اُسی کے جواب میں یہ آیتیں اُتریں۔

(تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ کشاف)

★ کیسا عمدہ منھ بولتا جواب ہے کہ: ہم نے انسان کو نطفہ جیسے حقیر قطرے سے بنایا۔ اُس کی تخلیق ایسے خلیہ cell سے شروع کی جسے آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں جا سکتا۔ پھر نہایت کمزور بچّے کی شکل میں ماں کے شکم سے نکالا، پھر اُسے جوان بنایا تو اکڑ کر اپنے خالق ہی سے جھگڑنے لگا۔ یہی وہ کام ہے جو انسان کے سوا کوئی جاندار نہیں کرتا۔ یہ اِس لیے کرتا ہے کہ وہ خود اپنی ہی تخلیق کو بھلائے بیٹھا ہے، اپنی ہی ذات کی خلقت کی ابتدا کے بارے میں نہیں سوچتا۔ قرآن کے یہ دو۲ الفاظ قیامت کا استدلال اور اثر رکھتے ہیں کہ فرمایا: "وَنَسِيَ خَلْقَهٗ" "اور وہ خود اپنی ہی خلقت کو بھول گیا۔"

انسان سے کہا جا رہا ہے کہ: خود اپنی ہی تخلیق کو مڑ کر دیکھ لے کہ تو ایک حقیر و ناچیز قطرہ تھا

www.drhasanrizvi.com

خدا نے ہر روز تجھے نئے سے نیا لباس پہنایا، تیری شکلیں ایسی بدلیں اگر رحم مادر میں تیری تصویر لی جاتی، اور تجھے دکھائی جاتی تو ہرگز تو اُسے نہ پہچان سکتا کہ یہ تیری ہی تصویر ہے، مردہ جمادات سے تیرے وجود کے خمیر کو اٹھایا۔ پھر تُو جاندار حیوان بنا، پھر گھاس پھوس کے دودھ سے تیری نشو و نما ہوئی، مگر تُو ایسا بھلکڑ نکلا کہ خود اپنی ہی تخلیق کو بھلا بیٹھا، اور اب اللہ میاں سے جھگڑ رہا ہے کہ اِن پرانی ہڈیوں میں کون زندگی پیدا کر سکتا ہے؟

اگر یہ ہڈیاں مکمل طور پر پرانی ہو جائیں تو مٹی ہی تو بن جائیں گی۔ تو کیا تو پہلے دن مٹی سے نہیں پیدا کیا گیا؟ کیا تو پہلے مٹی نہ تھا؟ ایک دن تو ایسا بھی تھا کہ اس پرانی ہڈی کا وجود تک نہ تھا۔ بلکہ جس مٹی سے یہ ہڈی بنی ہے وہ مٹی تک موجود نہ تھی۔ بس وہی خدا جس نے اس ہڈی کو عدم سے وجود بخشا، وہی خدا اس پرانی ہڈی میں زندگی کی رمق کیوں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟
(تفسیر نمونہ)

شانِ نزول: ★ حضرت ابراہیم نے خدا سے سوال کیا!

"وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۠" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۰ پارہ ۳)

یعنی: "اور (اے رسولؐ! اُس واقعہ کو یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ اے میرے پروردگار! آپ مجھے بھی تو دکھا دیجیے کہ آپ مردہ کو کیوں کر زندہ کر دیتے ہیں؟ اللہ نے فرمایا: "کیا تمھیں اس کا یقین نہیں؟" ابراہیمؑ نے عرض کی: یقین تو ہے مگر میرا دل مطمئن نہیں ہے (مجھے آنکھ سے دکھا دیجیے۔) اللہ نے فرمایا: (اچھا تو) چار پرندے پکڑ لو اور اُن کو اپنے پاس منگوا لو (اور اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قیمہ بنا دو) پھر اُن کو ہر پہاڑ پر تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دو۔ اس کے بعد اُن کو بلاؤ تو وہ سب کے سب تمھارے پاس اُڑتے ہوئے آ جائیں گے۔ اور یقین جانو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔" جب اللہ کا یہ حکم حضرت ابراہیمؑ کو ہوا تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔۔۔

www.drhasanrizvi.com

چنانچہ روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار پرندوں کو پکڑا وہ : ندے گدھ ، بط ، مور اور مرغ تھے ۔ آپؑ نے سب کو گردن سے جدا کرکے سب کا یکجا قیمہ بنا دیا اور سب کے گوشت کو اچھی طرح کوٹ پیس کر میدہ بنا دیا ۔ اس کے بعد دس حصّے کرکے پہاڑوں پر ایک ایک حصّہ الگ الگ کرکے رکھ دیا ۔ اور چاروں کی چونچیں اپنے پاس رکھ لیں ۔ اس کے بعد چاروں کو پکارا تو ایک ایک ریزہ اپنی اپنی جگہ سے اُڑ کر اپنی اپنی چونچ سے جا ملا ' اور وہ سب کے سب اپنی اصلی حالت پر زندہ پرندوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے ۔ اور یہ بھی لکھا ہے حضرت ابراہیمؑ قصداً ایک کی چونچ کو دوسرے کے بدن میں ملانے کی کوشش کرتے تھے ، مگر وہ بغیر چونچ کا جسم اپنی ہی چونچ کی طرف رُخ کرتا تھا (غرض وہ قیمہ بنے ہوئے پرندے اپنی اصلی حالت پر پلٹ آئے ۔) (سبحان اللہ العزیز شانہٗ) - - - - (از قرآن الحکیم ترجمہ مولانا فرمان علی ۔ حاشیہ ص۷۶)

حضرتِ عُزَیرؑ کا واقعہ

اِسی طرح نبی خدا حضرت عُزَیر کا واقعہ قرآن میں منقول ہے کہ ارشادِ خداوندی ہوا : " اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ (سورۂ البقرۃ آیت ۲۵۹ پ ۳)

یعنی : " یا مثلاً اُس (بندہ) کے حال) پر بھی نظرِ غور سے دیکھا کہ جو ایک ایسی بستی کی طرف سے ہو کر گزرا جس کی چھتیں زمین پر گری پڑی تھیں (اور وہاں کے باشندوں کی لاشیں درندے کھا رہے تھے) اُس بندے (حضرت عُزیرؑ) نے اُسے دیکھ کر کہا کہ اب اللہ اس بستی اور اِن لوگوں کو اِن کی موت کے بعد کیسے زندہ و آباد کرے گا ؟ پس اللہ نے اُن (عُزیرؑ) کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اُن کو زندہ اٹھایا اور پوچھا : تم یہاں کتنی مدت تک (مرے پڑے) رہے ؟ انھوں نے کہا : ایک دن یا اس سے بھی کم " اللہ نے فرمایا : بلکہ تم یہاں سو سال تک مرے پڑے رہے ذرا تم اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ خراب نہیں ہوئیں اور تمھارے گدھے کی ہڈیاں بھی پڑی ہیں پھر ہم اِن پر گوشت چڑھاتے ہیں یہ اس لیے ہم نے کیا تاکہ تم کو لوگوں کے لیے نشانی قرار دیں ۔ ۔ ۔ ۔ الخ "

www.drhasanrizvi.com

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾

(۷۸) اب وہ ہم پر مثالیں کس رہا ہے اور خود اپنی پیدائش ہی کو بھلا بیٹھا ہے۔ کہتا ہے: "ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ حالانکہ وہ گل سڑ گئی ہوں گی"؟

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾

(۷۹) کہہ دیجیے کہ انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلے پہل پیدا کیا تھا (کیونکہ) وہ پیدائش کے ہر کام کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

(۸۰) وہی "اللہ" تو ہے جس نے تمھارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم ایک دم اُسے سلگا کر بھڑکا لیتے ہو

آیت کی تشریح: خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ: "کیا تو اپنی پیدائش کو بھول گیا پس جس طرح میں نے تجھے عدم کے

www.drhasanrizvi.com

بعد وجود دیا' اسی طرح بوسیدہ ہڈیوں کو اور خاکستر ذرّوں کو جمع کرکے دوبارہ زندگی دینے پر بھی قادر ہے بلکہ ایجاد سے دوبارہ پیدا کرنا آسان ہوتا ہے پس جو ایجاد کرسکتا ہے، وہ دوبارہ آسانی سے پیدا بھی کرسکتا ہے۔

پھر دوسری مثال وضاحت کے لیے بیان فرمائی کہ: "جو ذات سرسبز درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بوسیدہ ہڈیوں میں روح ڈالنے پر کیسے قادر نہیں۔؟

★..... (تفسیر انوار النجف)

★ پھر آخر میں فرمایا: "وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ" وہ خدا ہر خلقت سے واقف ہے یعنی: اُس کو خوب معلوم ہے کہ انسان کے بکھرے اجزاء کہاں کہاں موجود ہیں۔ خدا تو انسان کے دلی ارادوں تک کو جانتا ہے۔

★..... (تفسیر نمونہ)

آیتؔ ۷۹ کا مطلب یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو نیست Nothing سے ہست Thing کو پیدا کرتا ہے۔ تمام چیزوں کی تخلیق کی ابتداء کرتا ہے۔ بھلا ایسے قادرِ مطلق خدا کے لیے تمام انسانوں کو موت کے بعد دوبارہ پیدا کردینا کونسی مشکل بات ہوسکتی ہے۔؟

★.... (ابوبکر جصّاص، تفسیر کبیر امام رازی)

آیتؔ ۸۰ کا مطلب یہ ہے کہ "خدا ہی نے ہرے بھرے درختوں کے اندر آتش گیر یعنی آگ پیدا کرنے والا مادّہ رکھ دیا ہے۔ اسی لیے تم لکڑیوں کو آپس میں رگڑ کر آگ پیدا کرلیتے ہو۔ عرب میں مرخ اور عفار دو قسم کے درخت پیدا ہوتے ہیں جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو ایک دوسرے پر مارنے سے آگ جھڑنے لگتی ہے۔ عرب کے بدّو پہلے زمانے میں اسی طرح آگ سلگاتے تھے۔

★.... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ جو خدا یہ سب کچھ کرسکتا ہے تو کیا ایسا قادرِ مطلق موت اور حیات کے اُلٹ پھیر پر قادر نہ ہوگا؟ (جبکہ وہ موت اور حیات دونوں پر بخوبی قدرت رکھتا ہے اور دونوں کا خالق بھی ہے) (اشرف الاسلام شفق)

www.drhasanrizvi.com

اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ (۸۱) کیا وہ "خدا" جس نے آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اور زمین کو پیدا کیا، اس بات
بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ پر قادر نہیں کہ اُن جیسے اور
مِثۡلَهُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَ هُوَ لوگ پیدا کر دے؟ کیوں نہیں۔
الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۱﴾ جبکہ وہ بہت پیدا کرنے والا بھی ہے
اور بڑا جاننے والا بھی۔

اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا (۸۲) وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے
اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾ تو اُس کا کام بس یہ ہوتا ہے کہ اُسے
حکم دیتا ہے کہ "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔

آیت ۸۲ کی تشریح	جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ

خدا نے ارشاد فرمایا کہ: "خدا جس چیز یا کام کا ارادہ فرماتا ہے اُس سے کہتا ہے "ہو جا" تو وہ بلا تاخیر ہو جاتا ہے"۔ مگر خدا کا کلام ایسی آواز ہے جو نہ کانوں سے ٹکراتی ہے، اور نہ سُنی جا سکتی ہے۔ بلکہ خدا کا ارادہ ہی خدا کا فعل ہے جسے وہ ایجاد کرتا ہے۔ (نہج البلاغہ)

★ نوٹ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ ہم علیم و حکیم خدا کے وجود کو ماننے کے بعد

وقف غفران

www.drhasanrizvi.com

(یعنی توحید کو ماننے کے بعد) معاد پر بحث کر رہے ہیں ۔ ہم یہ پہلے مجھ رہان چکے ہیں کہ خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا نے دوسری زندگی کے وجود کو راسخ کر دیا ہے اسی وجہ سے پرانے لوگوں کے آثار یہ بتاتے ہیں کہ پرانی قومیں بھی حیات بعد الموت کو تسلیم کرتی تھیں ۔

ایک مشہور ماہرِ نفسیات لکھتا ہے : " دقیق تحقیقات بتاتی ہیں کہ پرانے لوگ مذہب کو مانتے تھے ، اسی لیے وہ اپنے مُردوں کو ایک خاص طریقے سے دفن کرتے تھے اور اُن کے آلات اُن کے ساتھ رکھ دیا کرتے تھے ۔

(سیا موئیل کینگ)

گویا انسان کا وجدان حیات بعد الموت کو تسلیم کرتا ہے ۔ اسی لیے کوئی بھی انسان جب بھی کوئی اچھا کام کرتا ہے تو اپنے وجدان کے اندر سکون و اطمینان اور لذت محسوس کرتا ہے ۔ ایسا سکون جسے بیان نہیں کیا جا سکتا ۔ اور آج بھی لامذہب انسان تک بڑے بڑے جرائم کرنے کے بعد پریشانی ، بے سکونی محسوس کرتا ہے ۔ جب انسان کا چھوٹا سا وجود عدالت کا نظام رکھتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ یہ پوری کائنات جو بڑا وجود ہے (عالمِ اکبر ہے) عدالت کے نظام سے خالی ہو؟ اس لیے عدالتِ الٰہی کا تصوّر عین فطرتِ انسانی کا ایمان ہے ۔ انسان کی پوری تاریخ اسی ایمان کے ہونے کی گواہ ہے ۔ (تفہیم القرآن)

آخرت کے عقیدے کے اثرات

(۱) یہی آخرت کا عقیدہ ہے جو انسان کے اندر نیکیوں کا شوق ، اور برائیوں سے نفرت پیدا کرتا ہے ۔

(۲) منحرف اور بدکار انسانوں کی اصلاح کرتا ہے ۔

(۳) اس عقیدۂ آخرت کی وجہ سے انسان عام عدالتوں کے بغیر بھی برائی سے رُکتا ہے ۔

www.drhasanrizvi.com

★ اِسی لیے خداوندِ عالم نے سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

" وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ " (سورۃ البقرہ آیت ۴۸ پارہ ۱)

یعنی: " اور اُس دن سے ڈرتے رہو جس دن کوئی شخص کسی بھی شخص کے بدلہ میں ذرا بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ ہی کوئی فدیہ و تاوان دے کر جان چھڑائی جاسکے گی، اور نہ ہی کوئی شخص اُس کی مدد کے لیے آئے گا۔"

★ نیز خداوندِ عالم نے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا:

" وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِى الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ " (سورۃ یونس آیت ۵۴ پارہ ۱۱)

یعنی: " اُن میں جو لوگ ظالم ہیں اگر تمام زمین بھی اُن کے اختیار میں ہو اور اُس دن وہ سب کچھ اُس ظلم کے بدلہ میں فدیہ دینے پر تیار ہوں (تو بھی نجات نہ پائیں گے) جب وہ خدا کی سزا کو دیکھیں گے تو وہ اپنی شرمندگی کو چھپانے کی کوشش کریں گے، مگر اُن کے درمیان اُس دن انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوگا، اور اُن پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

★ نیز ارشادِ ربّ العزّت ہے: (دنیا کی زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ)

" لِيَجْزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ " (سورۃ ابراہیم آیت ۵۱ پارہ ۱۳)

یعنی: " تاکہ اللہ ہر شخص کو، جو کچھ اُس نے کیا ہے (یا) جو کچھ اُس نے کمایا ہے اُس کی جزا دے، اور اللہ تو یقیناً بڑی تیزی سے حساب لینے والا ہے۔" (روزِ قیامت حساب کتاب میں دیر نہ لگے گی)

(القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خداوندِ قادرِ مطلق پلک جھپکتے ہی ساری کی ساری مخلوق سے حساب لے چکا ہوگا۔"

★..... (تفسیر مجمع البیان)

★ پھر سخت (بڑے) مجرموں سے خداوندِ عالم ارشاد فرمائے گا:

"فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" (سورۃ السجدۃ آیت ۱۴ پارہ ۲۱)

یعنی: "لو اب (جہنم کے عذاب کا) مزہ چکھو، کیوں کہ تم نے آج کے دن کی (خدا سے) ملاقات کو بھلا دیا۔ یقیناً ہم نے بھی تمھیں بھلا دیا تھا۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے رہے اب اُسی کی وجہ سے ہمیشگی کے عذاب کا بھی مزہ چکھو۔" (القرآن)

قوّتِ عمل کی پختگی

اِن باتوں کا صمیم قلب سے سمجھ لینا انسان کو بُرائیوں سے روک دیتا ہے، پھر اُس کے اندر قوّتِ عمل کی پختگی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اور جب انسان اِس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ موت فنا کا نام نہیں ہے بلکہ ایک عظیم جہان میں داخل ہونے دروازہ ہے، جو انسان کو ایک روشن اور وسیع عالم میں پہنچا دیتی ہے اور اُس پر آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، پھر انسان موت سے نہیں ڈرتا، بلکہ حق کے لیے جان دینے کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہے۔

★..... (تفسیر نمونہ)

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن ۔۔۔ نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ۔۔۔ عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" خدا کی قسم! ابوطالبؑ کے بیٹے کو موت سے اُس سے بھی زیادہ انسیت و محبت ہے جو ایک دودھ پیتے بچے کو اپنی ماں کے پستانوں سے ہوتی ہے۔"

★...... (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۵)

یہی وہ علیؑ ہیں

کہ جنھوں نے ۱۹ ماہِ رمضان المبارک کو حالتِ سجدہ میں سرِ اقدس پر تلوار کا زخم کھا کر فرمایا تھا: " فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ " ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔"

★...... (جلاء العیون، منتہی الآمال، ناسخ التواریخ)

★ نیز ایک موقع پر جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

" اگر یہ بات بالکل طے ہے کہ جان جانی ہی ہے اور باقی نہیں رہنی ہے تو اس جان کو اللہ کی راہ میں کیوں نہ دے دیا جائے، تاکہ خلعتِ شہادت حاصل ہو جائے۔"

(نہج البلاغہ)

معاد کے عقلی دلائل

(۱) **بُرہانِ حکمت**: اگر دوسری زندگی نہیں ہے تو یہ زندگی بے معنی اور لغو ہو کر رہ جائے گی، جبکہ خدا حکیم ہے، خالقِ عقل ہے۔ اسی لیے خداوندِ کریم نے سورۃ المومنون میں ارشاد فرمایا:

" اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ "

یعنی: " کیا تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ہم نے تم کو فضول، بے مقصد پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔" (سورۃ المومنون ۲۳ آیت ۱۱۵ پارہ ۱۸)

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

" یہ دنیا اُس شخص کے لیے ہے جو سچائی سے اِس کے ساتھ پیش آئے، دنیا سچائی کی جگہ ہے

www.drhasanrizvi.com

اور اُس شخص کے لیے ہے جو اِس سے عقل و بصیرت حاصل کرے (سبق لے) اُس کے لیے یہ دنیا عافیت کا گھر ہے، اور اُس کے لیے بھی جو اِس دنیا سے آخرت کا سامان (نیک اعمال) حاصل کرے۔ اور یہ دنیا اُس کے لیے تیاری کا گھر ہے جو اِس سے نصیحت حاصل کرے۔

* یہ دنیا خدائے بزرگ و برتر کے دوستوں کی مسجد ہے۔ یعنی سجدہ کرنے کی جگہ ہے۔
* خدائے تعالیٰ کے فرشتوں کی جائے نماز (مصلّیٰ) ہے۔
* وحیِ الٰہی کے نازل ہونے کی جگہ ہے،
* اللہ سے تجارت کرنے کی جگہ ہے، اُنھوں نے یہاں اللہ کے فضل و رحمت کا سودا کیا، اور اِس میں رہتے ہوئے جنّت کو فائدے میں حاصل کیا۔

تو اَب کون ہے جو دنیا کی بُرائی کرے؟ جبکہ اُس نے اپنے جدا ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کو موت کی خبر دے دی ہے۔

چنانچہ اُس نے اپنی ابتلاء سے ابتلار کا پتہ دیا ہے اور اپنی مسرّتوں سے آخرت کی مسرّتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے، ڈرانے اور متنبہ کرنے کے لیے شام کو امن و عافیت کا، اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے۔ تو اَب جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی، وہ اُس کی بُرائی کرنے لگے، اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اُس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے اُن کو آخرت کی یاد دلائی تو اُنھوں نے یاد رکھا، اور اُس نے اُنھیں خبر دی تو اُنھوں نے تصدیق کی، اور اُس نے اُنھیں پند و نصیحت کی تو اُنھوں نے نصیحت حاصل کی۔"

*..... (نہج البلاغہ کلمات قصار ۱۳۱)

(۲) برُہانِ عدالت

نظامِ کائنات پر غور کرنے سے از خود معلوم ہو جاتا ہے کہ:

ہر چیز حساب شدہ، جچی تُلی بنائی گئی ہے۔ خود ہمارے جسم میں توازن اور عدالت کا نظام موجود ہے

www.drhasanrizvi.com

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہورِ ترتیب ⁂ موت کیا ہے؛ انہی اجزا کا پریشاں ہونا
...... (چکبست نرائن)

★ پھر لوپرا نظامِ عالم عدالت و توازن پر قائم ہے، نظامِ عدل ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے

"وَ بِالْعَدْلِ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ"

یعنی: تمام آسمان اور زمین عدالت ہی کی وجہ سے قائم ہیں۔
...... (تفسیر صافی)

★ تو بھلا کیسے ممکن ہے کہ ہمارے اعمال کو عدالت کی ترازو میں نہ تولا جائے گا؟

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو خدا نے اختیار کی آزادی دی ہے، تاکہ وہ انسان کو آزمائے، اب اگر انسان اس آزادی سے غلط فائدے اُٹھائے تو اُس کا کیا ہوگا؟ ظالم، جابر، فاسق فاجروں کے لیے عدلِ الٰہی کا تقاضا کیا ہونا چاہیئے؟

یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ تمام ظالموں کو اُن کے بڑے بڑے جرائم کی پوری پوری سزا دنیا میں نہیں ملتی، اور سارے نیک لوگوں کو دنیا میں اُن کی نیکیوں کا اچھا بدلہ نہیں مل پاتا۔

★ اسی لیے خداوندِ عالم نے سورۃ القلم میں ارشاد فرمایا:

"اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۞ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۞"
(سورۃ القلم آیت ۳۵-۳۶ پارہ ۲۹)

یعنی: "کیا اطاعت کرنے والوں کو ہم مجرموں کی طرح قرار دے دیں گے؟ تمھیں کیا ہوگیا ہے یہ کس طرح کے فیصلے کرتے ہو؟" (القرآن)

★ غرض عقلی و نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہے کہ انسانوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اس لیے یہ بات عقل، وجدان اور ضمیر کو قبول کرنی پڑتی ہے کہ عدلِ الٰہی کے جاری ہونے کے لیے کوئی نہ کوئی

www.drhasanrizvi.com

وقت اور مقام ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے خداوند حکیم مطلق نے سورۃ الانبیاء[۲۱] میں ارشاد فرمایا:

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا" (آیت ۴۷ پارہ ۱۷)

یعنی: "اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کی ترازوئیں قائم کریں گے پس کسی پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا"

★ نیز فرمایا: "وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝" (سورۃ یونس آیت ۵۴ پارہ ۱۱)

یعنی: "اور (روزِ قیامت) اُن کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کیا جائے، اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا"

ایک یہودی نے جناب امیر المومنینؑ پر اعتراض کیا

★ ایک مرتبہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کچھ لوگوں کو موعظت فرما رہے تھے کہ ایک یہودی عالم کا اُس طرف سے گزر ہوا۔ موعظت سن کر اُس نے کہا: "اے فرزندِ ابوطالبؑ! اگر آپؑ فلسفہ بھی جانتے ہوتے تو آپؑ کا بڑا مرتبہ ہوتا" یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا: "فلسفہ سے تمہاری کیا مراد ہے؟ پھر فرمایا:

"کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کی طبیعت میں اعتدال (میانہ روی) پیدا ہو جائے تو اُس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہو جاتا ہے، اور جس کے مزاج میں پاکیزگی راسخ ہو جاتی ہے تو اُس کے اثراتِ نفس قوی ہو جاتے ہیں، جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کر لیتا ہے تو وہ انسانیت کے منتہائے کمال پر بلند ہو جاتا ہے، اور جو اِس معراجِ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو وہ فضائلِ نفسانیہ سے آراستہ ہو جاتا ہے، اور جو فضائلِ نفس سے مزین ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ اُس میں تمام کمالاتِ انسانیت موجود ہوتے ہیں بجائے اس کے کہ اُس میں خاصّہ حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر دکھلائے وہ اِس حالت میں ملکوتی صفات بن جاتا ہے بس اِس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں۔"

یہ کلام سُن کر وہ یہودی عالم بلیساختہ کہنے لگا کہ "اے فرزندِ ابوطالبؑ! آپؑ نے تو بالکل فلسفے ہی میں گفتگو فرمائی۔" (العرب ص۹ لعبد اللہ العدوی المصری۔ طبع بمبئی ۵ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۹ھ / ۵ دسمبر سنہ ۱۹۴۱ء یوم الخمیس۔ تحت عنوان: فلسفۃ التاریخ الاسلامی فی القرآن الساین للبھرۃ)

www.drhasanrizvi.com

دلیل (۳) برہانِ ہدف

انسان کی تخلیق اور عقل و ضمیر بتاتے ہیں کہ انسان کی خلقت کا ضرور کوئی مقصد ہے۔ انسان کے وجود کے اندر ایک بال بھی بے مقصد نہیں، تو انسان کا پورا وجود کیسے بے مقصد ہو سکتا ہے؟ اسی کو فلسفی "تکامل اور ارتقاء" کہتے ہیں۔ اور قرآن کی زبان میں اس کو "قربِ خداوندی اور عبادت و بندگی" کہتے ہیں۔ خداوندِ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝" (سورۃ الذّٰریٰت۵۱ آیت ۵۶ پارہ ۲۷)

یعنی: "اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں" (عاجزانہ اطاعت کریں، تاکہ مکمل ہو جائیں)۔

★ اگر موت فنا کا نام ہے تو پھر یہ مقصد کیسے پورا ہوگا؟ انسان کی تکمیل کیسے ہوگی؟

اسی لیے ضروری ہے کہ مرنے کے بعد دوسرے جہان میں سفرِ کمال جاری رہے، تاکہ انسان کی تخلیق کا خدائی مقصد پورا ہو۔ ورنہ زندگی بے معنی، بے مقصد اور مہمل رہ جائے گی۔ اسی لیے ڈاکٹر اقبال نے کہا:

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا ❊ ترے حیات کے مرکز سے دور رہتا ہے

مرگِ مومن چیست؟ ہجرت سوئے دوست ❊ ترکِ دنیا اختیارِ کوئے دوست (اقبال)

(۴) برہانِ نفیِ اختلاف

دنیا میں لوگوں میں بلا کا اختلافِ نظر پایا جاتا ہے۔ ہر انسان کی آرزو ہے کہ یہ اختلافات ختم ہوں، حقیقت واضح ہو؛ اس لیے ضروری ہے کہ ایک دن سارے اختلافات ختم ہو جائیں اور سچائی پوری طرح واضح ہو جائے۔ اسی لیے خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: "خدا ان تمام چیزوں کے بارے میں جنمیں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔" (سورۃ البقرۃ۲ آیت ۱۱۳) ★ نیز ارشاد فرمایا: "قیامت کا مقصد یہ ہے کہ جس جس چیز میں یہ لوگ اختلاف رکھتے تھے اُسے ان کے لیے واضح کر دے، تاکہ جو لوگ (حق کے) منکر تھے وہ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔" (سورۃ النحل۱۶ آیت ۳۹، پارہ ۱۴) پھر ارشاد فرمایا: "جس طرح اُس نے تمھیں ابتدا میں پیدا کیا تھا اُسی طرح تم کو واپس لوٹنا ہے۔" (سورۃ الاعراف آیت ۲۹) ★ "جس طرح ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح تم بھی زمین سے باہر نکلوگے" (سورۃ قٓ آیت ۱۱ پارہ ۲۶) لـه

لـه (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾

ع ۵ ۶ ۴

غرض ہر نقص اور ہر عیب سے پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں (قبضۂ قدرت میں) ہر چیز کا مکمّل اقتدار ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔ ۸۳

توحید و معاد کی حقیقت

(۱) پہلی اہم بات یہ بتائی گئی کہ خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ یعنی خدا ہر کمال سے متصف ہے۔ اِس طرح شرک کی جڑ بنیاد کاٹ دی گئی۔ کیونکہ مشرکین خدا کے وہ صفات بیان کرتے ہیں جو اُس کی شایانِ شان نہیں۔ یہ اس لیے کہ وہ اپنی ذات پر خدا کا قیاس کرتے ہیں۔

(۲) دوسری حقیقت یہ بتائی گئی کہ کائنات کی کوئی چیز خدا کے قبضۂ اقتدار سے باہر نہیں۔ اُس کی ہر صفت کی طرح اُس کا اقتدار بھی کامل بلکہ اکمل ہے۔ اِس لیے ہمیں اُسی کی عبادت و اطاعت کرنی چاہیے۔

(۳) ہم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے یعنی ہمیں دنیا میں خدا سے ملاقات کی تیاری کے لیے بھیجا گیا ہے اس لئے دنیا میں ہماری سب سے بڑی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ہم دن رات ایسے ایسے کام کریں کہ مالک ہم سے راضی ہو جائے تاکہ ہماری خدا سے ملاقات ہمارے لیے ابدی کامیابی قرار پائے۔

سورۂ یٰسٓ اور اس کی تفسیر و تشریح یہاں اختتام کو پہنچی:۔

www.drhasanrizvi.com

۳۷ سورۃُ الصّٰفّٰت کی خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "جو شخص سورۃ الصّٰفّٰت کو پڑھے تمام جنّوں اور شیطانوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی اور شیاطین اُس سے دور ہٹ جائیں گے اور وہ شرک سے محفوظ رہے گا۔ نیز اُس کے دونوں محافظ فرشتے قیامت کے روز گواہی دیں گے کہ یہ شخص رسولوںؑ پر ایمان رکھنے والوں میں سے ہے۔" (مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "جو شخص ہر جمعہ کو اِس سورۃ کو پڑھے تو ہر آفت سے محفوظ رہے گا، وسیع ترین رزق اللہ عطا فرمائے گا۔ نیز جان و مال کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا، دن یا رات میں مر جائے تو شہید مرے گا، روزِ محشر شہداء کے ساتھ محشور ہوگا اور اُن کے ہمراہ جنّت میں داخل ہوگا۔"

(تفسیر مجمع البیان)

★ تفسیر برہان میں ہے کہ "جس شخص پر نزع کی حالت سخت ہو تو اُس کے سرہانے بیٹھ کر اِس سورۃ کو پڑھا جائے تو مریض کی روح آسانی سے نکل جائے گی۔"

(تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف)

نوٹ: یاد رہے کہ قرآن کی تلاوت یا قرأت کرنے کا مطلب ہمیشہ اس کو سمجھ کر پڑھنا ہوتا ہے بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھنا تلاوت نہیں۔

(تفسیر نمونہ)

کیوں کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا ہے:

"لَا تلاوۃ بلا تدبر" (بغیر غور و فکر کیے تلاوت نہیں ہوتی)

(نہج البلاغہ)

آیاتُھا ۱۸۲	سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ	رُكُوْعَاتُھَا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ ⑴ قسم ہے قطار در قطار پورے پورے طور پر صف باندھنے والی ہستیوں کی۔

★ "صافّات" "صافّہ" کی جمع ہے۔ یعنی کئی کئی صفیں باندھ کر عبادت کرنے والے۔"

قسم کھانے کا فلسفہ (۱) قسم ہمیشہ کسی ایسی بات پر کھائی جاتی ہے جو بہت اہم ہو، اور بہت قابلِ قدر ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ قرآن میں قسم تاکید کے لیے کھائی جاتی ہے یعنی جو بات قسم کھانے کے بعد کہی جائے گی وہ بہت اہم ہے جس کو سننا، سمجھنا اور ماننا بہت ضروری ہے۔ (تفسیر کبیر۔ تفسیر نمونہ)

★ جس طرح فرشتے صفیں باندھ کر عبادت کرتے ہیں اور قابلِ قدر ہیں، اسی طرح صفیں باندھ کر خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین اور صفیں باندھ کر (با جماعت) نماز پڑھنے والے نمازی بھی اس قسم میں شامل اور خدا کی نگاہ میں عظیم مرتبہ رکھتے ہیں۔ (تفسیر برہان جلد ۴، تفسیر در منثور جلد ۵)

؎ دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو ※ عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ (۲) پھر اُن کی قسم جو شدّت کے ساتھ ڈانٹنے پھٹکارنے والے (فرشتے) ہیں

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا ﴿۳﴾ (۳) پھر اُن کی قسم جو ذکرِ الٰہی کی تلاوت کرنے والے (یا) نصیحت سنانے والے ہیں

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ (۴) کہ یقیناً تمہارا معبود صرف یکتا (اکیلا) ہی ہے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۵) جو آسمانوں اور زمین اور اُن کے

وَمَا بَیْنَهُمَا رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ درمیان کی تمام چیزوں کا مالک اور تمام مشرقوں کا پالنے والا مالک ہے۔

(آیت ۲) "زاجرات" کے معنی ڈانٹنے والے" (المنجد)

★ اکثر مفسّرین کے نزدیک یہ اُن فرشتوں کی صفت ہے جو بادلوں اور ہواؤں کو ڈانٹ ڈپٹ کر ہنکاتے رہتے ہیں اور شیاطین کو جھڑکتے اور ہٹاتے رہتے ہیں۔ (لغات القرآن نعمانی جلد ۳)

★ یہاں اُن فرشتوں کی قسم کھائی جارہی ہے جو شیطانی وسوسوں کو دلوں سے دور کرتے ہیں اور لوگوں کو نیک کاموں کی طرف ہانکتے رہتے ہیں۔

★.... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱-۳ کی تشریح جن اوصاف کی یہاں قسم کھائی جارہی ہے بظاہر تو وہ فرشتوں کے اوصاف ہی ہیں جو کائنات عالم کے چلانے پر مامور ہیں، اور ہر طاقت کو خدا کے احکام کے تابع فرمان رکھتے ہیں۔

★ لیکن بعض شیعہ تفاسیر میں ان سے اوّلین مراد انبیاء کرامؑ اور ائمہ اہلِ بیتؑ کی ارواح بھی ہیں جو خدا کی عبادت میں صفیں باندھتے رہتے ہیں اور برائی سے روکنے کے لیے ضرورتاً ڈانٹ ڈپٹ سے بھی کام لیتے ہیں۔ مگر یہ ڈانٹنا ڈپٹنا صرف حق دشمنوں اور سخت سرکشوں کے لیے مخصوص ہے۔

★۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "ان فرشتوں میں ایک گروہ صفیں باندھے ہمیشہ خدا کی تسبیح کر رہا ہے، جو ذرا نہیں تھکتے، نہ انھیں نیند آتی ہے اور نہ وہ کبھی سہو کرتے ہیں، نہ سست پڑتے ہیں۔"

★۔۔۔۔۔ (نہج البلاغۃ)

نتائج و تعلیمات

ان تینوں آیتوں کی ترتیب بتا رہی ہے کہ ہمیں حق کی راہ میں تین کام کرنے چاہئیں

(۱) سب سے پہلے صفیں باندھ کر انکساری کے ساتھ خدا کی عبادت کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے۔

(۲) راہِ حق کے لیے حق کے پھیلانے میں جو رکاوٹیں آئیں اُن کو دور کرنا چاہیئے۔

(۳) پھر خدا کی آیتوں اور احکامات کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سکھانا اور سمجھانا چاہیئے۔

خدا نے ان تین کام کرنے والوں کی قسم کھا کر ایسے کام کرنے والوں کی قدر و قیمت کو پسند اور روشن فرمایا ہے۔

★۔۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ، مجمع البیان، تفسیر کبیر)

آیت ۵: "ربّ المشارق" یعنی: "بہت سے مشرقوں کا مالک اور پالنے والا۔" پرانے مفسرین کے لیے یہ لفظ بہت مشکل تھا۔ انھوں نے لکھا کہ موسموں کے اختلاف کے ساتھ مختلف نقطوں سے سورج کے طلوع ہونے کے مقامات مراد ہیں۔ (جلالین) مگر اب جب کہ جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے لاکھوں کروڑوں آفتاب ہیں، جن کے اپنے اپنے نظام ہیں جن سے مشرقوں کی کثرت کا تصور بالکل واضح ہو گیا۔ (فصل الخطاب)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ اصل معبود، جو کائنات کا مالک پالنے والا ہے وہی مستحق عبادت ہے، اسی کی کامل اطاعت اور غلامی میں انسانوں کے فائدے ہیں، یہی عقل و فطرت کا تقاضا ہے۔ (مجمع البیان، تیسیر)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا (۶) حقیقتاً ہم نے نیچے والے دنیا کے
بِزِيۡنَةِ اۨلۡكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ آسمان کو ستاروں سے سجا بنا کر خوب
آراستہ پیراستہ کر رکھا ہے۔

وَحِفۡظًا مِّنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ (۷) اور ہر سرکش شیطان سے
مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ اُس کو محفوظ بھی کر دیا ہے۔

لَا يَسَّمَّعُوۡنَ اِلَى الۡمَلَاِ (۸) اب یہ شیاطین عالمِ بالا کی
الۡاَعۡلٰى وَيُقۡذَفُوۡنَ مِنۡ باتوں کو نہیں سن سکتے (کیوں کہ
كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ ان پر ہر طرف سے (تیر) برسائے جاتے ہیں۔

"السَّمَآءَ الدُّنۡيَا" "قریب کے آسمان" سے مراد وہ بلندی ہے جو بغیر دوربین کے دیکھی جا سکتی ہے (تفسیر کبیر)

"سَمَاء" کسی متعین چیز کا نام نہیں، بلکہ قدیم ترین زمانے سے یہ لفظ عالمِ بالا کی بلندیوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ * (لسان العرب)

* موجودہ سائنس کی رُو سے ستاروں کا خوبصورتی کے ساتھ ٹمٹمانا اس کرۂ ہوائی کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے جو ہماری زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کا نچلا آسمان "السَّمَآءَ الدُّنۡيَا" فرمانا کس قدر فصیح و بلیغ ہے۔

*...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

دُحُوۡرًا وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ (۹) اور یہ اُن کے دفع کرنے کے
وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ لئے لازمی اور مسلسل سزا ہے۔

اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ (۱۰) سوا اُس کے جو وہ (کوئی راز)
فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ ایکدم سے اچک لے جائے تو ایک تیز
بھڑکتا شعلہ (میزائل) اُس کا پیچھا کرتا ہے

آیت کی تشریح اصل بات یہ تھی کہ عرب میں کہانت کا بڑا زور تھا۔ جگہ جگہ کاہن بیٹھے غیب کی باتیں بتا رہے تھے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ شیاطین اُن کے قبضے میں ہیں جو اُن کو آسمان سے ہر طرح کی خبریں لاکر سناتے ہیں۔ اِس ماحول میں جب رسول اکرمؐ نے قرآن سنایا تو عربوں نے یہی سمجھا کہ اُن کے پاس (معاذ اللہ) شیاطین آسمان سے کچھ خبریں لاکر سناتے ہیں جسے یہ وحیِ الٰہی بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔

اِس کے جواب میں فرمایا جارہا ہے کہ "اب شیاطین کی رسائی عالمِ بالا تک نہیں ہو سکتی۔ اگر شیاطین عالمِ بالا میں جانے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو ایک تیز شعلہ اُن کا پیچھا کرتا ہے"۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ کائنات کا یہ عظیم الشان نظام ملائکہ کے ذریعے سے چل رہا ہے اور شیاطین کا اِس میں کوئی عمل دخل ممکن نہیں، اور ہمارے رسول پر ہماری وحی آتی ہے۔ ★ ...... (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

★ اِن آیتوں کا مفہوم یقیناً سو فیصد درست ہے، مگر اس کی تفصیلی حقیقت اور کیفیت کا سمجھنا فی الحال ہمارے بس کی بات نہیں۔ (فصل الخطاب)

★ کیوں کہ یہ اُن ہستیوں کی باتیں ہیں جن کا وجود اور اعمال ہمارے تجربات اور احساسات میں بھی نہیں آسکتے ★ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ (۱۱) اُن سے پوچھو کہ وہ خلقت
خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا میں زیادہ طاقتور ہیں یا وہ چیزیں
خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ جو ہم نے پیدا کی ہیں؟ اُن کو ہم
لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ نے لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔
بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ آپ تو اِس پر حیران ہیں، مگر وہ
ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں۔

آیت ۱۱ کی تشریح
"کفارِ مکّہ کا اصرار تھا کہ آخرت، یعنی مرنے کے بعد جی اُٹھنا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا۔" اُن کو جواب دیا جا رہا ہے۔ کہ جو خدا اتنی زبردست عظیم الشان کائنات کو، زمین و آسمانوں کو پیدا کر سکتا ہے، جو کوئی آسان کام نہیں ہے، اُس کے لیے تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے۔؟
(تفسیر کبیر)

آیت ۱۲ کی تشریح
جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپؐ تو اپنے پاک دل و دماغ کی وجہ سے اُن کے آخرت کے انکار پر تعجب کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں مگر یہ لوگ ایسے ناپاک دل و دماغ والے ہیں کہ آخرت اور قیامت کو اس قدر محالِ عقلی سمجھتے ہیں کہ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔" معلوم ہوا کہ مذاق اڑانا، نہ ماننے سے بھی کہیں زیادہ بری چیز ہے۔ یہ کفر کا اونچا درجہ ہے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ اور جب اُن کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں۔

وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ اور جب یہ کوئی دلیل یا معجزہ دیکھتے ہیں تو اُس کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ (۱۵) اور کہتے ہیں کہ "یہ تو کھلا ہوا جادو ہے"۔ (اور کہتے ہیں کہ)

ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ (۱۶) بھلا یہ کہیں ہوسکتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو کر رہ جائیں گے تو پھر زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔؟

اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ (۱۷) تو کیا ہمارے پہلے کے باپ دادا بھی (اُٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ کہدیجیے کہ ہاں ! اور تم ذلیل و خوار بھی ہو کر رہو گے ۔

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۹) بس ایک جھڑکی ہوگی جس کے

فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ بعد اچانک وہ (سب کچھ) دیکھ رہے ہوں گے ۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا (۲۰) اور کہہ رہے ہوں گے :

يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ "وائے ہو ہم پر، ہائے ہماری بدبختی، یہ تو بدلہ (قیامت) کا دن ہے ۔"

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ (۲۱) (ہاں) یہ وہی فیصلے کا

ع ۵ ۲۱ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ دن ہے جسے تم (دنیا میں) جھٹلایا کرتے تھے ۔

www.drhasanrizvi.com

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ (۲۲) (حکم ہوگا، گھیر لاؤ سب ظالموں
اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا اور اُن کے ساتھیوں کو اور اُن
يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ خداؤں کو بھی جن کی وہ خدا کو چھوڑ
کر بندگی کیا کرتے تھے۔
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ (۲۳) پھر اُن کو جہنّم کا
اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ راستہ دکھاؤ۔

لے "ظالموں اور اُن کے ساتھیوں" سے اوّلین معنی میں اصل مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے انبیاءؑ اور ائمہؑ اہلِ بیت پر ظلم کیا، اور "اَزْوَاجَهُمْ" سے مراد اُن کے ساتھی بھی ہیں اور اُن ہی جیسے تمام لوگ بھی ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

"ظالم" سے مراد وہ لوگ جنھوں نے دوسروں پر ظلم کیا۔ دوسروں کا حق مارا، دل آزاری کی، قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ غرض قرآن کی زبان میں ہر وہ فاسق و فاجر گنہگار ظالم، بدکار "ظالم" کہلاتا ہے جو خدا کے مقابلے پر سرکشی اور نافرمانی کی زندگی اختیار کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

★ ۲ جھوٹے معبود تین قسم کے ہیں (۱) وہ انسان اور وہ شیاطین جو یہ جانتے ہیں کہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اُن کی بندگی غلامی کریں یہی مجرموں کے ساتھ واصلِ جہنّم ہوں گے۔ (۲) جھوٹے خدا جو پتھر اور درخت سے بنائے گئے تھے (۳) وہ معبود جن کو دنیا میں پوجا گیا مگر وہ اس پر ہرگز راضی نہ تھے بلکہ وہ غیر اللہ کی پوجا پاٹ سے لوگوں کو روکتے تھے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ یا فرشتے۔ اس قسم کے معبود ہرگز جہنّم میں مجرموں کے ساتھ داخل نہ ہوں گے۔ (تفسیر کبیر، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ اور ذرا انھیں ٹھہراؤ تو سہی ابھی تو اُن سے پوچھ گچھ بھی ہونی ہے۔

★ امیرالمومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "کوئی انسان قیامت کے دن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکے گا جب تک اُس سے اِن چار باتوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے۔ (۱) جوانی کس کام میں گذاری (۲) عمر بھر کیا کچھ کیا (۳) مال کہاں سے کس طرح کمایا؟ (۴) اور میرے اہلِ بیتؑ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (اُن کا حقِ محبت ادا کیا یا نہ کیا)؟

★ (تحف العقول، تفسیر نور الثقلین، تفسیر انوار النجف، امالی، عیون الاخبار الرضا، علل الشرائع)

★ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا: "اِس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا"۔ (کہ مانا کہ نہ مانا اور مانا تو اُس کے عملی تقاضوں کو کس حد تک پورا کیا؟) ★ (تفسیر صافی، تفسیر قمی)

کس بات کے پوچھنے کے لیے روکا جائے گا؟

★ بعض مفسرین نے کہا: بدعتیں ایجاد کرنے والوں کو روکا جائے گا۔ (تفہیم)

" " " : بُرے اعمال انجام دینے والوں کو روکا جائے گا۔ (مجمع البیان)

" " " : توحید کے بارے میں سوال کرنے کے لیے روکا جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

" " " : نعمتوں خاصکر جوانی، عمر، مال کے غلط استعمال کے سوال کے لیے روکا جائے گا۔ (تبیان)

" " " : حضرت امام علیؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھنے کے لیے روکا جائے گا۔ اِس روایت کے بارے میں اہلِ سنّت نے بھی لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی ولایت کے بارے سوال کیا جائے گا۔ مثلاً (صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۷، شواہد التنزیل، تذکرۃ الخواص علامہ سبط ابن جوزی صفحہ ۲۱، تفسیر روح المعانی، کفایۃ الخصال، ابو نعیم اصفہانی۔ شیعہ کتب میں عیون الاخبار الرضا، تفسیر نور الثقلین وغیرہ)

www.drhasanrizvi.com

طریقِ اہلِ سنّت کی روایات

★ "صواعقِ محرّقہ" میں ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "روزِ قیامت علیؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھنے کے لیے روکا جائے گا۔"

(صواعقِ محرّقہ ابنِ حجر مکّی بروایت حضرت ابوبکرؓ)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "قیامت کے دن ہر شخص سے چار چیزوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا (۱) عمر کو کہاں خرچ کیا؟ (۲) جسم کو کن کاموں میں استعمال کیا؟ (۳) مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ (۴) میرے اہلِ بیتؑ سے محبّت کی؟ اُن کا حق ادا کیا"؟

ایک شخص نے عرض کی: "یا رسول اللہؐ! اہلِ بیتؑ کی محبّت کی نشانی کیا ہے؟

آپؐ نے حضرت امام علیؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "اِن کی محبّت"

پھر حضرت عمرؓ نے یہی سوال کیا۔ آپؐ نے حضرت امام علیؑ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "میرے اہلِ بیتؑ کی محبّت کی نشانی یہ ہے کہ جو اِس جوان (علیؑ) سے محبّت کرتا ہے۔ میرے بعد میری محبّت کی نشانی اِس جوان کے ساتھ محبّت کرنا ہے۔ مجھے اُس ذات کی قسم! جس نے مجھے نبیؐ برحق بنا کر بھیجا ہے کہ کسی انسان کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی جب تک اُس سے محبّتِ علیؑ کا سوال نہ کیا جائے گا" اور وہ علیؑ کا محب ثابت نہ ہوجائے۔"

(تفسیر درِ منثور سیوطی، تفسیر برہان)

★ ابوسعید خُدری سے روایت ہے کہ:

"جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "اہلِ محشر کو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھنے کے لیے روکا جائے گا۔"

(تفسیر مجمع البیان)

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: "روزِ قیامت حکمِ خدا سے صراط کے کنارے

www.drhasanrizvi.com

دو فرشتے کھڑے ہوں گے، جو ہر شخص سے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی سند دیکھیں گے۔ پس صراط پر سے سالم وہی گذر سکے گا جس کے پاس علیؑ کی لکھی ہوئی جہنم سے بری ہونے کی تصدیق ہو گی، اور جس کے پاس یہ برأت نامہ نہ ہو گا وہ اُلٹے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔"

(تفسیر برہان بروایت ابو سعید خدری)

★ انس ابنِ مالک نے بیان کیا کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"روزِ محشر صراط کو جہنم کے اوپر بچھایا جائے گا اور اُس کے اوپر سے صرف وہی شخص گذر سکے گا جس کے پاس علیؑ کی ولایت کا پروانہ (راہ داری) ہو گا۔"

★ ..... (تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف)

صراط پر چوکیاں قائم ہوں گی

حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ: "روزِ محشر صراط پر چوکیاں قائم ہوں گی۔ داروغۂ جہنم مالک کو ساتوں طبقے جہنم کے بھڑکانے کا حکم ہو گا اور رضوان کو جنت کے آٹھوں درجات سجانے کا حکم ہو گا، میکائیل کو جہنم کے اوپر صراط بچھانے کا حکم ہو گا اور جبرئیل کو عرش کے نیچے میزانِ عدل قائم کرنے کا فرمانِ خداوندی جاری ہو گا، اور صراط پر چوکیاں قائم کی جائیں گی، ہر چوکی پر ستر ہزار فرشتے معین ہوں گے۔ ہر چوکی پر اُمتِ محمدیؐ سے سوالات ہوں گے۔ پہلی (۱) چوکی پر حضرت امام علیؑ کی ولایت کے بارے میں سوال ہو گا اور حبِ آلِ محمدؐ پوچھی جائے گی۔ جو کامیاب ہو گا وہ بجلی کی تیزی کی طرح اس مقام کو پار کر جائے گا، اور جو ناکام (حبِ آلِ محمدؐ نہ رکھتا) ہو گا اُسے اُٹھا کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اگرچہ وہ ستر صدیقوں کے برابر نیکیاں ہی کیوں نہ لایا ہو۔ دوسری (۲) چوکی پر نماز، تیسری (۳) چوکی پر زکوٰۃ، چوتھی (۴) چوکی پر روزوں، پانچویں (۵) چوکی پر حج، چھٹی (۶) چوکی پر جہاد، ساتویں (۷) چوکی پر لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے بارے میں سوالات کیے جائیں گے۔ جو پاس و کامیاب ہوتا جائے گا وہ بجلی کی طرح ہر چوکی کو عبور کرتا ہوا (جنت میں داخل ہو جائے گا) اور جو فیل اور ناکام ہو گا وہ نیچے جہنم میں گر کر عذاب کا مزہ چکھے گا۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے نماز، روزہ وغیرہ جملہ اعمال کا سوال صرف ولایتِ علیؑ اور محبتِ آلِ محمدؐ سے ہی ہو گا ورنہ بصورتِ دیگر وہ پہلی ہی چوکی سے جہنم رسید ہوں گے"

(ابن شہر آشوب، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ کیا ہو گیا تمھیں، اب تم کیوں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ؟

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بلکہ وہ تو شرمندگی سے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ اس کے بعد وہ ایک دوسرے کی طرف مڑے اور ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوئے،

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ (اپنے سرداروں سے) بولے: تم ہی (بدبخت) تو تھے جو ہمارے پاس داہنی طرف سے آتے تھے۔

قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وہ جواب دیں گے: "ایسا نہیں بلکہ تم خود ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔

www.drhasanrizvi.com

وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾

(۳۰) اور ہمارا تم پر کوئی زور تو نہ تھا، بلکہ تم خود ہی بڑے سرکش لوگ تھے۔

فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

(۳۱) آخرِ کار ہم پر ہمارے پالنے والے مالک کی بات پوری ہو کر ہی رہی کہ آب ہم (خدا کی سزا کا) مزہ چکھیں گے۔

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

(۳۲) غرض ہم نے تمہیں بہکایا اور حقیقتاً ہم تو خود بھی بہکے ہوئے تھے"۔

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

(۳۳) اِس طرح وہ سب کے سب اُس دن عذابِ الٰہی میں ایکدوسرے کے ساتھ شریک ہوں گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

(۳۴) یقیناً ہم ایسا ہی کرتے ہیں مجرم گناہگاروں کے ساتھ۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ (۳۵) یہی وہ لوگ تھے کہ جب اُن
لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ سے کہا جاتا تھا کہ: "اللہ کے سوا
يَسْتَكْبِرُوْنَ ۟ کوئی معبود نہیں ہے" تو یہ
تکبّر کیا کرتے تھے۔

وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا (۳۶) اور کہتے تھے کہ: "کیا ہم اپنے
اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۭ ۟ معبودوں کو ایک دیوانے شاعر
کی خاطر چھوڑ بیٹھیں؟"

بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ (۳۷) حالاں کہ وہ (رسولؐ) حق
الْمُرْسَلِيْنَ ۟ اور سچّی بات کے ساتھ آیا تھا۔ اور
اُس نے تو (گذشتہ) پیغمبروں کی سچائی کو بھی ثابت کیا تھا۔

٭ رسولوںؑ کی تصدیق کرنے کے تین معنی ہیں (۱) یعنی ہمارے رسولؐ نے کبھی کسی سابق رسولؑ کی مخالفت نہیں فرمائی (۲) ہمارے نبیؐ آخر کوئی نئی نرالی بات لے کر نہیں آئے، بلکہ ساری باتیں وہی پیش فرمائیں جو گذشتہ انبیاءؑ نے سکھائی پڑھائی تھیں۔ (۳) ہمارے رسولؐ اُن تمام خبروں کے صحیح مصداق ہیں جو گذشتہ رسولوںؑ نے اُنؐ کے بارے میں بتائی تھیں۔
(تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّكُمۡ لَذَآئِقُوا الۡعَذَابِ (۳۸) الۡاَلِيۡمِ ۞۳۸ — اب تم لازمی طور پر سخت تکلیف دینے والی سزا کا مزہ چکھنے والے ہو۔

وَمَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ (۳۹) تَعۡمَلُوۡنَ ۞۳۹ — اور جو بدلہ بھی تمھیں دیا جا رہا ہے، وہ صرف اُنھی کاموں کا (بدلہ) ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ۞۴۰ — سوا اللہ کے خالص نکھارے ہوئے بندوں کے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۞۴۱ — اُن کے لیے تو جانا بوجھا معیّنہ رزق ہے

* "مخلصین" وہ ہوتے ہیں جن کا ہر کام صرف اور صرف خدا کے لیے اپنے نفس کی مخالفت میں ہوتا ہے۔

آیت ۴۰: علامہ طباطبائی نے لکھا: خدا کا مطلب یہ ہے کہ تمام لوگ تو اپنے اپنے اعمال کا اجر پائیں گے، خدا کے خالص بندوں کے سوا کیوں کہ اُن کے خلوص کی وجہ سے خدا نے اُن کو اپنے لیے پسند فرما لیا۔ اُن کا دل خدا کی ذات کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا، خدا کے سوا کسی چیز کا خیال اُن کے دل میں رچا بسا نہیں۔ اسی لئے اُن کے لیے خداوندِ عالم نے فرمایا: "اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ رِزۡقٌ مَّعۡلُوۡمٌ" یعنی: اُن کی روزی خالص اور مخصوص ہے۔ اہلِ جنّت سے بھی اُن کا حصہ الگ تھلگ ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَوَاكِهُ ۚ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿۴۲﴾ ہر طرح کی لذیذ چیزیں اور پھل، وہ بھی عزّت و احترام کے ساتھ نوازے ہوئے۔

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿۴۳﴾ (۴۳) جنّت کے نعمتوں سے بھرے سرسبز و شاداب گھنے باغوں میں،

عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿۴۴﴾ (شاہانہ انداز میں شاہی) تختوں پر ایکدوسرے کے آمنے سامنے۔

يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ (۴۵) اُس پر لطیف شراب کے چشموں سے

مِّن مَّعِينٍ ﴿۴۵﴾ پیالے بھر بھر کر اُن کے درمیان پھرائے جائیں گے۔ (یعنی لطیف شراب کا دور چلے گا)

"کاس": یعنی: جام شراب	(ب بحر)

بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿۴۶﴾ چمکتی دمکتی شراب، جو پینے والوں کے لیے مکمّل لذّت ہی لذّت ہوگی۔

* عربی محاورہ میں شراب سے بھرے پیالے کو "کاس" کہتے ہیں، شراب سے خالی پیالے کو "قدح" یا "اُنار" کہتے ہیں۔ (قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ (۴۷) نہ تو اُن کے جسم کو اُس سے کوئی
عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ نقصان پہنچے گا، اور نہ اُس سے اُن کو
کسی قسم کی بدحواسی ہوگی اور اُن کی
عقل اُس سے خراب ہو کر بہکے گی۔

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (۴۸) پھر یہ کہ اُن کے پاس نگاہیں
عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ بچانے جھکانے والی بہت خوبصورت
بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ (۴۹) جو پروں میں چھپے ہوئے شترمرغ
کے انڈوں جیسی (گوری گوری) ہوں گی۔

★ جنّت کی حوروں کو "شترمرغ" کے انڈوں سے تشبیہ اِس لیے دی گئی ہے کہ شترمرغ اپنے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپائے رکھتی ہے، اسی لیے اُس کے انڈے ہر قسم کے گرد وغبار سے پاک صاف رہتے ہیں پھر اُن کا رنگ بھی زردی مائل زعفرانی سفید ہوتا ہے، اور یہ رنگ جسم کے رنگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت اور دلکش سمجھا جاتا ہے۔ (تفسیر صافی) ★ آنحضرتؐ نے اِس آیت کا مطلب یہ فرمایا کہ: "اُن کی نرمی اور نزاکت اُس جھلّی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے اور اُس کے گودے کے درمیان ہوتی ہے۔ (ابنِ جریر از امِ سلمہؓ)

www.drhasanrizvi.com

فَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی (۵۰) پھر وہ ایک دوسرے کی طرف
بَعۡضٍ یَّتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۵۰﴾ متوجہ ہو کر حالات پوچھیں گے۔
قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ اِنِّیۡ (۵۱) اُن میں سے ایک کہے گا:
كَانَ لِیۡ قَرِیۡنٌ ﴿۵۱﴾ "دنیا میں میرا ایک ساتھ بیٹھنے
والا دوست تھا۔
یَّقُوۡلُ اَءِنَّكَ لَمِنَ (۵۲) جو مجھ سے پوچھا کرتا تھا کہ:
الۡمُصَدِّقِیۡنَ ﴿۵۲﴾ "کیا تم بھی اِس بات کی تصدیق
کرنے والوں میں سے ہو'
ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّ (۵۳) کہ جب ہم مر سڑ جائیں گے،
عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیۡنُوۡنَ ﴿۵۳﴾ اور خاک اور ہڈی ہو جائیں گے،
تو ہمیں (ہمارے کاموں کا) بدلہ دیا جائے گا؟"

آیت ۵۱ کی تشریح افرادی اور مادی لذتیں کتنی ہی بڑی اور زیادہ کیوں نہ ہوں، مگر کافی نہیں ہوسکتیں۔ ہم مشربوں، ہم خیالوں، دوستوں، ساتھیوں، رشتہ داروں کا اجتماعی لطف لذتوں کی لذت میں کئی کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ هَلۡ اَنۡـتُمۡ مُّطَّلِعُوۡنَ ﴿۵۴﴾ کیا آپ لوگ جاننا چاہتے ہیں

(کہ اب وہ حضرت کس حال میں ہیں؟)

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىۡ سَوَآءِ (۵۵) اب جو اُس نے دیکھنے کے لیے

الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۵﴾ جُھک کر جھانکا[1] تو اُس نے اُس

ساتھی کو جہنّم کے بیچوں بیچ اُس

کی گہرائی میں (پڑا) دیکھا۔

قَالَ تَاللّٰهِ اِنۡ كِدْتَّ (۵۶) تو اُس نے کہا: "خدا کی قسم! تو

لَـتُرۡدِيۡنِ ﴿۵۶﴾ تو مجھے تباہ و برباد کیا ہی چاہتا تھا

وَلَوۡلَا نِعۡمَةُ رَبِّىۡ لَـكُنۡتُ (۵۷) اور اگر میرے پالنے والے مالک کا

مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۵۷﴾ (مجھ پر) فضل و کرم نہ ہوتا، تو آج میں

بھی اُنہی لوگوں میں سے ہوتا جو (خدا کے عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔

[1] جُھک کر جھانکنے کے لفظ سے محقّقین نے نتیجے نکالے کہ:
(۱) جنّت بلند مقام پر ہے جبکہ جہنّم پستی میں ہے۔
(۲) اہلِ جنّت جب چاہیں گے اہلِ جہنّم کا تماشا دیکھ لیں گے۔
مقا

★ پس جب وہ مومن جنّت سے جہنّم کی طرف جھانکے گا تو اُس کو اپنا وہ ساتھی جہنّم کے وسط میں معذب نظر آئے گا تو یہ مومن اُس سے کہے گا کہ تُو تو مجھے بھی گمراہ کرنے پر مُصر تھا۔ اگر اللہ کے احسانات مجھ پر نہ ہوتے تو میں بھی تیری طرح تباہ و برباد ہو جاتا۔ پھر مومن اللہ کے فضل و کرم کا شکر ادا کرے گا تو اُس کو دوہری لذّت حاصل ہوگی۔ ★

★ (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ توکیا اب ہم مرنے والے نہیں ہیں۔

إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُوْلٰى وَمَا ﴿۵۹﴾ سوا اُس موت کے جو ہمیں

نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ آنی تھی، تو بس وہ پہلے آچکی، اب

ہمیں کوئی سزا یا عذاب نہیں ہوگا۔

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ ﴿۶۰﴾ یقیناً یہی سب سے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ عظیم الشّان کامیابی ہے۔

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ ﴿۶۱﴾ ایسی ہی کامیابی کے لیے

الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ کام کرنے والوں کو کام کرنا چاہیے

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ ﴿۶۲﴾ کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم

شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ (تھوہر) کے درخت کی (مہمانی)؟

★ "زقوم" ایک خاردار، بدبودار اور کڑوا پودہ ہے جس کو پنجابی زبان میں "تھوہر" کہا جاتا ہے۔ یہ جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔ عرب میں چونکہ یہ پودا موجود نہ تھا۔ ابنِ زبعری نے قریشیوں سے کہا کہ بربر کی زبان میں کھجور اور مکھن کو زقوم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ابوجہل نے اپنی کنیز سے کہا کہ زقوم تیار کرکے لے آ۔ تو وہ فوراً کھجور اور مکھن لے آئی۔ ابوجہل نے لوگوں کے سامنے وہ پیالہ رکھ کر کہا کہ یہی وہ زقوم ہے جس سے محمدؐ تم کو ڈراتا ہے۔

(تفسیر انوار النجف) ......★

www.drhasanrizvi.com

إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ (۶۳) حقیقتاً ہم نے اُس کو (شجرِ زقوم کو)
ظالموں کے لیے ایک بڑی مصیبت بنایا ہے۔

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ (۶۴) وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی
أَصْلِ الْجَحِيْمِ (۶۴) تہ میں سے نکلتا ہے۔

طَلْعُهَا كَأَنَّهٗ رُءُوْسُ (۶۵) اُس کے شگوفے یا شاخیں
الشَّيٰطِيْنِ (۶۵) ایسی ہیں جیسے شیطانوں کے سر
یا سانپوں کے پھن۔

فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا (۶۶) جہنمی اُسی کو کھائیں گے اور
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ (۶۶) اُسی سے پیٹ بھریں گے۔

ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا (۶۷) پھر اُس پر اُن کے لیے کھولتا ہوا
مِّنْ حَمِيْمٍ (۶۷) گرم گرم پانی ہوگا۔

ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى (۶۸) پھر اُن کی واپسی اُسی جہنم کی
الْجَحِيْمِ (۶۸) آگ کی طرف ہوگی۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّھُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَھُمۡ (۶۹) اصل میں اُنھوں نے اپنے
ضَآلِّیۡنَ ﴿۶۹﴾ باپ دادا کو گمراہ پایا
فَھُمۡ عَلٰۤی اٰثٰرِھِمۡ (۷۰) تو بے تحاشا اُنہی کے پیچھے
یُھۡرَعُوۡنَ ﴿۷۰﴾ پیچھے دوڑ پڑے۔
وَلَقَدۡ ضَلَّ قَبۡلَھُمۡ (۷۱) حالانکہ اُن کے پہلے والے
اَکۡثَرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ زیادہ تر لوگ گمراہ ہی تھے۔
وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا فِیۡھِمۡ (۷۲) جبکہ حقیقتاً ہم نے اُن میں بُرے
مُّنۡذِرِیۡنَ ﴿۷۲﴾ کاموں کے بُرے نتائج سے ڈرانے والے
(رسولؑ) بھی بھیجے تھے۔

فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ (۷۳) اب دیکھ لو کہ جنھیں ڈرایا گیا
عَاقِبَۃُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ ﴿۷۳﴾ تھا اُن کا کیا بُرا انجام ہوا ؟
اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۷۴﴾ع سوا اللہ کے اُن بندوں کے جو خالص نکھارے ہوئے تھے۔ ۲ع

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ (۷۵) اور یقیناً ہمیں نوح نے بھی
الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ پکارا تھا، تو ہم ہی سب سے اچھا
جواب دینے والے ہیں۔

★ حضرت نوحؑ نے اللہ کو پکارا: کہ میری مدد فرما: اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورۃ القمر، پارہ ۲۷)

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ (۷۶) اور ہم ہی نے اُن کو اور اُن کے
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ گھر والوں کو سخت تکلیف سے بچایا۔
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ (۷۷) اور اُنہی کی نسل کو ہم نے
الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ باقی رکھا۔
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ اور بعد والوں میں اُن کا ذکرِ خیر باقی رکھا
سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ سلام ہو نوحؑ پر تمام جہان والوں میں۔
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى (۸۰) یقیناً ہم اسی طرح نیکی کرنے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ والوں کو جزاء دیا کرتے ہیں۔
اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ حقیقتاً وہ ہمارے ایماندار بندوں
میں سے تھے۔ (مومن بندے تھے)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ پھر دوسرے گروہ کو تو ہم نے ڈبو کر رکھدیا۔ (غرق کر دیا)

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ ﴿۸۳﴾ اور یقیناً نوحؑ ہی کے "شیعہ"

لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۴﴾ (یعنی) اُن کے طریقہ پر چلنے والے ابراہیمؑ بھی تھے۔

تمھیں یہ نام "شیعہ" مبارک ہو — فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر

علیہ السلام نے فرمایا: "تمھیں یہ نام "شیعہ" مبارک ہو۔"

عرض کیا گیا کہ لوگ تو ہم پر عیب لگاتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: "کیا تم نے خداوندِ عالم کا یہ قول نہیں پڑھا کہ: "ابراہیمؑ بھی اُن نوحؑ کے شیعہ تھے۔" پھر خداوندِ عالم نے قرآن میں یہ فرمایا کہ: "هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ؕ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ"

(سورۃ القصص آیت ۱۵ پ)

یعنی: "یہ ایک تو موسیٰؑ کے شیعوں میں سے تھا، اور وہ دوسرا موسیٰؑ کے دشمنوں میں سے تھا اور جو موسیٰؑ کے شیعوں میں سے تھا اُس نے فریاد کی موسیٰؑ سے اپنے دشمن کے خلاف"

(تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی، تفسیر انوار النجف)

★ معلوم ہوا کسی نبیؐ یا ولی کا طرف دار یا دوست خدا کے نزدیک "شیعہ" کہلاتا ہے اور نبیؐ یا امام کا دشمن "عدو" کہلاتا ہے۔

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

"شیعہ" کے لفظی معنی "طرفدار، تابعدار اور پیروکار ہوتے ہیں۔ (لسان العرب)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ کے شیعہ یعنی طرفدار اور پیروکار تھے۔

گویا حضرت ابراہیمؑ عقائد اور اصولِ دین میں حضرت نوحؑ سے متحد تھے۔

(تفسیر کبیر، مدارک، قرطبی، بیضاوی)

انوارِ ائمۂ اہلبیتؑ اور اُن کے دوست

★ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا کہ:

"خداوندِ عالم کے حکم سے، جب حضرت ابراہیمؑ کی نگاہوں سے پردے اُٹھے تو انھوں نے عرش کے پہلو میں ایک نور چمکتا دیکھا۔ پوچھا: "مالک! یہ کس کا نور ہے"؟

خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یہ محمد مصطفےٰؐ کا نور ہے جو تمام مخلوقات میں میرا سب سے زیادہ پسندیدہ اور چنیدہ و منتخب ہے۔"

★ پھر اُس کے پہلو میں ایک نور اور دیکھا۔ پوچھا: "یہ کس کا نور ہے"؟

★ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "یہ علی ابنِ ابی طالبؑ کا نور ہے جو میرے دین کا مددگار ہے۔"

★ پھر اُس کے پہلو میں تین نور اور چمکتے دیکھے تو عرض کی: "یہ انوار کن کے ہیں"؟

★ اللہ عزّ شانہٗ نے ارشاد فرمایا: "ایک فاطمہؑ کا نور ہے جو اپنے پیروکاروں و شیعوں کو جہنم کے عذاب سے آزاد کرائیں گی، اور دو نور حسنؑ و حسینؑ کے ہیں جو اُن کی فرزند ہیں۔"

★ پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی: "اے میرے پروردگار! اِن پانچوں انوار کے چاروں طرف کن لوگوں کے نور ہیں"؟

★ ارشادِ ربّ العزّت ہوا: "علیؑ ابن الحسینؑ سے لے کر امام مہدیؑ تک ائمۂ اہلِ بیتؑ کے نور ہیں"

★ پھر حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی: "پالنے والے! اِن تمام انوار کے اطراف و جوانب میں بے حساب انوار کن لوگوں کے ہیں"؟

www.drhasanrizvi.com

* خداوندکریم نے ارشاد فرمایا: "یہ ان (چودہ ۱۴ انوار) کے شیعوں کے نور ہیں۔"

* حضرتِ ابراہیمؑ نے عرض کی: "اِن کی نشانیاں کیا ہوں گی"

* خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اُن کی نشانیاں یہ پانچ ہوں گی (۱) روزانہ اکیاون ۵۱ رکعت نماز (۱۷ فریضہ اور ۳۴ نفل) پڑھنا (۲) نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا (۳) رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا (۴) دائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہننا (۵) زیارتِ اربعین پڑھنا"

یہ سُن کر حضرتِ ابراہیمؑ نے دعا مانگی کہ خداوندا! "مجھے بھی علیؑ کے شیعوں میں قرار دے۔"

(مجمع البیان، نور الثقلین، تفسیر انوار النجف)

شیعہ نہیں بلکہ محب اور موالی کہو

* ایک شخص نے حضرتِ امام حسینؑ سے عرض کی: "میں آپؑ کا شیعہ ہوں" آپؑ نے فرمایا: "خدا سے ڈرو، اور ایسا دعویٰ نہ کرو جس میں خدا تم کو جھوٹا کہے۔ ہمارے شیعہ وہ ہوتے ہیں جو ہر کھوٹ اور بُرائی سے پاک ہوں۔ البتہ تم ہمارے محب اور موالی کہلایا کرو۔"

(انوار النجف)

* ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ سے عرض کی: "میں آپؑ کے شیعوں میں سے ہوں!"

امامؑ نے فرمایا: "اگر تم ہمارے بتائے ہوئے (خدا کے) احکامات کے عملاً پابند ہو تو تمہارا دعوےٰ سچا ہے۔ ورنہ اس قدر بلند دعوے کرنے کے بعد گناہ کرنا چھوڑ دو، اگر گناہ نہیں چھوڑتے ہو تو خود کو شیعہ نہ کہو، بلکہ یہ کہو کہ میں آپؑ کا محب 'موالی' چاہنے والا ہوں، اور آپؑ کے دشمنوں سے الگ اور بیزار ہوں۔ بس یہی کہنا تمہارے لیے بہتر ہوگا۔"

(تفسیر انوار النجف)

* ایک شخص نے حضرتِ امام محمد باقرؑ کے سامنے کسی دوسرے آدمی پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ: "میں محمدؐ و آلِ محمدؑ کا شیعہ ہوں۔"

* امامؑ نے اُسے اپنے پاس بلا کر پوچھا: "تم اپنے مال کو اپنے اوپر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتے ہو

www.drhasanrizvi.com

یا اپنے مومن بھائی پر ؟"

* اُس نے کہا: "اپنے اوپر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

* امام ؑ نے فرمایا: "پھر تم ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہو۔ تم لوگ خود کو ہمارا مُحب کہا کرو اور ہماری محبت کی وجہ سے نجات کی اُمید رکھا کرو۔"
(تفسیر انوار النجف)

★ فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا: "فرعون نے حضرت موسیٰ ؑ کے ماننے والوں کا نام رافضی رکھا تھا کیوں کہ وہ فرعون سے پھر گئے تھے (رِفض کے معنی پھر جانا یا چھوڑ دینا) اور رافضی اُسے کہتے ہیں جو اللہ کی ناپسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، اور خدا کے سامنے جھک جاتا ہے۔"
(تفسیر انوار النجف)

★ فرزندِ رسولِ خدا ؐ حضرت امام علی رضا علیہ السّلام نے اُن لوگوں سے جو شیعہ ہونے کا دعوٰی کرتے تھے فرمایا: "تم نے حضرت امام علی ؑ کے شیعہ ہونے کا دعوٰی کیا ہے، حالانکہ اُن ؑ کے شیعہ تو امام حسن ؑ، امام حسین ؑ، سلمان ؓ، مقداد ؓ، ابوذر ؓ، عمار ؓ اور محمد ؓ ابنِ ابوبکر جیسے لوگ تھے۔ تم لوگ تو اکثر خدا کے احکامات کی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہو، تو پھر کس منہ سے خود کو علی ؑ کے شیعہ کہتے ہو، اتنے بلند مرتبے کا دعوٰی مت کرو جس کی تمہارا عمل تصدیق نہ کر سکے، ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔"

* اس پر اُن لوگوں نے توبہ کی اور عرض کیا کہ "ہم آپ ؑ کے محب اور موالی (چاہنے والے) ہیں آپ ؑ کے دوستوں کے دوست اور آپ ؑ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔"

* امام علیہ السّلام نے یہ سن کر فرمایا: "مرحبا۔ اب تم میرے بھائی اور دوست ہو۔" پھر آپ ؑ نے اُن کو اپنے قریب بٹھایا۔
(تفسیر انوار النجف)

★ خدا نے فرمایا: "ابراہیم ؑ نوح ؑ کے شیعوں میں سے تھے"، حالانکہ دونوں میں ۲۶۰۰ سال کا فاصلہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیروی اور محبت کے سامنے وقت اور فاصلے کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ (۸۴) جب وہ "ابراہیمؑ" اپنے پالنے
سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾ والے مالک کے سامنے صحیح سالم دل
لیے ہوئے آئے۔

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ (۸۵) تو انھوں نے اپنے باپ اور
مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اپنی قوم سے کہا کہ: "تم کا ہے کی عبادت
کرتے ہو؟

اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ (۸۶) کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ
تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ کے گھڑے ہوئے معبودوں (کو
مقصدِ زندگی بنائے رکھنے) کا ارادہ کرلیا ہے؟

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ آخر تمام جہانوں کے پالنے والے مالک
کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟"

قلبِ سلیم کی تعریف

فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قلبِ سلیم ایسے دل کو کہتے ہیں جو خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اس میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو۔"
(تفسیر صافی ۔ الکافی)

www.drhasanrizvi.com

★ امام علیہ السلام نے مزید فرمایا: "جو شخص سچی خالص نیت رکھتا ہے وہ صاحبِ قلبِ سلیم ہے۔ کیوں کہ شرک اور شک سے دل کی سلامتی، نیت کو خدا کے لیے خالص کر دیتی ہے۔"
(تفسیر صافی، الکافی)

قلبِ سلیم کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ خداوندِ عالم نے اُس کو قیامت کے دن کے لیے اکیلا سرمایۂ نجات قرار دیا ہے۔ جیسا کہ خداوندِ کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝"
(سورۃ الشعراء آیت ۸۸-۸۹ پارہ ۱۹)

یعنی: "اُس دن (روزِ قیامت) مال اور اولاد کچھ فائدہ نہ پہنچائیں گے، سوا اس کے کہ کوئی شخص "قلبِ سلیم" کے ساتھ اللہ کے سامنے حاضر ہو۔"

★ دل سے اگر غیر اللہ سے دلچسپیوں کو کالعدم کر دیا جائے اللہ سے رابطہ بڑھا دیا جائے تو وہ دل قلبِ سلیم بن جاتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"قلب، حرمِ خدا ہے، خدا کے حرم میں خدا کے غیر کو نہ بساؤ۔" (بحار الانوار جلد ۷۰ ص ۲۵)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر شیاطین اولادِ آدمؑ کو نہ گھیر لیں تو وہ عالمِ ملکوت کو دیکھ لیں۔" (بحار الانوار جلد ۷۰ ص ۲)

نیز فرمایا: "خدا کے بندوں کے پاس ایک ظرف ہے جسے دل کہتے ہیں، اُن میں سب سے اچھا وہ دل ہے جو زیادہ صاف و شفاف، خدا کے دین پر مضبوطی سے جما ہوا، گناہوں سے پاک، دینی بھائیوں پر مہربان ہو۔"
(بحار الانوار جلد ۷۰)

قلبِ سلیم کے معنی

(۱) ایسا دل جو ہر قسم کی اعتقادی اور اخلاقی بیماری سے پاک اور محفوظ ہو۔ (۲) وہ دل جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہو۔ (۳) وہ دل جو ہر قسم کے گناہ، کینہ، نفاق سے پاک ہو (۴) وہ دل جو عشقِ دنیا سے خالی ہو۔ (۵) وہ دل جس میں خدا کے سوا کچھ نہ ہو۔ (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر، کشاف)

www.drhasanrizvi.com

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿۸۸﴾ پھر ابراہیم نے تاروں پر ایک نظر ڈالی،

فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿۸۹﴾ اور کہا: "میں بیمار پڑنے والا ہوں

حضرت ابراہیمؑ کو جسمانی بیماری نہ تھی

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خدا کی قسم! نہ تو حضرت ابراہیمؑ بیمار تھے، اور نہ ہی اُنھوں نے جھوٹ بولا تھا۔" (تفسیر صافی)

(آپ کے بیمار کہنے کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں عنقریب بیمار ہونے والا ہوں)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"حضرت ابراہیمؑ کی دعاء اور خواہش پر خداوندِ عالم نے اُن کو وہ سب کچھ دکھا دیا جو کربلا میں ہونے والا تھا، اِسی لیے اُنھوں نے فرمایا کہ میں اِس روحانی تکلیف سے بیمار ہوں۔"

(جسمانی بیماری اُنھیں لاحق نہ تھی۔) (الکافی)

★ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ: "حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے"۔ (صحیح بخاری)

★ شاہ عبدالقادر صاحب نے مجبوراً لکھا کہ: "جھوٹ اللہ کی راہ میں بھی ہوتا ہے، وہ عذاب نہیں ہوتا، بلکہ ثواب ہوتا ہے۔" (موضح القرآن)

★ اگر اِس بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں پایا جاتا کہ حضرت ابراہیمؑ کو کوئی بیماری نہیں تھی، تب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا، اور اگر کوئی قطعی ثبوت نہیں ہے، تو پھر اُن کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ (تفہیم)

★ لیکن اللہ کو اِس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے، پھر بندوں کو اعتراض کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

www.drhasanrizvi.com

فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۹۰﴾ اِس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر پھیر کر اُن کے پاس سے چلے گئے۔

فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ‌ۚ ﴿۹۱﴾ اُن کے پیچھے ابراہیمؑ چپکے سے اُن کے معبودوں کے مندر میں گھس گئے اور بولے: "تم کچھ کھاتے کیوں نہیں؟

مَا لَـكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ‏ ﴿۹۲﴾ تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم بولتے بھی نہیں؟

فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ‏ ﴿۹۳﴾ اس کے بعد وہ اُن (بتوں) کی طرف متوجہ ہوکر اُن پر پل پڑے اور اپنے داہنے ہاتھ سے خوب اُن کی پٹائی لگائی۔

فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ‏ ﴿۹۴﴾ (واپسی پر) وہ لوگ دوڑتے بھاگتے ابراہیمؑ کے پاس آئے۔

قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ۙ‏ ﴿۹۵﴾ ابراہیمؑ نے کہا: "کیا تم لوگ اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کی بندگی کرتے ہو؟

www.drhasanrizvi.com

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا (۹۶) حالانکہ اللہ نے تمھیں بھی پیدا
تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ کیا ہے اور اُن چیزوں کو بھی جنھیں
تم (اپنے ہاتھوں سے تراشتے) بناتے ہو۔"

قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا (۹۷) اُن لوگوں نے کہا: "اِس شخص کے لیے
فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ ایک عمارت (احاطہ) بناؤ پھر اُس کو
دہکتی بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔"

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ (۹۸) اِس طرح اُنھوں نے ابراہیمؑ کے
الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ لیے ایک منصوبہ بنایا، مگر ہم نے اُن کو
نیچا کر دکھایا۔

آیت ۸۸ تا آیت ۹۸ کی تشریح: نمرودیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے میلہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی، لیکن آپؑ نے اُن کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "میں بیمار ہوں" پس وہ آپؑ کی معذرت کو سن کر واپس چلے گئے۔ آپؑ کو موقع مل گیا تو سوچا کہ اب میدان خالی ہے سب لوگ جا چکے۔ چنانچہ مندر میں بتوں کے پاس جا کر اُن سے فرمایا: "تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں؟" اِس کے بعد اپنی پوری قوت سے اُن پر پل پڑے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب وہ لوگ واپس پہنچے اور بتوں کو ٹوٹا ہوا دیکھا تو سیدھے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور بولے کہ تم نے ہمارے معبودوں کو توڑ ڈالا، اِس لیے ہم تمھیں یہ سزا دیں گے کہ دہکتی بھڑکتی آگ میں تم کو ڈال کر جلا دیں گے۔ پھر اُنھوں نے تو یہ منصوبہ بنا لیا لیکن اللہ نے اُن لوگوں کو ذلیل کر دیا۔

(ملخص از تفسیر انوار النجف)

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ (۹۹) اور ابراہیم نے کہا: "میں اپنے پالنے والے مالک کی طرف جاتا ہوں* وہی میری رہنمائی کر کے مجھے منزلِ مقصود تک پہنچائے گا۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ (۱۰۰) اے میرے پالنے والے مالک! مجھے ایسا بیٹا عطا فرما جو نیک کام کرنے والوں میں سے ہو۔ (یعنی فرزندِ صالح ہو)

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ (۱۰۱) تو ہم نے اُنھیں بڑی قوّتِ برداشت رکھنے والے بُردبار بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

---

* حضرت ابراہیمؑ کا فرمانا کہ: "میں اپنے مالک کی طرف جاتا ہوں"۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنے پالنے والے مالک کی راہ میں اُسی کے حکم سے ہجرت کر رہا ہوں۔ (مدارک، کشاف، تفسیر کبیر)

* مراد یہ ہے کہ میں خدا کے حکم اور اُس کے دین کی خاطر ملکِ شام ہجرت کر رہا ہوں اُس لیے خدا ضرور میری مدد و رہبری فرمائے گا۔ (روح المعانی)

* حضرت اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۸۶ سال تھی۔ (بائبل۔ پیدائش ۱۶: ۶)
حضرت اسحٰق کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر سَو سال تھی۔ (بائبل۔ پیدائش ۲۱: ۵)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ (۱۰۲) پھر جب وہ بیٹا ابراہیم کے ساتھ

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچا، تو

فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ (ایک دن) ابراہیمؑ نے کہا: "اے میرے فرزند!

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ حقیقت یہ ہے کہ میں خواب میں (کیا) دیکھتا

یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں

سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اب تم غور تو کرو کہ تمہاری (اس معاملے میں)

مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ کیا رائے ہے؟" بیٹے نے کہا: "اے بابا جان!

آپؑ وہ کچھ کیجیے جس کا آپؑ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپؑ مجھے صابر پائیں گے۔"

— فرزندِ رسولِ خدا، امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ "حضرت ابراہیمؑ کو صرف خواب بتانے میں کم از کم تین دن تک غور کرنا پڑا، جبکہ حضرت اسماعیلؑ خواب سنتے ہی ذبح ہونے کے لیے کیسے تیار ہو گئے! اس کی وجہ یہ تھی کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ یہ خواب دیکھ رہے تھے، تو ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کا نور صلبِ ابراہیمؑ سے صلبِ اسماعیلؑ میں منتقل ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت اسماعیلؑ خواب سنتے ہی کہنے لگے کہ "اے بابا جان۔ اللہ نے جو حکم آپؑ کو دیا ہے اُس کو بجا لائیے میں بالکل تیار ہوں۔

(تفسیر نور الثقلین ، حیات القلوب)

www.drhasanrizvi.com

فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّهٗ (۱۰۳) تو جب وہ دونوں پورے طور سے اطاعت پر تیار ہو کر آئے، اور ابراہیم نے
لِلۡجَبِیۡنِ ۚ﴿۱۰۳﴾ اپنے بیٹے کو اس کی پیشانی کے بل لٹا دیا۔

وَ نَادَیۡنٰهُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰهِیۡمُ ﴿۱۰۴﴾ تو ہم نے انھیں پکارا کہ: "اے ابراہیمؑ!

قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا (۱۰۵) تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم
کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

★ واقعاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ کیوں کہ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں یہی دیکھا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، مگر خداوند کریم و رحیم کا مقصد بچے کی جان لینا نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لینا تھا، سو وہ مقصد اس بات سے پورا ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام "ستر مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیری اور ہر بار جبریلؑ نے چھری چلنے سے پہلے اس کو الٹ دیا۔"

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ حقیقتاً یہ ایک کھلا ہوا واضح امتحان تھا۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ اور ہم نے اُن کا فدیہ بھیج دیا (کربلا کی) ایک عظیم قربانی کے سبب سے۔

ذبحِ عظیم مقصدِ رحیم

★ فرزندِ رسولِ خدا، حضرت امام علی الرّضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب خداوندِ کریم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دُنبہ بھیجا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ اگر میرا بیٹا ذبح ہوجاتا تو میرا دل دُکھتا۔ اِس طرح مجھے مصیبتیں برداشت کرنے والے صابرین کا ثواب ملتا، اور اعلیٰ ترین درجات حاصل ہوتے۔" یہ خیال آتے ہی خداوندِ قدیر نے حضرت ابراہیمؑ سے دریافت کیا: اے ابراہیمؑ! تم کو میری مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے"؟

حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی: "اے میرے مالک! تُو نے اپنی مخلوق میں حضرت محمدؐ مصطفیٰ سے زیادہ محبوب کسی کو پیدا ہی نہیں کیا (اس لئے مجھے بھی تیری ساری مخلوق میں حضرت محمدؐ مصطفیٰ سب سے زیادہ محبوب ہیں)

★ خداوندِ قدیر نے دریافت کیا: "اے ابراہیمؑ! تمھیں محمدؐ مصطفیٰ زیادہ عزیز ہیں یا تمھاری ذات"؟

★ عرض کی: "وہی زیادہ عزیز ہیں"۔

★ پھر دریافت کیا: "اے ابراہیمؑ! تم کو تمھاری اولاد زیادہ محبوب ہے یا محمدؐ مصطفیٰ کی اولاد"؟

www.drhasanrizvi.com

* عرض کی: "محمد مصطفیٰ ص کی اولاد زیادہ محبوب ہے۔"
* ارشاد ہوا: "اے ابراہیم ع! تمھارا دل محمد مصطفیٰ ص کی اولاد کے ذبح ہونے سے زیادہ غمزدہ ہوگا یا تمھارے ہاتھ سے تمھارے بیٹے کے ذبح ہونے پر"؟
* عرض کی: "محمد مصطفیٰ ص کی اولاد کا ظلم سے ذبح ہونا میرے دل کو زیادہ غمزدہ کردے گا۔"
* پھر ارشاد ہوا: "اے ابراہیم ع! ایک گروہ ایسا بھی ہوگا جو خود کو اُمتِ محمد ص سمجھے گا مگر محمد ص کے بعد اُن ہی کے فرزندِ دلبند حسین ع کو اس طرح ذبح کرے گا جس طرح مینڈھے کو ذبح کیا جاتا ہے۔"
* حضرت ابراہیم ع یہ بات سن کر سخت مضطرب و پریشان ہوئے، ضبطِ غم نہ ہوسکا اُن کے دل میں ایک سخت درد اُٹھا اور وہ بے قابو ہو کر دہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔

خداوندِ کریم و رحیم نے فرمایا: "چونکہ تم نے اپنے بیٹے پر محمد مصطفیٰ ص کے فرزند کو ترجیح دی ہے اس لیے ہم نے تمھارے لیے اپنے اوپر وہی اعلیٰ درجات کے ثواب کو عطا کرنا واجب قرار دیا جو مصائب برداشت کرنے والوں کو ملتے ہیں۔"

پھر امام ع نے فرمایا: "بس یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا کہ: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ"

* .... (تفسیر صافی، عیون الاخبار الرضا ع، تفسیر نور الثقلین، تفسیر انوار النجف)

سوال اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام حسین ع حضرت اسماعیل کا فدیہ قرار پائے"؟

جواب یہ ہے کہ یہاں "بِذِبْحٍ" میں "ب" صلہ کی نہیں ہے بلکہ سببیہ ہے یعنی ایک عظیم قربانی کے سبب سے ہم نے اسماعیل کو بچالیا۔" کیونکہ حضرت اسماعیل ع کی نسل سے ہی قربانی ہونے والی تھی جو مثالی قربانی ہوگی۔ اس لیے اس عظیم قربانی کے سبب سے ہم نے اسماعیل ع کے لیے دُنبہ کا فدیہ بھیج دیا۔ (فصل الخطاب)

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر ❊ معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ غرض ہم نے بعد والوں میں اُن کی یاد، تعریف وتوصیف باقی رکھی۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ سلام ہو ابراھیم پر

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیتے ہیں

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ واقعاً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ پھر ہم نے انھیں اسحاق (کے پیدا ہونے) کی خوشخبری دی، جو نبی ہوں گے اور اچھے آدمیوں میں سے ہوں گے۔

★ ذبیح اللہ کے واقعہ کے بعد حضرت اسحاق کی بشارت اس امر کی دلیل ہے کہ پہلی بشارت حضرت اسماعیل کی تھی

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اے بنی ہاشم! کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز باقی لوگ تو میرے پاس اپنے نیک اعمال کے ساتھ آئیں اور تم اپنے نسب، خاندان اور رشتہ داری کا تعلق جتاتے ہوئے آؤ۔" (تفسیر روح البیان، تفسیر نمونہ)

★ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "جسے عمل پیچھے چھوڑ دے اُسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔"
..... (نہج البلاغہ از کلماتِ قصار)

www.drhasanrizvi.com

وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى (۱۱۳) غرض اُنھیں اور اسحاق کو ہم نے
اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا برکت عطا کی۔ اب اِن دونوں کی
مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ اولاد میں سے نیک لوگ بھی ہوں گے اور
مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع کھلے ہوئے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے بھی۔
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى (۱۱۴) اور ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر
وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج بھی احسان کیا۔
وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا (۱۱۵) کہ اُن کو اور اُن کی قوم کو سخت
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ ج تکلیف سے بچالیا۔
وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ (۱۱۶) غرض ہم نے اُن کی مدد کی تو
الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ ج اُنھوں نے فتح پائی۔
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ (۱۱۷) پھر ہم نے اُن دونوں کو
الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ ج ایک واضح کتاب عطا کی۔

www.drhasanrizvi.com

وَ هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ (۱۱۸) اور اُن دونوں کو ہم نے
الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ سیدھے راستے پر لگائے رکھا۔

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي (۱۱۹) اور ھم نے اُن کا ذکرِ خیر
الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (دیا) اچھی شہرت بعد والوں میں باقی رکھی

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ سلام ہو موسیٰؑ اور ہارونؑ پر۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی
جزاء دیا کرتے ہیں۔

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا (۱۲۲) واقعتًا وہ دونوں ہمارے
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ایماندار مومن بندے تھے۔

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ (۱۲۳) اور حقیقتًا الیاسؑ بھی بھیجے ہوئے
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ رسولوں میں سے تھے۔

حضرت الیاسؑ کا ذکر

حضرتِ الیاسؑ ایک مشہور اسرائیلی نبی گذرے ہیں۔ توراۃ میں ان کا نام "ایلیا" ہے۔ ان کا زمانہ ۸۷۶ - ۸۵۳ قبل مسیح ہے، توراۃ میں ان کے کرامات اور

www.drhasanrizvi.com

معجزات کا ذکر کتاب سلاطین میں آیا ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ اُن کو حضرت ادریسؑ کی طرح آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا۔

★...... (تفسیر ماجدی)

★ حضرت الیاسؑ نے شہر بعلبک میں تبلیغ کی لکھا ہے کہ بعلبک میں بعل نامی ایک بُت تھا جس کی لمبائی بیس ہاتھ کے برابر تھی (تقریباً دس گز) جو پورے کا پورا سونے کا بنا ہوا تھا۔ کیوں کہ اُس بُت کا نام بَعل تھا، اور "بک" کے معنی "شہر" کے تھے، اس لیے اُس شہر کا نام "بعلبک" ہوگیا۔

★...... (تفسیر روح المعانی)

★ آج یہ شہر لبنان کا حصّہ ہے اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔

★...... (تفسیر نمونہ)

★ کتاب "بحرالمصائب" اور "سرور المومنین" میں ہے کہ "جب چند منازل طے کرتے ہوئے (کربلا کا) لُٹا ہوا قافلہ، اہلِ بیتؑ طاہرینؑ بعلبک پہنچے اور اس شہر کے لوگوں نے اظہارِ مسرت اور شادمانی کیا تو جناب زینبؑ اور جناب اُمِّ کلثومؑ نے ان لوگوں پر نفرین کی۔"

★...... (منظومہ کربلا ص۱۷۴)

★ حضرت الیاسؑ کے بارے میں بیشمار داستانیں گھڑی گئی ہیں جو کتابوں میں ہیں مگر قابلِ اعتماد نہیں۔ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر المیزان، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر فی ظلال، اعلام القرآن، نمونہ)

★ منقول ہے کہ حضرت الیاسؑ، حضرت ہارونؑ ابن عمرانؑ کی اولاد سے تھے اور الیسعؑ پیغمبر کے چچازاد بھائی تھے۔ جب بنی اسرائیل میں گمراہی اور سرکشی حد سے بڑھی تو خداوندِ کریم نے پہلے حضرت حزقیلؑ نبی کو بھیجا، اُن کے بعد حضرت الیاسؑ مبعوث ہوئے۔ حضرت یوشعؑ نے شام کو فتح کیا تو شام کے علاقے کو بنی اسرائیل کے قبائل میں تقسیم کردیا۔ جو قبیلہ بعلبک میں آباد ہوا تھا حضرت الیاسؑ اُن کی طرف بھیجے گئے تھے۔

★...... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ جب اُنھوں نے اپنی قوم سے کہا: آخر
تم پرہیزگاری کیوں اختیار نہیں کرتے؟

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ (۱۲۵) کیا تم بعل (نامی بُت) کو
اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ پکارتے ہو اور سب سے اچھے پیدا کرنے
والے اللہ کو چھوڑے ہوئے ہو،

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ (۱۲۶) جو تمھارا بھی پالنے والا مالک
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ہے اور تمھارے پہلے والے باپ
داداؤں کا بھی مالک ہے۔"؟

فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ (۱۲۷) مگر اُن لوگوں نے انھیں جھٹلادیا
لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ تو اب یقیناً وہ سزا کے لیے پیش کیے جائیں گے۔

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ سوائے اللہ کے نکھارے ہوئے خالص بندوں کے

★ حضرت الیاسؑ، بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے۔ اُن کا زمانہ ۸۷۵ سے ۸۵۰ قبل مسیح تھا۔ اُس زمانے میں فلسطین میں بنی اسرائیل کے نام سے حکومت قائم ہو چکی تھی! ور سامریہ اُس کا صدر مقام تھا۔

ملک میں شرک، بُت پرستی، ظلم و جور اور فسق و فجور کا بازار گرم تھا۔ اسی زمانے میں بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب Ahab نے لبنان کے بادشاہ کی لڑکی ایزبل سے شادی رچالی، وہ مشرکہ تھی جس کی محبت میں یہ بادشاہ بھی مشرک ہوگیا۔ اُس نے سامریہ میں بعل کا مندر اور مذبح تعمیر کیا۔ خدائے واحد کی عبادت کی بجائے بعل کی عبادت رائج کردی۔ اسرائیلی شہروں میں علانیہ بعل بُت کے نام کی قربانیاں کی جانے لگیں ایسے ماحول میں حضرت الیاسؑ نمودار ہوئے اور بادشاہ کو خبردار کیا کہ تیرے ظلم اور شرک کی وجہ سے اب اسرائیل پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسے گا۔ جب ساڑھے تین سال تک بارش نہ ہوئی تو اخی اب بادشاہ کے ہوش ٹھکانے آگئے اور اُس نے حضرت الیاسؑ کو بلوایا اور اُن سے بارش کی دعا کی درخواست کی، اور شرک سے توبہ کی۔ حضرت الیاسؑ نے کہا کہ بعل کے پجاری بعل کے نام پر قربانی پیش کریں، اور میں اللہ رب العالمین کے لیے قربانی پیش کروں گا، دونوں میں سے جس کی قربانی بغیر کسی انسان کے آگ لگائے از خود بھسم ہوجائے گی اُسی کا معبود سچا خدا مانا جائے گا۔ کوہِ کارمل پر بعل کے ساڑھے آٹھ سو پجاری اکٹھے جمع ہوئے اور سارے شہر کے لوگوں کے سامنے حضرت الیاسؑ کی قربانی از خود بھسم ہوگئی۔ اس طرح حضرت الیاسؑ نے ڈنکے کی چوٹ پر ثابت کردیا کہ بعل جھوٹا خدا ہے، اصل خدا وہی اکیلا اللہ ہے۔ اس کے بعد حضرت الیاسؑ نے مجمع عام میں بعل کے پجاریوں کو قتل کرادیا اور پھر بارش کے لیے دعا کی جو قبول ہوئی۔ مگر کچھ ہی عرصے بعد بادشاہ پر اُس کی مشرکہ بیوی کا قبضہ ہوگیا۔ ملکہ نے حضرت الیاسؑ کو قتل کرانے کی کوشش شروع کردی۔ حضرت الیاسؑ نے مجبوراً ملک کو چھوڑ کر کوہِ سینا کے دامن میں پناہ لی اور خدا سے دعا مانگی: "پروردگارا! بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو توڑ اور تیرے بندوں کو قتل کیا اب میں اکیلا بچا ہوں۔" ؎۱

★ ایک مرتبہ آنحضرتؐ پہاڑ پر تشریف لے گئے تو پہاڑ کی چوٹی پر ایک شخص کو دیکھا جو یہ دعا مانگ رہا تھا کہ: "اے اللہ! مجھے اُمتِ مرحومہ و مغفورہ میں داخل فرما۔" جب حضور اکرمؐ اُس بزرگ کے پاس پہنچے تو وہ آپؐ کو دیکھ کر کھڑا ہوگیا بغلگیر ہوا اور عرض کی: میں سال بھر میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا ہوں اور ابھی میرے کھانے کا وقت ہے۔ چنانچہ اچانک آسمان سے ایک دسترخوان اُترا اور حضور اکرمؐ نے اُس شخص کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ معلوم ہوا کہ وہ حضرت الیاسؑ پیغمبر تھے۔ ؎۲

؎۱ (بائبل، سلاطین، باب ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۱، ۲، تواریخ باب ۲۱)

www.drhasanrizvi.com

سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ سلام ہو آلِ یاسین پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیتے ہیں۔

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾ واقعی وہ ہمارے ایماندار مومن بندوں میں سے تھے۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوطؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔

اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ جب ہم نے اُن کو اور اُن کے سب گھر والوں کو بچالیا،

اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ سوائے بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی،

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اور دوسروں کو ہم تہس نہس کرڈالا۔

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ (۱۳۷) اور تم لوگ تو خود اُن کی طرف سے گذرتے رہتے ہو، صبح کو بھی

وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ (۱۳۸) اور رات کو بھی۔ تو کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ؟ ۴ ع ۲۵ ۸

آیت ۱۳۰ کی تشریح: "اِلْ یَاسِیْنَ" سے مراد حضرت الیاسؑ پیغمبر بھی ہیں اور آلِ محمدؑ بھی ہیں کیوں کہ یاسین سے مراد حضرت محمد مصطفٰے صلّے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ کیوں کہ یاسین محمدؐ ہیں، اس لیے اِل یاسین، آلِ یاسین یعنی آلِ محمدؐ مراد ہیں۔

(معانی الاخبار شیخ صدوقؒ، تفسیر صافی، تفسیر قمی، تفسیر انوار النجف)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: یاسین، مُحَمَّد مصطفٰے ہیں۔ اور "اِلِ یاسین" ہم (ائمہ اہل بیتؑ) ہیں

(تفسیر نور الثقلین)

★ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "اِلْ یاسین سے مراد آلِ محمدؐ ہیں کیوں کہ یاسین محمدؐ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے۔"

(الجوامع)

★ عام تفاسیر اہلِ سنت کے اعتبار سے ال یاسین حضرت الیاسؑ ہی کا نام ہے جیسے ابراہیمؑ کا دوسرا نام ابراہام تھا۔ (تفسیر کبیر)

آیت ۱۳۷-۱۳۸ کی تشریح: قومِ لوطؑ کی بستیاں اُلٹی ہوئی نظر آتی تھیں شام کی راہ میں۔ ★ (موضح القرآن)

★ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا: "سبق حاصل کرنے کے مواقع تو بہت ہیں، مگر سبق حاصل کرنے والے کتنے کم ہیں۔"

(نہج البلاغہ۔ کلمات قصار، ۲۹۷) ★......

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "جب تم قرآن کی آیتیں پڑھتے ہو تو اصل میں تم اُن آثار کے پاس سے گذرتے ہو۔" (گویا تم اُن آثارِ قوم لوط اور بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اس طرح قرآن پڑھنا چاہیئے۔) (تفسیر نور الثقلین جلد ۴، روضۃ الکافی)

www.drhasanrizvi.com

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ (۱۳۹) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یونسؑ
الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ بھی رسولوں میں سے (ایک رسول) تھے
اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ (۱۴۰) جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی
الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ کی طرف بے چینی کی حالت میں گئے،
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ (۱۴۱) اس کے بعد قرعہ پڑا تو وہ (پانی
الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ میں) پھینک دیے گئے۔
فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ (۱۴۲) تو مچھلی نے انھیں نگل لیا
مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ اس حالت میں کہ وہ خود پر ملامت کر رہے تھے

حضرت یونسؑ کا قصہ

حضرت یونسؑ پیغمبر نے اپنی قوم سے تنگ آکر بددعا کی اور اپنی قوم کو خدا کے حکم سے عذاب کے آنے کی خبر سنائی۔ مگر خدا سے اجازت لیے بغیر شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ یہ سمجھے کہ جب خدا نے اپنے عذاب بھیجنے کی خبر دے دی تو اب میرا اس شہر میں رکنے کا کیا جواز ہے۔ عذابِ الٰہی سے بچنے کے لیے شہر سے چلے گئے، حالانکہ اُن کو شہر چھوڑنے کی الگ سے اجازت لینی چاہیے تھی۔ یہی اُن کا ترکِ اولیٰ تھا۔

(اصل میں حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو اُن کی بدکرداری کی وجہ سے خدا کے عذاب کی خبر دی کہ بدھ کے دن

www.drhasanrizvi.com

عذاب آئے گا۔ اور خود وہاں سے چلے گئے۔ جب وہ عذاب کا وقت گزر گیا تب بستی میں واپس آئے تو دیکھا کہ سب لوگ ہنسی خوشی سے چل پھر رہے ہیں، عذاب آنے کے آثار نہ دیکھے۔ پس اس شرمندگی کی وجہ سے، کہ لوگ اُن کو جھوٹا تصور کریں گے اور مذاق اُڑائیں گے، وہ اُس بستی سے واپس دریا کی طرف چلے گئے۔

روایت میں یہ بھی ہے کہ شہر کے ایک عابد نے حضرت یونسؑ کو خدا سے اجازت لیے بغیر شہر کو چھوڑنے سے روکا تھا مگر اُنھوں نے اجازت لینے کو ضروری نہ سمجھا۔

غرض جب حضرت یونسؑ نے شہر چھوڑ دیا تو ایک عالم نے (جس کا نام تنوخا تھا) قوم کو سمجھایا کہ کمبختو! خدا کا عذاب بس آیا ہی چاہتا ہے جو تمھارا تیاپانچا کرکے رکھ دے گا۔ عذاب کے ابتدائی آثار دیکھ کر قوم نے اُس عالم سے پوچھا کہ اب ہم کیا کریں؟ عالم نے کہا کہ ساری قوم مل کر خدا سے اپنی خطاؤں اور بدکاریوں کی معافی مانگے۔ قوم نے اُس کے کہنے پر سچے دل سے معافیاں مانگیں، تو خدا نے عذاب کو ٹال دیا۔ اُدھر حضرت یونسؑ دریا پر پہنچے اور کشتی پر سوار ہو گئے۔

(قصص الانبیاء، تفسیر کبیر، حیات القلوب)

کشتی طوفان میں گھر گئی۔ تنگ آکر کشتی والوں نے قرعہ ڈالا کہ کس کے گناہوں کی وجہ سے طوفان نے گھیر رکھا ہے۔ جب بھی قرعہ ڈالا گیا حضرت یونسؑ ہی کا نام نکلا۔ (فصل الخطاب، تفسیر تبیان)

منقول ہے کہ جب کشتی دریا میں پہنچی تو ایک بڑی مچھلی نے سر نکالا۔ حضرت یونسؑ کشتی کے کنارے پر تھے ڈر کر دوسری طرف چلے گئے۔ مچھلی اُسی طرف آگئی۔ ملاحوں نے کہا کہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے آقا سے بھاگا جا رہا ہے جب تک اُس کو دریا میں نہ ڈالا جائے گا یہ مچھلی پیچھا نہ چھوڑے گی۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت یونسؑ کا نام نکلا پس آپؑ نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور مچھلی نے اُن کو نگل لیا۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ حضرت یونسؑ مچھلی کے شکم میں ایک ہفتہ رہے۔ اور بحرِ قلزم، بحرِ مصر اور بحرِ طبرستان کی سیر کرانے کے بعد دریائے دجلہ کے کنارے پر اُن کو اُگل دیا۔ وہاں بحکمِ خدا کدو کا پودا اُگا۔ ایک ہفتہ اُس کے سائے میں رہے۔ (نور الثقلین، انوار النجف)

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ (۱۴۳) تو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں
الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ سے نہ ہوتے (خدا کی پاکی بیان نہ کرتے)

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى (۱۴۴) تو قیامت کے دن تک اُسی
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ (۱۴۵) غرض پھر ہم نے اُنھیں (مچھلی کے
سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ پیٹ سے نکال کر) بالکل خشک زمین پر ڈالا
جب کہ وہ بالکل نڈھال تھے۔

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً (۱۴۶) پھر ہم نے اُن پر (سایہ کرنے
مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ کے لیے) ایک بیلدار کدو کا درخت اُگا دیا۔

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "مچھلی حضرت یونسؑ کو لے کر زمین کے نیچے ایسی جگہ سے گذری جہاں قارون زمین دوز ہو کر عذاب میں مبتلا تھا۔ اُس نے حضرت یونسؑ کی تسبیح (لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) کی آواز سُن کر اپنے اوپر موکل فرشتے سے کچھ مہلت مانگی، جو اُسے بحکم پروردگار روزانہ قدِ آدم کے برابر زمین کے نیچے کی طرف دھکیلتا جارہا تھا پس فرشتے نے اُسے مہلت دی تو قارون نے حضرت یونسؑ سے پوچھا تم کون ہو؟ آپؑ نے فرمایا میں یونس بن متیٰ

www.drhasanrizvi.com

قارون نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ اور کلثوم (جو اُس کی طرف منسوب تھی) کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے جواب دیا: "وہ سب مر چکے ہیں۔" اُن کے ارمان میں قارون نے ایک آہِ سرد کھینچی۔

بہر کیف مچھلی نے دریا کے کنارے پر حضرت یونسؑ کو اُگل دیا۔ چونکہ آپؑ کی کھال اور گوشت خراب ہو چکا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے کدو کی بیلدار پودا اُگا دیا جس کے سائے میں آپؑ دھوپ کی تکلیف سے محفوظ رہے۔ جب آپؑ بالکل صحتمند ہو گئے تو کدو کی بیل خشک ہو گئی۔ حضرت یونسؑ اس پر رنجیدہ ہوئے پس وحی ہوئی کہ اِس پودے پر تم نے کوئی محنت نہ کی تھی اور اُس کے خشک ہونے پر رنجیدہ ہو رہے ہو مگر ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں پر عذاب کی بددعا کرنے پر غمزدہ کیوں نہ ہوئے۔ اب وہ سب مومن ہو چکے ہیں، لہٰذا اپنی قوم میں واپس جا کر اُن کو احکامِ دین سکھاؤ۔ اِس حکم پر آپؑ وہاں سے چل دیے۔ راہ میں ایک چرواہا ملا اُس سے آپؑ نے کہا کہ جا کر میری قوم کو اطلاع دو۔ وہ بولا: "آپؑ کون ہیں" فرمایا: "میں یونس بن متیٰ ہوں۔" وہ بولا کہ: "وہ تو دریا میں غرق ہو گئے ہیں۔" فرمایا: اگر تمھارے ریوڑ کی بکری میرے حق میں گواہی دے، تب تو تم مان لوگے؟ غرض بکری نے گواہی دی۔ چرواہے نے گواہی پر یقین کیا اور بستی میں جا کر قوم کو حضرت یونسؑ کی واپسی کی اطلاع دی۔ پس وہ لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عزت و احترام سے آپؑ کو اپنی بستی میں لے گئے۔

(تفسیر انوار النجف)

★ ایک شخص نے جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: "کیا آپؐ کدو کو پسند فرماتے ہیں۔"؟

آپؐ نے فرمایا: "ہاں" "کیوں کہ یہ میرے بھائی یونسؑ کی سبزی ہے۔ (اس لیے میں بھی اسے پسند کرتا ہوں۔)

(تفسیر روح البیان جلد ۷)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰی مِائَةِ (۱۴۷) اِس کے بعد ہم نے اُنھیں ایک لاکھ

اَلۡفٍ اَوۡ یَزِیۡدُوۡنَ (۱۴۷) یا اس سے بھی زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا

فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰی (۱۴۸) تو وہ لوگ (اُن پر) دل و جان

حِیۡنٍ (۱۴۸) سے ایمان لائے اور ہم نے ایک مدّت

تک اُن کو پھولنے پھلنے کا موقع بھی دیا۔

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، ''حضرت یونسؑ بن متی تیس سال کی عمر میں مبعوث برسالت ہوئے۔ ۳۳ سال مسلسل تبلیغ کرتے رہے، صرف ۲ آدمی ایمان لائے۔ حالانکہ وہ لوگ ایک لاکھ سے زیادہ تھے، موصل کے علاقے نینوا میں رہتے تھے۔ ایمان لانے والوں میں ایک عالم جس کا نام تنوخا تھا، اور دوسرا عابد جس کا نام روبیل تھا۔ آخرکار تنگ آکر عابد کے مشورہ پر بد دعا کی، مگر عالم کے روکنے کے باوجود خدا کے عذاب بھیجنے کے وعدے کو سن کر شہر سے نکل پڑے وہ عابد آپؑ کے ساتھ تھا۔ لیکن عذاب کے آثار جب نمودار ہوئے تو عالم نے پوری قوم کو جمع کر کے توبہ کی طرف رغبت دلائی۔ سب نے مل کر توبہ کر لی۔ عذاب ٹل گیا، اور جب حضرت یونسؑ جائزہ لینے کے بعد واپس آئے تو شہر میں حسبِ سابق چہل پہل دیکھی تو کسی سے عذاب کے بارے میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عذاب آچکا تھا لیکن لوگوں نے توبہ کر لی، عذاب ٹل گیا۔ اب لوگ یونسؑ کی تلاش میں ہیں تاکہ اُن سے معافی مانگیں۔ یہ سن کر آپ دریا کی طرف چلے گئے کشتی پر سوار ہوئے۔ ایک مچھلی نے سر نکال کر منھ کھولا تو یونسؑ ڈر کر کشتی کے دوسرے کنارے پر چلے گئے مچھلی بھی اُس طرف آگئی۔ ملاح بولے کہ ہم میں سے کوئی آدمی اپنے آقا سے بھاگ رہا ہے۔ جب تک اُس کو دریا میں نہ ڈال دیا جائے یہ مچھلی پیچھا نہ چھوڑے گی۔ چنانچہ قرعہ ڈالا تو یونسؑ کا نام نکلا۔ آپ دریا میں کود پڑے اور مچھلی نے اُن کو نگل لیا۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

آیت ۱۴۸ کی تشریح : مشہور مفسر قتادہ فرماتے ہیں کہ: "کوئی بستی ایسی نہیں گزری جس پر اس کے بسنے والوں کے کفر کی وجہ سے عذاب آجانے کے بعد لوگ ایمان لے آئے ہوں اور انھیں چھوڑ دیا گیا ہو۔ یہ بات صرف حضرت یونس ع کی قوم کے ساتھ ہوئی۔ کیوں کہ انھوں نے عذاب کے ابتدائی آثار کو دیکھ کر توبہ کی ٹھان لی۔

(ابنِ کثیر جلد ۲)

★ حضرت یونس ع موصل کے علاقے نینوا کے لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہ کافر و مشرک لوگ تھے۔ اس لیے انھوں نے حضرت یونس ع کو جھٹلایا مسلسل نہ ماننے پر بد دعا کی۔ خدا کے بتانے پر حضرت یونس ع نے قوم سے کہا کہ آج سے تیسرے دن تم پر خدا کا عذاب آئے گا۔ اور پھر تیسرا دن آنے سے پہلے خدا سے اجازت لیے بغیر آدھی رات کو بستی سے نکل گئے۔

حضرت یونس ع کا قوم سے ناراض ہو کر نکل جانا حرام کام نہ تھا، مگر انھیں اس کا حکم نہ دیا گیا تھا (اس لیے وہ ترکِ اولیٰ ہوا، گناہ نہ ہوا)

اب رہا یہ سوال کہ: پھر حضرت یونس ع نے خود کو "اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" یعنی "میں ظالموں میں سے تھا" کیوں کہا۔ ؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری خطا (ترکِ اولیٰ) یہ تھی کہ میں اجازت یا حکم کے آنے سے پہلے ہی ہجرت کرنے میں جلدی کر بیٹھا۔" اس طرح انھوں نے اپنے گناہ (ترکِ اولیٰ) سے توبہ فرمائی

(روح المعانی جلد ۱۷ از مفسر آلوسی)

★ اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا: "حضرت یونس نے شہر سے سفر کرنے کے لیے خدا کے حکم کا انتظار نہ کیا۔"

(مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ (١٤٩) ذرا ان لوگوں سے پوچھیے کہ کیا (یہ بات
الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۙ (١٤٩) ان کی سمجھ میں آتی ہے کہ) تمھارے پالنے
والے مالک کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور
اُن کے لیے بیٹے ہوں ؟

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا (١٥٠) یا ہم نے فرشتوں کو عورت (مؤنث)
وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ (١٥٠) بنایا ہو، اِس حالت میں کہ یہ لوگ
دیکھ رہے تھے ؟

اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ (١٥١) خوب سن لو کہ دراصل یہ لوگ
لَيَقُوْلُوْنَ ۙ (١٥١) اپنے دل سے گھڑ کر یہ بات کہتے ہیں۔
وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ (١٥٢) کہ اللہ کے اولاد ہے۔ حقیقتاً وہ
لَكٰذِبُوْنَ (١٥٢) بالکل جھوٹے ہیں۔
اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۭ (١٥٣) کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلے میں
بیٹیوں کو اپنے لیے پسند کرلیا ؟

www.drhasanrizvi.com

مَا لَكُمْ قف كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ آخر تمھیں کیا ہوگیا ہے؟ تم یہ کیسے (احمقانہ) فیصلے کرتے ہو؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ج ﴿۱۵۵﴾ تم سمجھانے سے سمجھتے کیوں نہیں؟

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ لا ﴿۱۵۶﴾ کیا تمھارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل ہے؟

فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ تو لاؤ پیش کرو اپنی سند، دستاویز یا کتاب، اگر تم سچے ہو۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ط وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ لا ﴿۱۵۸﴾ پھر انھوں نے اللہ اور جنّوں کے درمیان نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے حالانکہ جنّات خوب جانتے ہیں کہ وہ تو خود (جزا و سزا کے لیے) حاضر کیے جائیں گے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ لا ﴿۱۵۹﴾ اللہ اُن تمام صفات سے پاک ہے جو وہ لوگ اُس کے لیے بیان کرتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ سوا اُن صفات کے جو خدا کے خالص بندے (اُس کے لیے بیان کرتے ہیں)

آیت ۱۵۸: "وَجَعَلُوا بَیْنَہٗ..." اِس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں: (۱) زندیق اور بے دین لوگوں نے کہا تھا کہ "اللہ اور شیطان (جو قومِ جن سے ہے) دونوں بھائی ہیں۔ نور، خیر اور نفع مند چیزوں کا خالق اللہ ہے۔ اور ظلمت، شر اور نقصان دہ چیزوں کا خالق شیطان ہے۔

(۲) مشرکینِ مکہ نے چونکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں تجویز کیا تھا پس فرشتوں کو آنکھوں سے اوجھل ہونے کی بنا پر جن کہا گیا ہے۔ اور جن کے اصل معنی ہیں "نظر نہ آنے والی چیز۔"

(۳) جن لوگوں نے شیطان کی اطاعت کی گویا اُنھوں نے شیطان کو اللہ کے برابر سمجھ لیا اور اللہ اور شیطان کے درمیان معبود ہونے کا رشتہ بنالیا۔ بہرحال جو قول بھی ہو خدا نے اس کی پُر زور تردید فرمائی ہے اور ساتھ ہی تنبیہ کی ہے کہ جن چیزوں کو تم اللہ کا رشتہ دار سمجھتے ہو خواہ فرشتے ہوں یا جن سب ہی میرے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔

(تفسیر انوار النجف)

مخلصین کا طریقۂ حمد و تسبیح

★ جناب امیرالمومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے اللہ کی حمد اِن الفاظ میں فرمائی: "اللہ تعالیٰ نے نہ تو عقلوں کو اپنی حقیقت سے آگاہ فرمایا، اور نہ اُن کو اپنی معرفت سے باز رکھا۔ . . . اللہ اُن لوگوں کی باتوں سے بلند و برتر ہے جو اُسے مخلوقات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں یا اللہ کا انکار کرتے ہیں . . . . بلند فکریں تک اللہ کے دامنِ کبریائی تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اللہ کو حدوں میں محدود نہیں کیا جا سکتا، کوئی صاحبِ عقل اپنے خیالات میں اللہ کی

www.drhasanrizvi.com

تصویر کشی نہیں کر سکتا۔ حواس اللہ کے ادراک سے عاجز ہیں . . . ۔ تغیّر و تبدّل اللہ کے لیے نہیں (وہ اُن کا خالق ہے) زمانہ گذرنے سے اُس کے وجود میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی . . . . . اللہ کی توصیف نہ تو اعضا و جوارح کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور نہ عوارض کے ساتھ۔ اللہ کے لیے نہ کوئی حد بندی ممکن ہے اور نہ کوئی انقطاع یا انتہاء . . .

* اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ کہاں ہے ؟
* تو گویا اُس نے کسی شئے کا تصوّر کیا (جو باطل ہے کیونکہ اللہ کوئی شئے نہیں)
* اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کس شئے پر ہے ؟
* تو گویا اُس نے کسی جگہ کو اللہ سے خالی سمجھا (یہ بھی غلط ہے)
* اللہ تو ایسا وجود ہے کہ جس کے لیے عدم ہے ہی نہیں۔
* اللہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن اُس کا ساتھی ہو کر نہیں
* اللہ ہر چیز سے الگ ہے، مگر اُس سے جُدا ہو کر نہیں . . . . الخ

(از نہج البلاغۃ خطبہ ۱، ۱۸۶)

* فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام علی ابن الحسینؑ (زین العابدینؑ) علیہ السلام نے فرمایا:

" حمد مخصوص اللہ کے لیے ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا بغیر اس کے کہ خود اُس کی کوئی ابتداء ہو یا وہ وجود میں آخری ہو۔ کوئی موجود اللہ سے پہلے نہیں۔ وہ ایسی عظیم ذات یا ہستی ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں اُسے دیکھنے سے قاصر ہیں، اور توصیف کرنے والوں کی عقلیں اُس کی (حقیقی) تعریف و حمد کرنے سے عاجز ہیں۔" . . . الخ

(صحیفۂ سجادیہ پہلی دعاء)

* یہ ہے مخلصین کا طریقۂ حمد و تسبیحِ الٰہی ۔ (مؤلف)

(سبحان اللہ)

www.drhasanrizvi.com

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۶۱﴾ حقیقت یہ ہے کہ تم، اور جس چیز
کی تم بندگی کرتے ہو،

مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿۱۶۲﴾ تم سب اِن (تمام باتوں) پر کسی کو
گمراہ نہیں کر سکتے۔

إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۶۳﴾ سوا ایسے شخص کے جو جہنّم کی بھڑکتی
سلگتی آگ میں جُھلسنے ہی والا ہو۔

وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ ﴿۱۶۴﴾ اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں
مَّعْلُومٌ ﴿۱۶۴﴾ مگر یہ کہ اُس کا ایک خاص مقام مقرر ہے

وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿۱۶۵﴾ اور بلا شُبہ ہم تو (خدمت کے لیے)
صفیں باندھے ہوئے ہیں۔

وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿۱۶۶﴾ اور بلا شُبہ ہم تو خدا کی پاکی کے بیان
کرنے والے (یا) تسبیح کرنے والے ہیں۔

آیت ۱۶۲ کا دوسرا مطلب (ترجمہ) یہ ہے کہ: "پس تم اور تمہاری یہ عبادت، اس پر تم کسی کو فتنے میں نہیں ڈال سکتے مگر

www.drhasanrizvi.com

صرف اُس کو جو دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جھلسنے والا ہو۔" جب اِس طرح ترجمہ کیا جائے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ: "فرشتے اپنے پجاریوں سے کہہ رہے ہیں کہ: اے احمقو! تم جو ہماری پوجا پاٹ کر رہے ہو اور ہمیں اللہ ربّ العالمین کی اولاد قرار دے رہے ہو، اِس سے تم ہمیں فتنے میں نہیں ڈال سکتے۔ اِس کے تو کوئی ایسا احمق ہی فتنے میں پڑ سکتا ہے جس کی شامت سر پر آچکی ہو۔

*...... (تفہیم القرآن - تفسیر کبیر)

آیت ۱۶۴ کی تشریح مطلب یہ ہے کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ "اے احمقو! تم ہمیں اللہ کی بیٹیاں بک رہے ہو جبکہ اللہ کی اولاد ہونا تو درکنار، ہم میں خدا نے جس کا جو درجہ مقرر کر دیا ہے، ہم ذرہ برابر اُس سے آگے بڑھنے کا تصوّر تک نہیں کر سکتے۔

*...... (تفسیر کبیر)

★ بعض روایات سے، جو ائمۂ اہلِ بیتؑ سے مروی ہیں، اُن سے مراد ائمۂ اہلِ بیتؑ بھی ہیں، ممکن ہے یہ تفسیر اِس لیے کی گئی ہو کہ ائمۂ اہلِ بیتؑ فرشتوں کی طرح معصوم اور نورانی ہستیاں ہیں۔ فرشتوں کی طرح ائمۂ معصومینؑ بھی اپنی اپنی الگ الگ ذمّہ داریاں اور فرائض رکھتے ہیں۔

*...... (تفسیر نمونہ)

★ "وَمَا مِنَّا... الخ" یہ ملائکہ کا قول ہے یا یہ کہ جبرئیلؑ نے حضورِ اکرمؐ کو خبر دی کہ "ہم میں سے ہر ایک کا مقام معیّن اور معلوم ہے کہ اُس سے ہم تجاوز نہیں کر سکتے۔ (انوار النجف)

★ اور "تفسیر بُرہان" میں فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ "یہ آیات آلِ محمدؐ کے اوصیاء اور ائمۂ معصومینؑ کے متعلق ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے اِس حدیث کے راوی شہاب سے فرمایا:

"یَا شِهَابُ نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنُ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ وَنَحْنُ عَهْدُ اللّٰهِ وَذِمَّتُهُ وَنَحْنُ وَدَائِعُ اللّٰهِ وَحُجَّتُهُ كُنَّا اَنْوَارًا صُفُوفًا حَوْلَ الْعَرْشِ نُسَبِّحُ اللّٰهَ فَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيْحِنَا اِلٰى اَنْ هَبَطْنَا اِلَى الْاَرْضِ فَسَبَّحْنَا وَ

www.drhasanrizvi.com

سَبَّحَ اَهْلُ الْاَرْضِ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۔۔۔ الخ

ترجمہ: "اے شہاب! ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی کان اور فرشتوں کی آماجگاہ (ٹھہرنے اور اترنے کی جگہ) ہیں۔ ہم اللہ کا عہد و ذمہ ہیں اور ہم اللہ کی امانت و حجت ہیں۔ ہم حالتِ انوار میں عرشِ الٰہی کے چاروں طرف صف بستہ حالت میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے، پس ہماری تسبیح کو سن کر فرشتوں نے بھی تسبیح کی۔ پھر جب ہم عالمِ انوار سے زمین کی طرف بھیجے گئے تو ہم نے زمین پر بھی اللہ کی تسبیح پڑھی، اور اہلِ زمین نے بھی ہم ہی سے تسبیح و عبادت سیکھی، پس (اے شہاب!) ہم ہی صف بستہ عبادت کرنے والے ہیں اور ہم ہی اللہ کی تسبیح (پاکی بیان کرنے والے ہیں)"۔

اِس کے بعد آپؑ نے فرمایا: "جس نے ہمارے ساتھ وفا کی، تو اس نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کی وفا کی۔ اور جس نے ہمارے ساتھ وفا نہ کی، اس نے اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد اور ذمہ کو ٹھکرا دیا۔"

پس اگر ان آیات کا مقولہ فرشتوں کا قرار دیا جائے ظاہری طور پر، تو اِن کا باطن ائمہ طاہرین علیہم السّلام کی ذواتِ مقدسہ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ..... (تفسیر انوار النجف بحوالہ تفسیر برہان)

★ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تمام آسمانوں میں ایک بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خداوندِ عالم کی نماز یا تسبیح میں مصروف نہ ہو"۔
(تفسیر قرطبی جلد ۸، تفسیر درمنثور، تفسیر المیزان جلد ۱۷)

★ فرزندِ رسولِ خدا امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے بھی پیدا کیے ہیں جن کا آدھا جسم برف کا ہے اور آدھا آگ کا۔ اُن کی تسبیح یہ ہے: "اے اللہ پاک! جس نے برف اور آگ میں الفت پیدا کر دی تو ہمیں اپنی عبادت اور تسبیح پر قائم رکھ"۔ (روح الحیات صفحہ ۸۰)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اور وہ لوگ تو یہ کہا کرتے تھے '

لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا (۱۶۸) کہ اگر ہمارے پاس کوئی یاددہانی

مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ کا سبق (ذکر) ہوتا جو پہلی قوموں

کو ملا تھا '

لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ تو ہم بھی اللہ کے خالص نکھارے

ہوئے بندے ہوتے ۔

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ (۱۷۰) (مگر جب وہ ذکر آیا) تو اُنھوں نے

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ اُس کا انکار کر دیا ۔ اب عنقریب اُن کو

(اِس کا انجام) معلوم ہو جائے گا ۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا (۱۷۱) اور ہم تو اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ پہلے ہی یہ وعدہ کر چکے ہیں ،

اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ کہ یقیناً اُن کی مدد کی جائے گی ،

www.drhasanrizvi.com

وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ (۱۷۳) اور حقیقتاً ہماری فوج وہ ہے
الْغَٰلِبُونَ ﴿١٧٣﴾ جو غالب آکر ہی رہے گی۔
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ (۱۷۴) تو آپؐ اُن سے ایک مدّت تک کے
حِينٍ ﴿١٧٤﴾ لیے بے پروائی کیجئے۔
وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ دیکھتے رہیے، عنقریب وہ خود
بھی (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔

آیت ۱۷۳ کی تشریح

"اللہ کی فوج" سے مراد وہ مومنین ہیں جو اللہ کے رسولؐ کی پیروی کریں اور اُن کا ساتھ دیں۔ نیز وہ تمام غیبی طاقتیں بھی اللہ کا لشکر ہیں جن کے ذریعہ خدا مومنین کی مدد فرماتا ہے۔ مگر اللہ کی اِس امداد اور غلبہ کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوا کرتا کہ ہر نبیؐ اور اُس کے ماننے والے ہر زمانے میں سیاسی طور پر بھی غالب رہتے ہیں، کیوں کہ سیاسی غلبہ، کامیابی کی صرف ایک صورت ہے ورنہ اخلاقی غلبہ انبیاء اور سچے مومنین کو ہمیشہ حاصل رہتا ہے۔ تمام گھڑے ہوئے فلسفے کچھ مدّت تک زور دکھانے کے بعد اپنی موت آپ مرجاتے ہیں، مگر جو ابدی حقیقتیں انبیاء کرامؑ صدیوں سے پیش فرماتے آئے ہیں وہ پہلے بھی اٹل تھیں اور آج بھی اٹل ہیں، اور ہمیشہ اسی طرح اٹل رہنے والی ہیں۔ * (تفسیر کبیر، تفسیر مجمع البیان، تفہیم القرآن)

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری ☼ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی
(اقبالؒ)

www.drhasanrizvi.com

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ تو کیا وہ ہماری سزا (یا) عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں ؟

فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ ﴿۱۷۷﴾ تو جب وہ (عذاب) اُن کے صحن میں

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ اترے گا تو وہ صبح اُن کے لیے بہت ہی بُری ہوگی جو (بُرائی کے بُرے انجام سے) ڈرائے جاتے ہیں۔

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ تو اب آپؐ ایک عرصے کے لیے اُن کی طرف سے بے پروائی کیجیے۔

وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ اور دیکھتے رہیے، عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے۔

آیت ۱۷۹ کی تشریح | حضورِ اکرمؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ رسُولوں کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ آخرِ کار فتح حق کی ہوگی۔ لہٰذا آپؐ ان کی باتوں سے درگزر کیجیے اور وقت کا انتظار کیجیے، نتیجہ جب سامنے آئے گا تو سب دیکھ لیں گے۔ اور عذابِ الٰہی مانگنے والے بھی اپنا اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اِس لیے فی الوقت آپؐ ان لوگوں کی احمقانہ دل شکن باتوں سے درگزر فرماتے ہوئے منھ موڑ لیجیے۔ * (تفسیر انوار النجف - مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ (۱۸۰) ہر عیب سے پاک ہے آپ کا پالنے
الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۱۸۰﴾ والا مالک، جو عزت، زبردست
طاقت اور غلبے کا مالک ہے، اُن تمام
باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

وَ سَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۸۱﴾ اور سلام ہو (تمام) پیغمبروں پر،

وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

اور شکر، حمد اور ساری کی ساری تعریف اللہ کے لیے ہے،
جو تمام جہانوں کا پالنے والا مالک ہے۔(۱۸۲)

★ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص روز قیامت اپنی میزان کو (نیک اعمال سے) وزنی دیکھنا چاہے تو اُسے ہر مجلس کے اختتامِ کلام پر ان تینوں آیات ۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲ کی تلاوت کرنی چاہیے۔"
...... (تفسیر انوار النجف مولانا حسین بخش جاڑا)

★ آیت ۱۸۰ میں تین چیزوں کی معرفت کرائی گئی ہے۔
(۱) خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ یہ مفہوم "سُبۡحٰنَ" کے لفظ کے اندر موجود ہے۔

www.drhasanrizvi.com

(۲) خدا "رب" ہے۔ یعنی سب کا مالک، سب کا پالنے والا، سب پر رحم کرنے والا سب کو فیض، فائدے پہنچا کر منزلِ کمال تک لے جانے والا۔

(۳) آخر میں انسان کا سب سے بڑا مسئلہ اُس کی نجاتِ اُخروی ہے تو اُس کی طرف رب العالمین کہہ کر اطمینان دلایا اور والحمد للہ آخر میں فرما کر سکون بخشا۔
(تفسیر کبیر امام رازی)

★ جناب امیرالمومنینؑ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے متعدد روایات ہیں کہ: جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اُس کو بھرپور اور کامل ترین پیمانے سے اجر دیا جائے تو وہ جس محفل سے اُٹھے اُس کے آخر میں یہ تین آیتیں پڑھے: "سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ۚ۝۱۸۰ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۚ۝۱۸۱ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۸۲"

(تفسیر مجمع البیان، اصولِ کافی، من لایحضرہ الفقیہ، نور الثقلین جلد ۴)

★ کسی نے فرزندِ رسول اللہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: "خداوندِ عالم نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا کی تھی؟ کوئی کہتا ہے کہ "قدرت" کوئی کہتا ہے "علم" اور کوئی "ارواح" بتاتا ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "کسی نے بھی صحیح نہیں بتایا": اللہ تھا اور کوئی چیز نہ تھی لیکن اس کے باوجود اللہ قادر بھی تھا، عزیز بھی تھا، حالاں کہ ابھی اللہ نے عزّت کو (اور قدرت) کو پیدا نہیں کیا تھا۔

(یعنی وہ اپنی ذات میں بالفعل قدرت بھی رکھتا تھا اور علم بھی۔ جبکہ وہ نہ علم کا محتاج تھا نہ قدرت کا)

یہی وہ چیز ہے جسے اللہ نے یوں ارشاد فرمایا: "سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ" یعنی: "تیرا پالنے والا مالک عزّۃ و قدرت کی اُن توصیفوں سے پاک و منزّہ ہے جو وہ (مشرکین وغیرہ) بیان کیا کرتے ہیں۔" "اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم ❊ از ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم"

www.drhasanrizvi.com

سورۃ صٓ ۳۸
کے
فضائل اور روحانی خصوصیات

★ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص "سورۃ صٓ" کو سمجھ کر پڑھتا ہے اللہ جل شانہٗ اُسے ہر اُس پہاڑ کی برابر نیکی عطا فرماتا ہے جو اُس نے حضرت داؤدؑ کے لیے مسخر فرمائے تھے۔ ایسا شخص گناہانِ صغیرہ و کبیرہ کے انجام دینے اور اُن پر اصرار کرنے سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۸)

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص "سورۃ صٓ" کو شبِ جمعہ میں پڑھتا ہے، اُسے اللہ عزّ اسمہٗ کی طرف سے دنیا اور آخرت کے اس قدر خیر و فائدے عطا کیے جاتے ہیں کہ انبیاء و مرسلینؑ اور مقرب ترین فرشتوں کے سوا اِس قدر کسی اور کو نہیں دیے جائیں گے، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اُس کے پڑھنے والے کو اور اُس کے گھر والوں اور اُس سے تعلق رکھنے والوں کو بھی جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۸)

www.drhasanrizvi.com

آیَاتُهَا ۸۸ | سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا اور بیحد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① صاد، قسم ہے قرآن کی جو نصیحت کے سبق اور یاد دہانیوں سے بھرا ہوا ہے (یا) قسم ہے اُس قرآن کی جو عزت و شرف والا ہے۔

★ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " صٓ " اللہ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام ہے جس کی اللہ نے یہاں پر قسم کھائی ہے"

(تفسیر مجمع البیان)

★ امام فخرالدین رازی نے لکھا کہ " صٓ " کسی اسم الٰہی کا مخفف ہے مثلاً صمد، صادق صانع وغیرہ۔"

(تفسیر کبیر - معالم)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت ابنِ عبّاس کا قول ہے کہ "صٓ" سے مراد "صادق فی قولہٖ" (یعنی رسولؐ اپنے قول میں سچے ہیں) یا صدق محمدؐ یعنی محمدؐ سچے ہیں

★ ...... (تفسیر کبیر امام رازی)

قرآن کو ذکر اس لیے فرمایا کہ قرآن نصیحت کرتا ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ذکر کے معنی عزّت، شرف اور فضیلت کے بھی ہوتے ہیں۔ اور قرآن عزّت، شرف اور فضیلت والا ہے۔ (کیوں کہ خدا کا کلام ہے جو عزّت، شرف اور تمام فضائل کا مالک و خالق ہے۔)

★ ...... (تفسیر مجمع البیان بقول ابن عبّاس)

ذکر کے معنی

قرآن ہر لحاظ سے خود بھی "ذکر" ہے اور "ذکر" کا حامل بھی ہے۔

کیوں کہ ذکر کے معنی (۱) کسی بھولی ہوئی بات کو یاد رکھنا۔ اور یاد دلانا۔

(۲) غفلت کو دور کرنا۔ (۳) اللہ، رسول اللہؐ اور آخرت کو یاد رکھنا۔

(۴) اللہ کی نعمتوں، عطاؤں اور بخششوں کو یاد کرنا۔ (۵) انسان کی غرضِ تخلیق، یا مقصدِ حیات کو یاد دلانا۔

★ .... (تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر)

ذکر کی اہمیت

قرآن نے ذکر کی اہمیت کئی طرح سے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝" (سورۃ الحشر آیت ۱۹ پارہ ۲۸)

یعنی: "اور تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے خدا کو بھلا دیا، اُس لیے خدا نے اُنھیں (اُنکے) نفسوں سے غافل کر دیا۔ ایسے ہی لوگ فاسق و بدکار ہیں۔

نیز فرمایا: "فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ" (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۲ پارہ ۲)

یعنی: "تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا۔

www.drhasanrizvi.com

بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ② (۲) بلکہ وہ جنھوں نے کفر و انکار کی زندگی اختیار کی، وہی سخت تکبر، سرکشی ضد اور پھوٹ ڈالنے میں مصروف ہیں۔

شانِ نزولِ آیت ۲

فرزندِ رسول اللہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

کہ ابوجہل کی قیادت میں سردارانِ قریش کی بڑی جماعت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور کفیل حضرت ابوطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ: "اے سردار! آپ کے بھتیجے نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی ہے اور ہمارے خداؤں کو بھی ناراض کیا ہے، اُن کو بلائیے اور اُن سے کہیے کہ وہ ہمارے خداؤں کو برا بھلا نہ کہا کریں، ہم اُن کے خدا کو برا بھلا نہیں کہیں گے۔"

* حضرت ابوطالبؑ نے حضور اکرمؐ کو بلوا بھیجا۔ آپؐ جب کمرے میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ سارے مشرکین حضرت ابوطالبؑ کو گھیرے بیٹھے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی "سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔"

* حضرت ابوطالبؑ نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں مشرکوں کا مطالبہ پیش کیا۔

* آنحضرتؐ نے فرمایا کہ: "کیا یہ سب اِس بات کے لیے تیار ہیں کہ صرف ایک جملے (کلمے) میں میری طرفداری کریں، تو یہ لوگ اُس کلمے کے سائے میں سارے عرب کے سردار بن کر اُن کے اوپر حکومت کرتے رہیں گے۔"؟

* ابوجہل یہ بات سن کر بڑا خوش ہوا۔ اُس نے سوچا کہ سارے عرب پر حکومت کرنے کی چابی رسولؐ سے لے لو، اِس لیے کہنے لگا: "ہم موافقت کریں گے۔ بتاؤ وہ کونسا جملہ ہے"؟

www.drhasanrizvi.com

جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: " قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " یعنی: بس تم اتنا جملہ کہدو کہ، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے "۔

جیسے ہی اُن سب نے یہ کلمہ وجملہ سُنا تو بُری طرح گھبرا گئے، اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور تیزی کے ساتھ بھاگے اور کہتے جاتے تھے کہ ایسی عجیب بات تو ہم نے آج تک نہیں سنی۔ یہ تو سراسر جھوٹ ہے۔" اُس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(اصولِ کافی، نور الثقلین جلد۴)

کافروں کی بنیادی دو خصوصیات

اِس آیت میں کافروں کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو اُن کے کفر و انکارِ حق کی اصلی وجوہات ہیں:

(۱) " عِزَّة " یعنی وہ حالت جو انسان کو کسی بات کے ماننے یا مغلوب ہونے سے روکتی ہے یہ لفظ "عزاز" سے لیا گیا ہے جس کے معنی سخت، محکم یا مضبوط ہونے کے ہوتے ہیں جو کسی کا اثر نہیں لیتی۔ یہاں عزّة بُرے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی: حق کا اثر نہ لینا۔ حقیقتوں کو اِس لیے نہ ماننا کہ ہم بہت بڑی قوّت ہیں، ہم کسی کی بات کیوں مانیں؟ یہ عزت حقیقت میں ذلت ہے۔

* ..... (مفردات امام راغب)

(۲) " شِقَاق " کا لفظ "شق" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں "شگاف"۔ اِس کے دوسرے معنی اختلاف کے ہو گئے، کیوں کہ شگاف، اختلاف پیدا کرتا ہے۔ کافر اِس لیے حق کو نہیں مانتے کہ خود اُن کی ذلت ہو گی اگر حق کو تسلیم کر لیا۔ اسی لیے وہ حق سے "اختلاف" کرتے ہیں۔ (لسان العرب۔ تفسیر کبیر امام رازی)

* قرآن نے فرمایا: " وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط..."

یعنی: "اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو مارہ تو غرور و تکبّر اس کو لپٹ جاتے ہیں اور اُسے گناہ پر ابھارتے ہیں پس جہنم اس کے لیے کافی ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰۶ پارہ ۲)

www.drhasanrizvi.com

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ ③

(۳) ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں یا قومیں ہلاک کردیں جب (وہ عذاب میں گھر گئے تو) وہ چیخے چلائے مگر وہ وقت بچنے بچانے کا نہیں ہوتا۔

"مَنَاصٍ" کا لفظ "نوص" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں "پناہ گاہ" جہاں انسان پناہ لیتا ہے۔ جب جنگ شدید ہوجاتی تھی تو عرب مَناص مَناص مُناص پکارتے تھے۔ پناہ، پناہ، پناہ، موت سے بچنے کے لیے کہاں پناہ لیں۔ اِس لیے اس لفظ کے دوسرے معنی فرار کے ہوگئے۔

*.... (مفردات امام راغب، تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر روح المعانی۔ کتاب مجمع البحرین مادہ نوص)

آیت کا مفہوم | یہ ہے کہ جب ان کافروں کے پاس غور و فکر کرنے اور اچھے اعمال بجالانے کی مہلت تھی تو اُس وقت اُن کو چاہیئے تھا کہ خدا اور رسولؐ کو دل سے مان کر خدا کی محبت بھری آغوش میں پناہ لیتے۔ مگر اُن احمقوں نے اپنے تکبّر اور حق سے اختلاف کرنے کے شوق میں اُس مہلت سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

اب جبکہ زندگیٔ دنیا کی مہلت ختم ہوگئی، کام کا وقت نکل گیا، تو اب یہ احمق پناہ لینے کی جگہ تلاش کر رہے ہیں۔ عذابِ الٰہی سے بھاگ نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان احمقوں نے دوسری قوموں کے بُرے انجام کو دیکھ کر دوسروں کے تجربات سے فائدہ نہ اُٹھایا۔ (تفسیر نمونہ)

* جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا: "اَلْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ" یعنی: عقل تجربات کی حفاظت کا نام ہے۔" (نہج البلاغہ)

* جناب امام حسینؑ نے فرمایا: "طُولُ التَّجَارِبِ زِيَادَةٌ فِي الْعَقْلِ" (طویل تجربات عقل میں زیادتی کا سبب بنتے ہیں) [1]

[1] (بلاغت الحسینؑ)

www.drhasanrizvi.com

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ (۴) اُنھوں نے اِس بات پر تعجب کیا

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ کہ ایک ڈرانے والا (پیغمبر) خود

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا اُنہی میں سے (کیسے) آگیا؟ اِس

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ حق کے منکرین کہنے لگے کہ: "یہ جادوگر

بھی ہے اور سخت جھوٹا بھی ۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا (۵) کیا اُس نے سارے کے سارے

وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا معبودوں کے بجائے صرف ایک معبود

لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۝۵ خدا بناڈالا؟ یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے"

★ کافروں کو اس پر تعجب ہو رہا ہے کہ اُنہی میں کا ایک آدمی جو اُن کی ہم جنس ہے، کیسے خدا کا رسول اور خبردار کرنے والا بن گیا؟ حالانکہ تعجب اِس پر نہیں بلکہ اُس وقت ہونا چاہیئے تھا کہ انسانوں کو بیدار اور خبردار کرنے کے لیے کوئی آسمانی مخلوق بھیج دی جاتی یا اُن میں یکایک کوئی اجنبی آدمی آکر کھڑا ہو جاتا اور نبوت کا اعلان کردیتا۔ حضورِ اکرمؐ کو جادوگر اس لیئے کہتے تھے کہ جو آنحضرتؐ کے قریب جاکر اُن کی معقول باتیں سنتا اُن کا دیوانہ ہو کر اُن ہی کا ہو جاتا۔ باپ بیٹوں کو، اور بیٹے ماں باپ کو چھوڑ کر اسلام کے گرویدہ ہو جاتے، سارا معاشرہ اُن کو چھوڑ دیتا پھر بھی وہ باز نہ آتے۔ سخت ترین اذیتیں برداشت کرتے لیکن رسولؐ کے دامن کو نہ چھوڑتے۔

۔۔۔۔ (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ (٦) پھر اُن کے بڑے بڑے لوگ یہ
اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا کہتے ہوئے چلے گئے کہ "چلو اور اپنے
عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۖ اِنَّ اپنے خداؤں (معبودوں) پر ڈٹے رہو،
هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ۚ (٦) یقیناً یہی چیز ہے جسے نصب العین
(یعنی) زندگی کا اصل مقصد ہونا چاہیے۔
مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ (٧) یہ بات تو ہم نے دوسری کسی قوم
الْاٰخِرَةِ ۖ اِنْ هٰذَآ اِلَّا (یا) قریب کی کسی ملت میں کبھی کسی سے نہیں
اخْتِلَاقٌ ۚ (٧) سنی۔ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑی ہوئی بات

آیت ۶ کی تشریح: یہ اشارہ ہے اُن سرداروں کی طرف جو آنحضرتؐ کی باتیں سن کر حضرت ابوطالبؑ کی مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے تھے۔ کافروں کا یہ کہنا کہ: "یہ بات کسی اور ہی غرض سے کہی جارہی ہے۔" یعنی حضور اکرمؐ کا یہ کہنا کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے اگر تم قائل ہوجاؤ گے تو عرب وعجم سب تمہارے تابعِ فرمان ہوجائیں گے۔" اس بات میں ہمیں کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے۔ اصل مقصد اِس بات کا یہ ہے کہ ہم سب محمد مصطفٰےؐ کے تابعِ فرمان ہوجائیں تاکہ پھر وہ ہم پر اپنا حکم چلائیں۔ (تفسیر کبیر، تفہیم۔ مجمع البیان)

آیت ۷ کی تشریح: کافروں کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ: "آخر ہمارے بھی تو بزرگ تھے، عیسائیوں اور

www.drhasanrizvi.com

یہودیوں کے بھی تو بزرگ تھے، ایران، عراق، مشرق، مغرب میں کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ بس ایک خدا ہے جو سارے عالمین کا پالنے والا مالک ہے، بس صرف اور صرف اُسی کو اپنا مالک خالق پالنے والا مانو، اور کسی کو نہ مانو۔ آخر سب خداؤں کو چھوڑ چھاڑ کر ہم صرف ایک ہی اللہ پر کیسے اکتفا کرلیں۔ ایک کی خاطر سب کو کیوں چھوڑ بیٹھیں؟ ساری دنیا اللہ کے پیاروں کو خدا مان رہی ہے، اُنہی سے دعائیں مانگ رہی ہے، پھر ہم کیوں اللہ کے پیاروں کو خدا ماننا چھوڑ دیں؟ وہ بھی صرف ایک رب العالمین کی خاطر؟ یہ آدمی (محمدؐ) نئی نرالی باتیں کر رہا ہے۔ عجیب بات ہے ایک اکیلا خدا ساری خدائی کو بغیر کسی مددگار کے بھلا کیسے چلا رہا ہے۔؟ یہ بھلا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

★ جب جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں سے فرمایا تھا کہ: "تم ایک کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو مان لو، تو پورے عرب پر حکومت کرو گے"۔ تو وہ سب یہی کہتے ہوئے حضرت ابوطالبؑ کی مجلس سے بھاگ نکلے تھے کہ "ہم نے ایسی کوئی بات اپنے باپ داداؤں سے نہیں سُنی۔ یہ تو بس سراسر جھوٹ ہے"۔

(القرآن)

★ حضرت ابوطالبؑ نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ: "اے بھتیجے! قریش کے سرداروں نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہارے بھتیجے نے ہمارے جوانوں کو خراب کر دیا ہے، وہ ہم میں تفرقہ ڈال رہا ہے، اگر اُس کو مال چاہیئے ہے تو ہم اُس کے لیے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ وہ عرب کا سب سے زیادہ مالدار اور امیر آدمی بن جائے گا۔ اگر وہ سرداری چاہتا ہے تو ہم اُسے اپنا سردار یا حاکم ماننے کو تیار ہیں۔"

جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے چچا جان! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر بھی رکھ دیں تب بھی میں اُن کی بات نہ مانوں گا۔ ہاں اگر وہ صرف

www.drhasanrizvi.com

ایک جملہ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) میں میری موافقت کریں تو سارے عرب پر حکومت کریں گے اور غیر عرب بھی اُن کے دین میں داخل ہوجائیں گے، اور وہ جنت کے بادشاہ بنادیے جائیں گے۔ (تاریخ طبری، سیرۃ ابن ہشام)

★ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

★ "اے چچا جان! میں اس پیغامِ توحید سے ہرگز دست بردار نہ ہوں گا، بلکہ اس پیغام کو پورے معاشرے میں رائج اور نافذ کرکے رہوں گا، یا پھر اسی راہ میں قتل ہوجاؤں گا۔"

★ جب حضرت ابوطالبؑ نے یہ سنا تو فرمایا:

"اے بھتیجے! تم اپنا کام جاری رکھو، خدا کی قسم، میں ہرگز تمہاری مدد کرنا نہ چھوڑوں گا۔"

پھر جب حضرت ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کا پیغام کفارِ مکہ کو پہنچایا تو انھوں نے یہی جملہ کہا جو اس آیت میں نقل کیا گیا ہے کہ: "مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ" (صٓ آیت ۷) یعنی: "یہ بات تو ہم نے دوسری کسی قوم سے کبھی نہیں سنی، یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک گھڑی ہوئی بات۔"

(تفسیر مجمع البیان جلد ۸، تفسیر علی بن ابراہیم، تفسیر نور الثقلین)

آئینِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اَڑنا ⁂ منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

(اقبال)

★ قوموں کی تنزلی کا ہمیشہ سب سے بڑا سبب یہی رہا ہے کہ وہ اپنے باپ داداؤں کی لکیر کے فقیر بنے رہے۔ عیسائیت کی پوری تاریخ یہی ہے کہ اُن کے پادریوں نے سائنس دانوں کو اُن کے انکشافات کی بنا پر کفر کے فتوے دیے، بلکہ قتل کی سزائیں دیں۔ مثلاً گلیلیو جیسے عظیم سائنسدان کو صرف اس جرم میں قتل کیا کہ اُس نے یہ حقیقت دریافت کی تھی کہ سورج زمین کے گرد چکر نہیں لگاتا، بلکہ زمین سورج کے گرد چکر لگاتی ہے۔ صرف اس تحقیق پر اُس کو بدعتی، جھوٹا، کافر کہہ کر واجب القتل قرار دیا گیا۔

www.drhasanrizvi.com

اسی لیے پورے یورپ اور امریکہ میں مذہب سے نفرت پھیل گئی اور آج مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے دشمن اور حریف مانے جاتے ہیں۔

جدید تحقیقات کے ساتھ یہ سلوک علم دشمنی، عقل دشمنی، بلکہ جاہلیت۔ عرب سے بھی بڑی جاہلیت ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہر جدید تحقیق کو آنکھیں بند کر کے مان لیا جائے۔ اگر ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے گا تو یہ لکیر کا فقیر ہونا، قدامت پرستی کے بجائے جدت پسندی بن کر رہ جائے گا۔

جدید معاشرے میں جہاں بہت سی خوبیاں ہیں، وہاں بہت زیادہ خامیاں خرابیاں بھی ہیں۔ اگر خوبیوں کو ماننا ضروری ہے تو برائیوں، خامیوں کا اعتراف بھی ضروری ہے۔
(تغیر تحریر)

مثلاً مغربی معاشرت اور تعلیم کے لیے علامہ اقبال نے خوب کہا ہے:

؎ تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

؎ مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس
یوں تو کالج کا جواں زندہ نظر آتا ہے
(اقبال)

★ اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی عقل کے دروازے ہر وقت کھلے رکھے اور ہر بات کو عقل و دلیل کی بناء پر رد کرے یا قبول کرے۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر معاملے میں اعتدال اور عقل سے کام لیا جائے: "اِعۡدِلُوۡا ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی" (سورۂ مائدہ آیت ۸ پارہ ۶)

یعنی: "عدل و انصاف سے کام لو، یہی تقویٰ سے قریب ترین بات ہے" (میانہ روی اختیار کرو)

ءَ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۚ بَلْ هُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِىْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾

(۸) کیا ہم میں بس ایک یہی آدمی رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر (قرآن) نازل کر دیا گیا؟ بلکہ حقیقتاً وہ میری کتاب ہی پر شک کر رہے ہیں، بلکہ انھوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ہے۔

★ مطلب یہ ہے کہ خداوندِ عالم اپنے رسولؐ سے کہہ رہا ہے کہ: "اے محمدؐ! یہ کافر تمھیں نہیں جھٹلا رہے ہیں، بلکہ مجھے جھٹلا رہے ہیں۔ تمھیں تو یہ برسوں سے صادق کہتے چلے آرہے ہیں۔ اصل میں ان کو تم پر شک نہیں ہے بلکہ میرے قرآن پر شک ہے۔ قرآن جسے میں نے ذکر (نصیحت کا سامان) بنا کر تمھارے سپرد کیا ہے، یہ لوگ اُس کی صداقت پر شک کر رہے ہیں، ورنہ تمھیں تو یہ بالکل سچا کھرا انسان سمجھتے تھے۔
(تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

تکبر حق دشمنی کا سبب ہوتا ہے

اہلِ لطائف نے لکھا کہ یہ جملہ از خود بتا رہا ہے کہ وہ لوگ بڑے متکبر تھے یہ اُن کا تکبر ہی تھا جو اس طرح اُن سے بلوا رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ تکبر حق بات کے ماننے سے روک دیتا ہے۔
(تفسیر ماجدی، تفسیر کبیر)

★ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: "تکبر، کفر کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔" (تحف العقول)

★ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ (۱) لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھے (۲) حق بات کو احمقانہ بات سمجھے۔ (۳) اہلِ حق پر طنز و طعن کرنا، (۴) حق بات کو نہ پہچاننا۔" (اصول کافی جلد ۴)

★ نیز فرمایا: "تکبر خدا کی چادر ہے جو تکبر کرے گا وہ خدا سے اُس کی چادر چھیننے کی کوشش کریگا اور خدا اُس کو اوندھے منہ جہنم میں جھونک دے گا۔"
(اصول کافی جلد ۴)

أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ (۹) کیا اُن کے قبضے میں آپ کے

رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ باعزّت بیحد عطا کرنے والے مالک

الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ کی رحمت کے خزانے ہیں ؟

أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ (۱۰) یا کیا یہ آسمانوں اور زمین اور

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک اور

فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ صاحبِ سلطنت ہیں ؟ اچھا تو پھر

چڑھیں عالمِ اسباب کی بلندیوں پر۔

رسولؐ یا خلیفہ رسولؐ کا انتخاب اللہ کا کام ہے

★ اصل میں یہ کافروں کی اُس بات کا جواب دیا جا رہا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ: کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک آدمی رہ گیا تھا جس پر اللہ نے اپنا ذکر (قرآن) نازل کر دیا ؟" اللہ جواب میں فرما رہا ہے کہ ہم کسی کو نبی بنائیں یا کسی کو نہ بنائیں، یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے، تمہارا کام نہیں ہے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تم نبی بناؤ تو کائنات کی حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے عرش پر چڑھنے کی کوششیں کرلو جب عرش پر قبضہ کرلینا، پھر تم فیصلہ کرنا کہ کسے نبی بنائیں ؟ اور کس پر وحی اُتاریں، اور کس کو قرآن عطا کریں ؟ (تفسیر کبیر، تفہیم، مجمع البیان)

★ چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت (نبوت و رسالت) کی تقسیم کے ٹھیکیدار ہیں کہ اُن کی منشاء کے مطابق ہی نبی ہو۔" اور بعینہٖ اسی دلیل کی رُو سے مذہبِ شیعہ میں "امام" کا انتخاب اور رسول اللہ کے جانشین کا چناؤ بندوں کے ہاتھ میں نہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے نامزد کرے پس وہی خلیفہ رسولؐ صحیح ہوگا۔ (انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ (۱۱) یہاں تو بس ایک شکست خوردہ

مِّنَ الْأَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ گروہوں کی قسم کا لشکر سامنے نظر آرہا ہے

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ (۱۲) اِن سے پہلے بھی نوحؑ کی قوم، عاد

نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ اور میخوں والا فرعون جھٹلا

ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ چکے ہیں۔

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَ (۱۳) اور ثمود اور لوطؑ کی قوم اور اَیکہ

أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ أُولَٰئِكَ والے بھی "خدا و رسولؐ کو" جھٹلا چکے ہیں

الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ وہ لوگ بڑے بڑے گروہ تھے۔

إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ (۱۴) اُن میں سے ہر ایک نے رسولوں کو

فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ جھٹلایا تو وہ میری سزا کے مستحق ہوئے۔ ع

آیت ۱۱ کی تشریح | کیوں کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوا تھا اس لئے مفسرین نے لکھا کہ یہ بات بطور پیشین گوئی کہی جا رہی ہے کہ: کافروں کا یہ لاؤ لشکر جو بظاہر بہت بڑا اور زبردست دکھائی دے رہا ہے، بُری طرح شکست کھانے والا ہے۔ جنگِ بدر میں یہی ہو کر رہا۔ قریش کے بڑے بڑے سورماؤں، بہادروں کی لاشیں

www.drhasanrizvi.com

خاک پر پڑی تڑپ رہی تھیں۔

★ ...... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر کبیر امام رازی)

آیت ۱۲ کی تشریح: فرزندِ رسولِ خدا، امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ فرعون کو "میخوں والا" کیوں کہا گیا؟

امام نے فرمایا: "فرعون جب کسی کو موت کی سزا دیتا تھا تو اُسے زمین پر اوندھا لٹاتا تھا پھر اُس کے ہاتھ پیر پھیلا کر چار میخیں اِس طرح ٹھکواتا تھا کہ وہ اُس کے دونوں ہاتھوں پیروں سے گذر کر زمین میں گڑ جاتی تھیں۔ اکثر یہ بھی کرتا تھا کہ بہت چوڑے لکڑی کے تختے پر لٹا کر ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھکوادیا کرتا تھا، اور آدمی اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر مرجاتا تھا۔ اِسی لیے اللہ نے اُس کو میخوں والا فرمایا۔"

(تفسیرِ صافی۔ علل الشرائع)

★ فرعون کو "ذُوالْاَوْتَاد" "میخوں والا" اِس لئے بھی کہا گیا ہے کہ اُس کی سلطنت میخوں کی طرح مضبوطی سے زمین پر ٹھکی ہوتی تھی۔ دوسرے یہ کہ اُس کا لشکر اتنا بڑا تھا کہ جہاں رُکتا تھا وہاں ہر طرف خیموں کی میخیں ہی میخیں نظر آتی تھیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ وہ جس سے ناراض ہوتا تھا، اُس کو میخیں ٹھونک کر مار ڈالتا۔ ممکن ہے

۴۔ میخوں سے مراد اہرامِ مصر ہوں جو زمین پر میخوں کی طرح مضبوطی کے ساتھ ٹھکے ہوئے ہیں۔

(تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ کشّاف)

★ آیت ۱۳ کی تشریح: "اَیکہ" کے معنی "جنگل" "اصحابِ ایکہ" کے معنی جنگل والے۔ "جنگلی" کیوں کہ اُن کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان تھا اور وہاں درختوں اور پانی کی افراط تھی۔ اُن میں سے ہر ایک گروہ نے خدا کا کفرِ نعمت، اور رسولوں کا انکار کیا، اِسی لیے اُن پر خدا کا عذاب آیا۔ جس کا ذکر اِس آیت میں ہوا۔ (تفسیر کبیر۔ تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا يَنظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيۡحَةً (۱۵) یہ لوگ بھی بس ایک دھماکے

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ کے منتظر ہیں جس کے بعد کچھ دیر نہ ہوگی۔

وَقَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا (۱۶) (جبکہ اب) وہ کہتے ہیں کہ: "اے

قِطَّنَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾ ہمارے مالک! ہمارے (عذاب کا)

حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی ہمیں جلدی

سے بھیج دے۔

★ قرآن مجید نے مشرکین، کافرین اور حق دشمنوں کا یہ (عذاب کا) مطالبہ بار بار بیان فرمایا ہے مگر اُن کے اِس مطالبے کو سمجھنا اُن کے لب و لہجے سے تعلق رکھتا ہے۔ اصل میں یہ مطالبہ نہ تھا بلکہ ایک قسم کی جھنجلاہٹ، حق دشمنی، کٹ حجتی اور استہزار کی کیفیت تھی، جو بار بار عذاب کی خبریں سُن سُن کر اُن پر طاری ہوتی تھی۔ وہ انبیاءِ کرام سے عذابِ الٰہی کے آنے کی خبر سُن سُن کر تنگ آجاتے تھے اور پھر غصّے میں لال پیلے ہو کر کہتے تھے کہ "کان پک گئے سنتے سنتے کہ عذاب آئے گا' عذاب آئے گا' ایسا ہوگا' ویسا ہوگا' تو آخر وہ کمبخت عذاب آ ہی کیوں نہیں جاتا۔ اور پھر آہستہ سے دھیمی آواز میں مذاق اُڑانے کے انداز میں کہتے عذاب' عذاب' عذاب آخر یہ کیا بلا ہے۔ آتا کیوں نہیں کہ ہم دیکھ تو لیں کہ وہ کیسا ہوتا ہے؟ (فصل الخطاب)

یہ اُن کی انتہائی عقل دشمنی ہی تھی کہ خدا کے عذاب کو طلب کر رہے تھے' بھلا یہ بھی کوئی مانگنے کی چیز ہے (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اِصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ (۱۷) جو کچھ بھی یہ بکواس کرتے ہیں،
وَ اذۡکُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ اُس پر صبر کیجیے اور (اس کا طریقہ یہ ہے کہ)
ذَا الۡاَیۡدِ ۚ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کیجیے جو
بڑی قوتوں کے مالک تھے۔ حقیقتاً وہ (ہر معاملہ
میں) اللہ سے لو لگائے رکھتے تھے۔

"یَد" کے معنی

فرزند رسولِ خداؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: عربی زبان میں "یَد" کے اصل معنی "ہاتھ" کے ہوتے ہیں، اس سے مراد "قوت" بھی ہوتی ہے اور عطا و بخشش بھی، اور نصیحت بھی مراد ہوتی ہے۔" پھر امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر صافی بحوالہ توحید)

"اَوَّاب" کے معنی: ابن جریر نے حضرت ابن عباس کا قول لکھا کہ: "اوّاب" کے معنی "مُسَبِّح" یعنی بہت زیادہ تسبیح پڑھنے والے کے ہوتے ہیں۔ ★ اور عبد حمید نے کہا کہ "اوّاب" کے معنی "موقن" یعنی خدا پر یقین رکھنے والا۔" (ابن جریر۔ تفسیر فتح القدیر، لغات القرآن نعمانی)

★ جناب رسولِ خداؐ سے کہا جا رہا ہے کہ آپؐ کافروں کی احمقانہ باتوں پر صبر فرمائیں۔ اور داؤدؑ نبی کو یاد کریں کیوں کہ حضرت داؤدؑ کو لوگوں نے سخت بدنام کیا، مگر انھوں نے برداشت سے کام لیا، اور بدنامی پر صبر کیا۔

★ حضرت داؤدؑ کو "ذَا الۡاَیۡدِ" بڑی قوتوں والا" اس لئے فرمایا کہ وہ جسمانی، دماغی، روحانی طاقتوں کے مالک تھے انھوں نے اپنے علاقے کے تمام منکروں، کافروں، مشرکوں اور ظالموں کو شکست دے کر ایک مضبوط اسلامی سلطنت قائم کی تھی۔ اپنی اخلاقی طاقت کی وجہ سے بادشاہی میں فقیری کرتے تھے اللہ سے ڈرتے اور احکامِ خداوندی کی پوری طرح پابندی کرتے تھے

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ (۱۸) ہم نے پہاڑوں تک کو اُن کے قبضے
يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ میں دے دیا تھا کہ صبح و شام وہ اُن کے
ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ (۱۹) اور پرندے بھی سمٹ آتے تھے اور
لَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ سب کے سب اُن کی آواز میں آواز ملاتے
تھے اور (اُن کی تسبیح کی طرف) متوجّہ
ہوجاتے تھے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ (۲۰) اور ہم نے اُن کی سلطنت کو
الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ مضبوط کیا تھا اور اُنھیں حکمت
اور فصل الخطاب (یعنی) صحیح فیصلہ کُن بات کرنے کا علم عطا کیا تھا۔

آیت ۲۰ کی تشریح جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "حکمت سے یہاں مراد قانونِ شریعت بھی ہے۔" (تفسیر صافی ۔ الجوامع)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ "فصل الخطاب" سے مراد تمام زبانوں کا سمجھنا بھی ہے۔ اور ائمۂ اہل بیت کو اللہ نے حکمت بھی عطا فرمائی اور فصل الخطاب بھی۔" (عیون الاخبار الرضا)

www.drhasanrizvi.com

" فصل الخطاب " کے معنی صحیح فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔
*..... (ابوبکر جصاص بقول حسن)

" فصل الخطاب " کا مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کا کلام اُلجھا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ وہ جس موضوع پر بات کرتے اُس کے تمام نکات کو سو فیصد واضح کر دیتے۔ اصل فیصلہ طلب باتوں کو اُٹھاتے اور اُس کا دو ٹوک جواب دیتے۔ یہ بات اُن کے کمالِ عقل و فہم اور انتہائی قادر الکلام ہونے کی دلیل ہے۔
*..... (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

اِیں سعادت بزورِ بازو نیست ※ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت داؤدؑ کے صفات

(۱) حضرت داؤدؑ کی سیرت اِس قدر مستحکم اور پسندیدہ تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ اُن کی پیروی کیجیے اور اُن کے عزم و ہمت سے مدد حاصل کیجیے۔

مقامِ ہمسفروں سے ہو اس قدر آگے ※ کہ سمجھے منزلِ مقصود کارواں مجھ کو (اقبال)

(۲) حضرت داؤدؑ کی عبدیت و اطاعت کی یہ شان بیان کی گئی کہ خداوندِ عالم نے " عَبۡدَنَا " (ہمارا بندہ) فرمایا۔ جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا: " سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ " یعنی " پاک ہے وہ اللہ جو لے گیا اپنے بندے کو " (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱ پارہ ۱۵)

(۳) حضرت داؤدؑ کو " ذَا الۡاَیۡدِ " " بہت طاقتور اور با صلاحیت " فرمایا۔

(۴) " اَوَّاب " فرمایا۔ یعنی : بار بار خدا کی طرف رجوع کرنے والا۔ (۵) اُن کی پسندیدہ صبح و شام کی تسبیح کی وجہ سے پہاڑوں کو اُن کے لیے مسخر کر دیا۔ (۶) پرندے بھی اُن کی تسبیح کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔ (۷) عظیم سلطنت عطا فرمائی (۸) علم و دانش عطا فرمائی (۹) خدا نے اُن کو فصل الخطاب کا ملکہ عطا فرمایا۔ یعنی قوی منطق، زبردست قوتِ استدلال عادلانہ دو ٹوک فیصلے کرنے کی صلاحیت۔
* (تفسیر نمونہ۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ (۲۱) اور کیا تمھیں کچھ خبر ملی اُن مقدمے

اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝۲۱ والوں کی جو دیوار پھاند کر اُن کی محراب

عبادت میں داخل ہو گئے تھے۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ (۲۲) جب وہ داوٗد کے پاس (محراب میں)

فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا داخل ہوئے تو وہ اُن سے ڈر گئے انھوں

لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى نے کہا: ڈریے نہیں۔ ہم دونوں (ایک

بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ مسئلے میں) اختلاف رکھتے ہیں، ہم میں ایک

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس آپ

وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝۲۲ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے

ساتھ فیصلہ کر دیجیے اور ناانصافی نہ کیجیے اور ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت کیجیے۔

یعنی: یوں اچانک بلا اجازت کود کر محراب کے اندر داخل ہو جانے پر فطرتاً حضرت داوٗدؑ کو خوف ہوا کہ یہ لوگ کسی بُرے ارادے سے تو نہیں آ گئے؟ طبعی جذبات خوف، خوشی، غم کا طاری ہو جانا مرتبۂ نبوت کے منافی نہیں ہوتا۔
(تفسیر کبیر۔ تفسیر ماجدی)

★ "خصم" کے لفظ کا اطلاق ایک آدمی پر بھی ہوتا ہے اور زیادہ پر بھی۔
ایک دوسرے پر زیادتی کرنے والوں اور جھگڑنے والوں کو "خصم" کہا جاتا ہے۔ (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ هَٰذَآ أَخِى ۚ لَهُۥ	(۲۳) یقیناً یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس
تِسۡعٌ وَتِسۡعُونَ نَعۡجَةً	ننانوے دُنبے ہیں اور میرے پاس صرف
وَلِىَ نَعۡجَةٌ وَٰحِدَةٌ ۚ	ایک دُنبی ہے، اِس پر بھی یہ مجھ سے
فَقَالَ أَكۡفِلۡنِيهَا وَعَزَّنِى	کہتا ہے کہ یہ (ایک دُنبی) بھی مجھے دے دو
فِى ٱلۡخِطَابِ ۝٢٣	اور گفتگو میں بھی سختی سے پیش آتا ہے۔
قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ	(۲۴) داؤدؑ نے کہا: "یہ اُس کی تم پر زیادتی
نَعۡجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِۦ ۖ	ہے (جو اپنے اتنے دُنبوں کے ہوتے ہوئے بھی)
وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلۡخُلَطَآءِ	تمھاری ایک دُنبی کو بھی اپنے ساتھ ملا لینے
لَيَبۡغِى بَعۡضُهُمۡ عَلَىٰ	کا مطالبہ کرتا ہے۔ حقیقتاً بہت سے ایک ساتھ
بَعۡضٍ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَ	رہنے والے ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی
عَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَقَلِيلٌ	کرتے ہیں، سوا اُن کے جو ایمان لائیں
مَّا هُمۡ ۗ وَظَنَّ دَاوُۥدُ	اور اچھے اچھے کام کریں اور وہ لوگ بہت
	کم ہیں" اور (یہ کہتے کہتے) داؤدؑ سمجھ گئے

www.drhasanrizvi.com

أَنَّمَا فَتَنَّٰهُ فَٱسْتَغْفَرَ رَبَّهُۥ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ کہ یہ ہم نے اُن کا امتحان لیا ہے (اور اُنھوں نے دوسرے فریق کی بات سُنے بغیر جذباتی ہوکر جلدی میں غلط فیصلہ سنادیا) تو اُنھوں نے اپنے پالنے والے مالک سے معافی مانگی اور رکوع کرتے ہوئے (سجدے میں) گر گئے اور توبہ واستغفار کرکے خدا کی طرف رُجوع کرلیا۔

حضرتِ داؤدؑ کا قصہ علمائے اہلِ سنّت کی تفسیر کے مطابق

★ حضرت ابنِ عباس نے فرمایا: "حضرت داؤدؑ نے اِس سے زیادہ کچھ نہیں کیا تھا کہ اُس عورت کے شوہر (اوریاہ) سے شادی کی خواہش ظاہر کی تھی کہ تو اپنی بیوی کو میری خاطر چھوڑ دے۔
اور یہ بات اُس زمانہ میں عام تھی، اور عیب نہ تھا۔
(ابنِ جریر)

★ علامہ زمخشری نے لکھا: "قرآن میں جس طرح خدا نے حضرت داؤدؑ کا قصّہ بیان کیا ہے اِس سے تو بس یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اوریاہ سے صرف یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ تو اپنی بیوی کو میری خاطر چھوڑ دے۔
(کشّاف)

★ ابوبکر جصّاص نے لکھا: "وہ عورت اوریاہ کی منکوحہ نہیں تھی، صرف اُس سے منسوب تھی حضرت داؤدؑ نے اُس کو اپنے نکاح کا پیغام دے دیا۔ اِسی بات پر خدا کا اُن پر عتاب ہوا۔ کیوں کہ اُنھوں نے نبی اور حاکمِ وقت ہوکر اپنے ایک مومن بھائی کے پیغام پر پیغام بھیج دیا۔ جبکہ حضرت داؤدؑ کی پہلے سے کئی بیویاں موجود تھیں۔
(احکام القرآن ابوبکر جصّاص)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت داؤدؑ عبادت اور کام بہت کرتے تھے اس لیے خاص اوقات کے علاوہ لوگوں سے نہیں ملتے تھے۔ ایک دن کچھ لوگ جو آپؑ کو قتل کرنا چاہتے تھے، محراب کی دیوار سے چڑھ کر اندر کود پڑے، مگر جب اُنھوں نے آپؑ کے محافظین کو دیکھا تو ڈر گئے اور فوراً ایک جھوٹ گھڑ لیا اور کہنے لگے: "ہم آپؑ کے پاس فیصلہ کرانے آئے ہیں۔" حضرت داؤدؑ نے فیصلہ تو سنا دیا، مگر سمجھ گئے کہ ان کا اصل مقصد میرا قتل تھا، اس لیے انتقام لینے کا ارادہ فرمایا، مگر کچھ ہی دیر میں سمجھ گئے کہ جب قتل نہیں کر سکے تو انتقام کس بات کا؟ اس لیے پشیمان ہوئے اور استغفار فرمایا۔"

(تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر روح المعانی)

★ حضرت داؤدؑ کے قصہ میں دو طرح کے اقوال کا انکشاف ہوتا ہے۔ ایک قول کی رُو سے حضرت داؤدؑ کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے قول کی رُو سے آپؑ کی عصمت ثابت ہے۔ یہ قول علمائے امامیہ کا ہے۔

پہلے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت داؤدؑ اپنے ایک صحابی کی بیوی پر عاشق ہو گئے اور اُس صحابی کو قتل کرانے کے بعد اُس کی بیوی سے شادی کر لی۔ چونکہ اس سے پہلے آپؑ کی ۹۹ بیویاں تھیں اس لیے خداوندِ عالم نے اُن کو تنبیہ کرنے کے لیے دو فرشتوں کو بھیجا جو ایک فرضی مقدمہ لے کر آئے۔ ۹۹ دنبوں والا شخص ایک دُنبی والے سے اُس ایک دنبی کا مطالبہ کرتا ہے۔ پس آپؑ نے ایک دُنبی والے شخص کے حق میں فیصلہ دے دیا اور جب وہ فرشتے فیصلہ سن کر چلے گئے تو آپؑ سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان تھا اور میری غلطی پر مجھے سرزنش کی گئی ہے تو چالیس دن تک رو رو کر خدا سے معافی مانگتے رہے۔ (الوار النجف)

دوسرے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حضرت ابراہیمؑ جیسا رتبہ حاصل کرنے کی خواہش کی۔ تو وحی ہوئی کہ میں نے اُن کو بلند مراتب آزمائش کے بعد عطا کیے ہیں۔" اُنھوں نے عرض کی کہ میں بھی آزمائش کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ امتحان کی تاریخ معیّن کر دی گئی۔ معینہ تاریخ میں آپؑ مشغولِ نماز تھے کہ شیطان ایک خوبصورت پرندے کی شکل میں سامنے نمودار ہوا۔ آپؑ نے نماز کو توڑ کر پرندے کو پکڑنے کی کوشش کی۔ اِس کوشش کے دوران

www.drhasanrizvi.com

ساتھ والے گھر میں اوریا کی بیوی کو غسل کرتے دیکھ لیا آپؑ اُس پر عاشق ہو گئے۔ اوریا محاذِ جنگ پر تھا آپؑ نے فوجی کمانڈر کو حکم دیا کہ اوریا کو محاذ پر سب سے آگے رکھا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔ اوریا محاذِ جنگ پر قتل کر دیا گیا۔ پھر آپؑ نے اُس کی بیوہ سے شادی رچالی۔ (اور مروی ہے کہ حضرت سلیمانؑ اُسی سے پیدا ہوئے) (انوار النجف)

* عیون الاخبار الرضاؑ میں ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ کو جب یہ واقعہ سنایا گیا تو آپؑ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے انبیاءؑ کی اس قدر توہین برداشت کرلی ہے کہ نماز جیسی عظیم عبادت کو پرندے کی خاطر توڑ ڈالا، پھر عورت کا برہنہ جسم دیکھ کر اُس پر عاشق ہو گئے، پھر اُس کے شوہر کو بہانے سے قتل کرا کر اُس سے شادی کرلی!! (بالکل غلط اور بے بنیاد بات ہے)

* لوگوں نے امامؑ سے دریافت کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟

* امامؑ نے فرمایا: "اُنھوں نے فیصلہ کرنے میں جلدی فرمائی تھی، اور بس۔"

* پھر امام علیہ السلام نے اِس الزام تراشی کی وجہ بتائی اور فرمایا کہ: "حضرت داؤدؑ کے زمانے میں بیوہ عورتوں سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا (جس سے معاشرے میں بہت سی بُرائیاں پھیلتی تھیں) حضرت داؤدؑ وہ پہلے انسان ہیں جن پر اللہ نے اِس کام کو مباح کیا (تاکہ یہ غلط رسم ختم ہو جائے) اِسی لیے جب "اوریا" اتفاقاً جہاد میں قتل ہو گیا تو حضرت داؤدؑ نے اُس کی بیوہ سے شادی کرلی۔ یہ بات اُس زمانے کے (رسم پرستوں اور قدامت پرستوں کو) سخت ناگوار لگی (چنانچہ اُن لوگوں نے بعد میں حضرت داؤدؑ کے خلاف افسانے تراشے جو عوام کی نظر میں حقیقت بن گئے اور اِس طرح لوگوں نے اُن حضرت کو بدنام کرنا شروع کیا۔ اور یہ نہ سوچا کہ اللہ کا نبیؑ کوئی بُرا کام کرسکتا ہے)؟

* .... (نور الثقلین جلد ۴، عیون الاخبار الرضاؑ، تفسیر انوار النجف)

اِس آیت سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ حضرت داؤدؑ سے کوئی نہ کوئی قصور (ترکِ اولیٰ) ضرور ہوا تھا اور وہ قصور کچھ ایسا تھا جو دُنبیوں والے واقعے سے مماثلت رکھتا تھا۔ اِسی لیے فیصلہ سناتے وقت

www.drhasanrizvi.com

اُن کو یہ خیال آیا کہ یہ میرا امتحان ہو رہا ہے۔ مگر اُن کے قصور کی نوعیت اتنی شدید بھی نہ تھی کہ اُسے معاف نہ کیا جا سکے۔ اِسی لیے خداوندِ عالم نے خود فرمایا کہ: "ہم نے اُن کو معاف کر دیا" بلکہ دنیا اور آخرت میں اُن کو جو بلند مقام حاصل تھا اُس میں بھی کوئی کمی نہ آئی۔

(تفسیر کبیر، تفہیم)

بائیبل میں لکھا گیا ہے

بائیبل میں تو بڑی ہی گندی باتیں لکھی گئی ہیں کہ (معاذ اللہ) حضرت داؤدؑ نے اوریاہ حتی کی بیوی سے زنا کیا۔ پھر اوریاہ کو جنگ پر بھیج کر قتل کروا دیا پھر اُس کی بیوی سے نکاح رچایا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اُس عورت نے جو کسی کی بیوی تھی خود کو حضرت داؤدؑ کے حوالے کر دیا، اور یہی حضرت سلیمانؑ کی ماں بنی۔

(بائیبل کتاب سموئیل باب ۱۱-۱۲)

جناب امیرالمومنینؑ کا حکم

"تفسیر مجمع البیان" میں ذکر کیا گیا ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا "کہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ ثابت ہو گیا کہ اُس نے کہا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے (عشقیہ طریقہ پر) اوریا کی عورت سے شادی کی تھی، تو میں اُس پر دو حدیں لگاؤں گا، ایک حد (توہینِ) نبوت کی، اور دوسری حد اسلام کی۔"

اور دوسری روایت میں ہے کہ "جو شخص حضرت داؤدؑ کا قصہ عام قصہ خوانوں کی حکایت کے مطابق پڑھے گا میں اُس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا۔" (تفسیر انوار النجف)

★ نیز جناب امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے حق کا علم عطا فرما تاکہ میں واقعی حق کے مطابق فیصلہ کروں۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: "تم اس کو برداشت نہ کر سکو گے۔" لیکن اُنھوں نے پھر درخواست کی۔ تو دعا قبول ہو گئی۔ چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کے مال کا دعویٰ کیا تو وحی ہوئی کہ مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر کے یہ مال حاصل کر لیا تھا۔ پس حضرت داؤدؑ نے فیصلہ سنا دیا کہ مدعی کو قتل کر کے اُس کا مال مدعا علیہ کو دے دیا جائے۔ لوگوں نے اس پر سخت نکتہ چینیاں شروع کیں۔ تو حضرت داؤدؑ کی درخواست پر آئندہ کے لیے گواہوں اور قسم پر فیصلہ کرنے کا حکم جاری ہوا۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

فَغَفَرۡنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ (۲۵) تو ہم نے اُن کا وہ قصور معاف

لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ کردیا اور حقیقتاً ہمارے پاس اُن کے

مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ لیے بڑے تقرب کا مقام اور انجام کی بہتری ہے

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِيۡفَةً (۲۶) اے داؤد! ہم تمھیں زمین میں (اپنا)

فِى الۡاَرۡضِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَ خلیفہ مقرر کیا ہے پس تم لوگوں کے

النَّاسِ بِالۡحَـقِّ وَلَا تَتَّبِعِ درمیان حق کے ساتھ فیصلے اور حکومت

الۡهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنۡ کرو اور نفسانی خواہش کی پیروی نہ

سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ کرو (کیوں کہ) وہ تمھیں اللہ کی راہ سے

يَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بھٹکا دے گی حقیقت یہ ہے کہ جو

لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ۢ بِمَا لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے

نَسُوۡا يَوۡمَ الۡحِسَابِ ﴿۲۶﴾ ہیں، اُن کے لیے بڑی سخت سزا ہے، ع ۱۲

اِس لیے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

★ حضرت داؤدؑ کے اس قصے کے بعد بھی خداوند عالم نے اُن کی مدح و ثنا فرمائی اور تقرب (زلفیٰ) اور

www.drhasanrizvi.com

انجام کی بہتری اور اچھی بازگشت اور عہدۂ خلافت کی پیش کش فرمائی ہے۔ اور حضرت داؤدؑ کی طرف یہ نسبت اور لوگوں کے لگائے ہوئے الزامات خدا کی نظر میں درست ہوتے تو وہ یقیناً خدا کی جانب سے مزید مراعات وکرامات کے سزاوار نہ قرار دیے جاتے اور اِس قسم کا شخص اوّاب کہلانے کا مستحق نہ ہوتا اور نہ اُن کی طرف انابت کی نسبت صحیح ہوتی بلکہ وہ اسلامی معاشرے میں نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا۔

حالاں کہ خداوندِ عالم نے اپنے نبی سید الانبیاءؐ کو کفارِ مکہ کی دل آزاریوں سے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْکُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ ۝ (آیت ۱۷)

یعنی: اے رسولؐ! صبر کرو اُس پر جو وہ لوگ کہتے ہیں اور یاد کرو میرے بندے داؤدؑ کو جو صاحبِ طاقت تھے بیشک وہ "اوّاب" "رجوع کرنے والے تھے" ہماری طرف لَو لگائے رکھتے تھے۔"

(تفسیر انوار النجف)

ہوا و ہوس کی پیروی کی مذمت

جناب امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:" اے لوگو! سب سے زیادہ خطرناک وخوفناک چیزیں دو ہیں، اُنھی سے میں تمھارے بارے میں ڈرتا ہوں۔ (۱) ہوا و ہوس کی پیروی (بُری خواہشات پر عمل کرنا)

(۲) لمبی چوڑی اُمیدیں باندھنا۔ اِس لیے کہ ہوا و ہوس کی پیروی تمھیں حق سے ہٹا دے گی، اور لمبی چوڑی اُمیدیں تمھیں تمھاری موت اور قیامت کو بھلا دیں گی۔"

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۲)

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ:" تین چیزیں انسان کو ہلاک و برباد کر دیتی ہیں:

(۱) اللہ کی راہ میں اطاعت کرنے سے بُخل کرنا' یا راہِ خدا میں خرچ کرنے میں بُخل سے کام لینا جہاں خرچ کرنا واجب ولازم ہے۔ (۲) بُری خواہشات کی پیروی کرنا۔

(۳) خود اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر خوش ہونا۔" ★ (تفسیر نور الثقلین جلد ۴، الخصال شیخ صدوقؒ)

www.drhasanrizvi.com

"خلیفہ" کا ترجمہ

"خلیفہ" کے لفظ کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب نے "بادشاہ" کیا۔ جبکہ خود اُن کے فرزند و صاجزادے شاہ رفیع الدین صاحب نے اِس ترجمہ کو قبول نہ کیا۔

اُنھوں نے "خلیفہ" کا ترجمہ "نائب" کیا، جو حقیقت سے کہیں زیادہ قریب ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ، خداوندِ عالم نے اس لیے فرمایا کہ وہ خدا کے نائب کی حیثیت سے حکومت فرماتے تھے۔ (یعنی خداوندِ علیم و حکیم کے احکامات کو نافذ فرماتے تھے، اپنی مرضی سے حکومت نہیں چلاتے تھے)

(فصل الخطاب)

محققین نے لکھا کہ

"خداوندِ عالم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر حق وانصاف سے فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ اِس لیے عام ماہرین کا یہ عقیدہ کہ خلیفۂ وقت کا کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا، کفرِ صریح ہے۔

(روح المعانی)

خلافت، حکومت اور علم و حکمت خدا کی عطائیں ہیں

"سورۃ البقرہ ۲ آیت ۲۴۷ میں ہے جب اُن کے نبی نے اللہ کے حکم سے طالوت کو بادشاہ مقرر فرمایا" پھر آیت ۲۵۱ میں فرمایا:

بس داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اُن کو حکومت اور حکمت عطا فرمائی، اور جو کچھ چاہا اُن کو سکھا دیا۔" (القرآن) (سورۃ البقرہ ۲، ۲۴۷ اور ۲۵۱ پارہ ۲)

★ خداوندِ عالم کا حضرت داؤدؑ سے یہ فرمانا کہ "حق اور عدل کے ساتھ حکومت کرو اور اپنی خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو" از خود بتا رہا ہے کہ اُن کے کسی کام میں اُن کی خواہش کا کچھ دخل تھا۔ جو اُن کو زیب دیتا تھا۔ یعنی اُن سے ترکِ اولیٰ ہوا تھا۔"

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ (۲۷) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور
وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًاؕ ذٰلِكَ ان کے درمیان کی چیزوں کو غلط
ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ طور پر فضول (یا) بے مقصد پیدا
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِؕ ﴿۲۷﴾ نہیں کر دیا۔ یہ تو اُن لوگوں کا خیال
ہے جنھوں نے ابدی حقیقتوں کا انکار کیا' ایسے کافروں کے لیے
بربادی ہی بربادی ہے، وہ بھی جہنم کی آگ کے ذریعہ سے۔

اِس آیت میں یہ بات ذہن نشین کرائی جارہی ہے کہ انسان کو دنیا میں بیکار' بے مقصد اور فضول شترِ بے مہار کی طرح نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ دنیا کوئی اندھیر نگری چوپٹ راج نہیں ہے کہ جس کا جو جی چاہے کرتا پھرے اور اُس سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہو۔ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ یہاں جو چاہو کرو، آخرِ کار سب کو مٹی ہو جانا ہے کسی کے کوئی محاسبہ نہیں ہونا ہے۔ ایسا سمجھ لینا تو اللہ تعالٰی کی تخلیق کا مذاق اُڑانا اور کھیل تماشا جان لینا' اور خالقِ کائنات کو بازی گر سمجھنا ہے۔ قرآن نے اس کی بار بار نفی کی ہے۔ اور فرمایا: "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝"
(پ ۱۸۔ سورۃ المومنون آیت ۱۱۵)
یعنی: "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کر دیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے جانے والے نہیں ہو؟

★ نیز فرمایا: "ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر نہیں پیدا کر دیا یقیناً ہم اُن دونوں کو ایک ٹھوس حقیقت کے طور پر پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ فیصلے کے دن ان سب کی حاضری کا وقت مقرر ہے۔" (پ ۲۵ سورۃ ۴۴ آیت ۳۸ تا ۴۰)

www.drhasanrizvi.com

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ كَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

(۲۸) کیا ہم اُن لوگوں کو جو ابدی حقیقتوں کو دل سے مانتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اُن کے برابر کر دیں گے جو زمین پر فساد پھیلاتے ہیں؟ کیا خدا کی عظمت سے متاثر ہو کر برائیوں سے بچنے والوں کو ہم فاسقوں فاجروں جیسا کر دیں؟

اللہ کے عادل ہونے کا قطعی ثبوت

محققین نے لکھا کہ اس آیت سے اللہ کا عادلِ مطلق ہونا دو طرح سے ثابت ہے۔ (۱) سب سے پہلے تو کافروں کو مخاطب فرما کر خدا فرما رہا ہے کہ "کیا ہم ایسا ظلم کر سکتے ہیں؟" اس کے معنی یہ ہوئے کہ عقل خود خدا کے عادلِ مطلق ہونے کو لازمی قرار دیتی ہے۔ (۲) پھر یہ کہ خدا کی عدالت کا انکار کرنا اور خدا کی طرف ظلم کی نسبت دینا کفار اور مشرکین کا شیوہ رہا ہے' اہلِ ایمان کی یہ شان نہیں ہوتی۔ (فصل الخطاب)

★ اس لیے یہ عقیدہ قطعاً غلط ہے کہ "خدا کے لیے عدل کرنا ضروری نہیں۔ وہ جو چاہے کرے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے۔" یہ تو ایسی ہی بات ہوئی کہ کسی سے پوچھا گیا کہ "شیر انڈے دیتا ہے یا بچے"؟ اُس کو معلوم نہ تھا۔ اس لیے اُس نے سوچ کر کہا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے' وہ چاہے تو انڈے دے' چاہے تو بچے دے۔ غرض اس طرح کا عقیدہ رکھنا یقیناً خداوندِ عالم کی توہین کے مترادف ہے' (معاذ اللہ) اصل میں یہ عقیدہ ظالم حکمرانوں نے اپنے ظلم کے جواز میں رائج کیا۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ظلم سے بڑا کوئی عیب نہیں۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ (۲۹) یہ وہ کتاب ہے (جو اس برابری
مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ کی نفی کرتی ہے) جسے ہم نے اُتارا ہے
وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وہ برکت والی ہے (کتاب) تاکہ یہ لوگ اُس کی
آیتوں پر غور کریں، اور تاکہ عقل والے
نصیحت اور سبق حاصل کریں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ (۳۰) اور داؤد کو ہم نے سلیمانؑ (جیسا
نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ بیٹا) عطا کیا۔ وہ بہت ہی اچھے بندے
تھے، کثرت سے اپنے پالنے والے مالک کی طرف لو لگا کر رجوع کرتے تھے،

"برکت" عربی میں برکت کے معنی: "دیرپا ہونے" کے بھی ہوتے ہیں۔ قرآن کو بابرکت اس لئے بھی کہا کہ: "یہ کتاب باقی رہنے والی ہے۔ منسوخ ہونے والی نہیں۔" اسی لیے قرآن پر جتنا غور و فکر کیا جائے گا اُس کے حقائق، دقائق اور نکات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ (تفسیر ماجدی، مفردات القرآن)

★ فرزند رسول خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "قرآن کی صفت یہ ہے کہ اس کے عجائب و غرائب (کمالات) کبھی ختم ہونے والے نہیں، قرآن کے مضامین فنا پذیر نہیں۔"

★...... (الکافی، فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ (۳۱) جب شام کے وقت اُن کے

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ ۝۳۱ سامنے خوب سدھائے ہوئے

تیز رفتار گھوڑے معائنہ کے لیے پیش کیے گئے

فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ (۳۲) تو اُنھوں نے کہا: "میں نے اِس

الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ مال اور گھوڑوں کی محبّت کو اپنے

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ وقفہ رَبّ کی یاد کی وجہ سے اختیار کیا

ہے۔" یہاں تک کہ جب وہ (سورج) نگاہوں

سے چُھپ گیا"

رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا (۳۳) تو اُنھوں نے فرشتوں کو حکم دیا کہ) اُسے

بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳ میرے پاس واپس لاؤ، پھر (وضو کے لئے

اپنی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

---

* الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ کے معنی ایسے گھوڑے ہیں جو نہایت سکون کے ساتھ کھڑے ہوں، اُچھل کود نہ کریں اور بہت تیز دوڑنے والے ہوں۔* (لسان العرب، لغات القرآن، مفردات امام راغب)۔

* "الصّٰفِنٰت" صافن کی جمع ہے اور غیر ذوی العقول کی جمع صحیح الف و تا کے ساتھ خلافِ قیاس ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اور "صافن" اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جو تین پاؤں پر سہارا دے کر چوتھے سُم کا صرف کنارہ زمین پر لگائے، اچھے گھوڑوں کی علامت ہے۔

اور "جیاد" جواد کی جمع ہے۔ جیاد اُن گھوڑوں کو کہتے ہیں جو کھلا اور تیز قدم اُٹھاتے ہوں۔

...... (تفسیر انوار النجف)

آیت ۳۲ کی تشریح : حُبَّ الْخَيْرِ : "خیر" سے مراد خیل۔ یعنی گھوڑے ہیں اور عرب لوگ عموماً گھوڑوں کو خیر سے تعبیر کرتے تھے۔

(تفسیر انوار النجف)

"خیر" کا لفظ عربی میں مال کے لیے استعمال ہوتا ہے اور گھوڑوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیوں کہ حضرت سلیمانؑ نے گھوڑے جہاد کے لیے رکھے تھے اس لیے اُن گھوڑوں کے لیے "خیر" کا لفظ استعمال فرمایا۔

(تفسیر کبیر)

آیت ۳۳ کی تشریح فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "ایک دن شام کے وقت حضرت سلیمانؑ کے سامنے (جنگی) گھوڑے پیش کیے جا رہے تھے۔ آپؑ اُن کے معائنہ فرمانے میں مشغول تھے کہ سورج غروب ہونے لگا۔ پس حضرت سلیمانؑ نے فرشتوں سے فرمایا کہ سورج کو ہمارے لیے لوٹاؤ تاکہ ہم نمازِ عصر ٹھیک وقت پر پڑھ لیں۔ چنانچہ سورج پلٹایا گیا، حضرت سلیمانؑ کھڑے ہوئے اور اپنی پنڈلیوں اور گردن کا مسح کیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ کیوں کہ نماز کے لیے اُن کا طریقہ وضو یہی تھا۔ پھر انھوں نے نماز ادا فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تب سورج دوبارہ غروب ہو گیا اور اچانک ستارے نکل آئے۔ اسی واقعہ کو ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

...... (تفسیر صافی بحوالہ من لا یحضرہ الفقیہ)

دوسری تفسیر بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر

www.drhasanrizvi.com

شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے کیوں کہ وہ جہاد کے گھوڑے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ جو چیز جہاد کے کام آئے وہ بھی قابلِ توجہ ہوتی ہے۔ اِسی معائنہ کرنے کے دوران کچھ نوافل پڑھنے سے رہ گئے اِس پر حضرت سلیمانؑ نے اُن گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا اور اُن کا گوشت فقراء کو کھلا دیا۔

★ ...... (تفسیر کبیر)

★ بعض مفسّرین نے لکھا کہ: "یہ کیسے ممکن ہے کہ خداوندِ عالم ایک طرف تو تعریف فرما رہا ہے۔ اور دوسری طرف یہ مذمّت کہ نماز تک بھول گئے اور گھوڑوں کا معائنہ کرتے رہے۔؟

اِس کا غالباً جواب یہ ہے کہ گھوڑوں سے اُن کا لگاؤ اور دلچسپی بھی خدا ہی کی محبّت کی وجہ سے تھی کیوں کہ وہ جہاد کے گھوڑے تھے۔

★ ...... (تنزیہ الانبیاءؑ صـ ۹۳)

★ علّامہ مجلسیؒ نے لکھا: "حضرت سلیمانؑ سے کوئی گناہ نہیں ہوا تھا، کیوں کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر نماز قضا نہیں کی تھی۔ وہ گھوڑوں کے معائنے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ نماز کا وقت نکل گیا اِسی لیے اُن کے کہنے پر سورج پلٹ آیا۔

★ ...... (بحار الانوار کتابِ نبوّت)

★ یہ غلط ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے تلوار سے گھوڑوں کی پنڈلیاں کاٹ دیں ★ پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے سے مراد وضو کرنا ہے جو اُن کا طریقۂ وضو تھا۔ وضو کر کے اُنھوں نے نماز پڑھی۔

رہا یہ سوال کہ واجب نماز کیسے بھول گئے؟

اِس کا جواب یہ دیا گیا کہ وہ واجب نماز نہیں بھولے تھے، بلکہ کچھ نوافل و سنّتیں بھولے تھے۔ اور نہ گھوڑوں کی محبّت کو اپنے ربّ کی محبّت پر ترجیح دی کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو آیت میں عن کے بجائے علیٰ استعمال ہوتا۔ (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ (۳۴) پھر ہم نے سلیمانؑ کا

وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ امتحان اِس طرح لیا کہ اُن کی

جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ کرسی پر ایک (مردہ) جسم کو لا کر

ڈال دیا۔ پھر اُنھوں نے اللہ کی طرف رُجوع کر لیا۔

حضرت سلیمانؑ کا امتحان

اِس آیت کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں جو زیادہ تر اسرائیلیات پر مبنی ہیں، اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) حضرت سلیمانؑ کے محل میں اُن کی ایک بیوی ۴۰ دن تک بت پرستی کرتی رہی جس کی اُن کو خبر تک نہ ہوئی۔ (۲) حضرت سلیمانؑ چند دن گھر بیٹھے رہے اور فریاد کرنے والوں کی فریادیں نہ سنیں۔ (۳) اِسی دوران شیطان اُن کی وہ انگوٹھی اُڑا لے گیا جس کی وجہ سے وہ حکومت کرتے تھے اور اُن کی کرسی پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا۔ (۴) حضرت سلیمانؑ کے ہاں بیس سال کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا۔ شیطانوں نے چاہا کہ اُس کو قتل کر دیں تاکہ وہ ہم پر حکومت نہ کرے۔ حضرت سلیمانؑ نے بیٹے کو بادلوں کے حوالے کر دیا کہ وہ اُس کی حفاظت کریں، اور خدا پر بھروسہ نہ کیا۔ اسی خطا کی وجہ سے وہ بچہ مردہ ہو گیا اور کرسی پر ڈال دیا گیا۔ (۵) ایک رات حضرت سلیمانؑ نے قسم کھائی کہ آج کی رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، تاکہ ہر بیوی سے ایک بچہ پیدا ہو اور خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ کیوں کہ انشاء اللہ نہ کہا تھا اِس لیے صرف ایک بیوی سے ادھورا بچہ پیدا ہوا جسے دائی نے لا کر اُن کی کرسی پر ڈال دیا۔ کہ یہ ہے تمہاری حکومت کا وارث۔

(بخاری۔ مسلم)

★ حضرت سلیمانؑ کا ترکِ اولیٰ یہ تھا کہ قسم کھالی اور انشاء اللہ نہ کہا اور اپنی طاقت پر بھروسہ کیا۔

(تفسیر نمونہ)

(اِس سلسلے میں اسرائیلیات کے تمام افسانے بے بنیاد ہیں۔)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ (۳۵) اُنھوں نے دعا کی: اے میرے
لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ پالنے والے مالک! مجھے معاف
مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّکَ اَنْتَ کردے، اور مجھے وہ بادشاہی عطا فرما
الْوَھَّابُ ﴿۳۵﴾ جو میرے بعد کسی کی شان کے لائق نہ ہو۔
حقیقتاً تو بہت بڑا عطا کرنے والا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ (۳۶) تو ہم نے ہوا تک کو اُن کے
بِاَمْرِہٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ قبضے میں دے دیا، جو اُن کے حکم سے
جدھر وہ چاہتے تھے بڑی نرمی کے
ساتھ چلتی تھی۔

وَالشَّیٰطِیْنَ کُلَّ بَنَّآءٍ (۳۷) اور شیطانوں کو بھی اُن کے قبضے
وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ میں دے دیا، جن میں ہر قسم کی عمارت بنانے
والا، اور غوطہ لگانے والا تھا۔

www.drhasanrizvi.com

وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي (۳۸) اور دوسرے بھی تھے جو زنجیروں

الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ میں جکڑے ہوئے تھے۔

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ (۳۹) یہ ہماری عطا ہے تمھیں اختیار

اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ ہے جسے چاہے دو اور جس سے چاہو

روک لو، کوئی حساب کتاب نہیں۔

پروردگارِ عالم کی عطائیں

فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے:

"حضرت سلیمان ؑ کو خداوند عالم نے بڑا ملک عطا فرمایا تھا پھر اسی آیت کا یہی حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں جاری ہوا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار عطا ہوا کہ جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور جس سے چاہیں روک لیں۔ مگر حضرت سلیمان ؑ سے کہیں زیادہ ہمارے رسول ؐ کو دیا گیا۔ کیوں کہ (قیامت تک کے لئے) خداوندِ کریم نے ارشاد فرمایا: " وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ... الخ" (سورۃ الحشر آیت ۷ پارہ ۲۸)

یعنی: "اور جو کچھ بھی رسول ؐ تمھیں دیں پس وہ لے لو، اور جس چیز سے وہ تم کو منع کریں اس سے رُک جاؤ۔" (القرآن) (تفسیر صافی بحوالہ کافی)

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ::: اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

یعنی: مصطفٰی ؐ تک پہنچنے کی (پیروی کرنے کی) کوشش کرو، کہ سارے دین کا حاصل بس یہی ہے اگر ان ؐ تک نہ پہنچے گا تو پھر جو کچھ بھی ہے وہ سب کفر کے سوا کچھ نہیں۔

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى (۴۰) اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کے

وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ لیئے ہمارے ہاں بڑے تقرب کا مقام

اور انجام کی بہتری ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ (۴۱) اور ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر

نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ کرو، جب اُنھوں نے اپنے پالنے والے

الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ مالک کو پکارا کہ شیطان نے مجھے

عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا (۴۲) (ہم نے کہا) اپنا پاؤں زمین پر مارو۔

مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ یہ ٹھنڈا پانی موجود ہے نہانے کے لیے

بھی اور پینے کے لیے بھی۔

آیت ۴۰: اللہ نے حضرت سلیمانؑ کو اُن کے حُسنِ کردار کی بنا پر ایسے اعلیٰ مراتب عطا فرما کر اُن کے دشمنوں کو ذلیل کیا۔

آیت ۴۱ کی تشریح۔ فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

"شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ ایوبؑ جو تیرا شکر گذار ہے وہ اِس لیئے ہے کہ تو نے اُن کو بیحد و بیحساب نعمتیں عطا کر دی ہیں، اگر یہ نعمتیں تو چھین لے تو پھر کبھی وہ شکر نہ ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو

www.drhasanrizvi.com

اجازت دے دی کہ ایوبؑ کی دنیا پر قبضہ کرلے۔ چنانچہ شیطان نے حضرت ایوبؑ کی کھیتیاں مال و دولت بھیڑ بکریاں، آل و اولاد سب ختم کردیں، مگر حضرت ایوبؑ کے شکر میں کمی نہ آئی، بلکہ شکر و عبادت میں اور اضافہ ہوگیا۔ پھر شیطان نے خداوندِ عالم سے درخواست کی کہ ان کو بیمار کردے۔ مگر بیماری میں بھی شکر میں کمی نہ آئی۔ پھر ایک جماعت ان کو بیماری کی حالت میں دیکھنے آئی تو انھوں نے حضرت ایوبؑ سے کہا: "اے ایوبؑ! آخر تم سے کونسا گناہ ہوگیا ہے کہ ایسے دردناک عذاب میں گرفتار ہو گئے"؟

یہ سن کر حضرت ایوبؑ کا دل ٹوٹ گیا اور فرمایا کہ "میرے پالنے والے مالک کی قسم میں نے کبھی کوئی غلط کام نہیں کیا، ہمیشہ خدا کی عبادت کرتا رہا۔ جب بھی کوئی لقمہ کھایا تو کوئی نہ کوئی یتیم، غریب مسکین میرے دسترخوان پر ہوتا تھا۔

بالآخر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی، تو خداوندِ کریم و رحیم نے اپنی رحمت کے دروازے ان پر کھول دیے اور پہلے سے بھی کہیں زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں تاکہ لوگ جان لیں کہ صبر و شکر کا انجام کتنا اچھا ہوتا ہے۔

* ..... (تفسیر نور الثقلین، تفسیر علی بن ابراہیم، تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر
تفسیر صافی، اعلام القرآن، تفسیر نمونہ، تفسیر انوار النجف)

* یہاں مصائب سے جسمانی مصیبتیں مراد نہیں، بلکہ ذہنی اذیت اور کشمکش مراد ہے جو حضرت ایوبؑ کو نعمتوں کے زوال اور مصائب کی فراوانی پر تھی۔ اسی ذہنی تکلیف کو آپؑ شیطان کی وسوسہ انگیزی اور بدمعاشی فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس ذہنی تکلیف اور کشمکش کو سراسر بیجا اور غلط سمجھتے ہیں۔ * (تبیان)

* البتہ یہ ممکن ہے کہ مرض تو قابلِ نفرت نہ ہو مگر شیطان نے پروپیگنڈہ کرکر کے لوگوں کو ان سے متنفر کردیا ہو اگر ایسا ہے تو یہ بات شانِ رسالت کے خلاف نہ ہوگی۔ * (فصل الخطاب)

* برائی کو خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف نسبت دینا خاصانِ خدا کے آداب میں داخل ہے۔
* (مرشد تھانوی)

www.drhasanrizvi.com

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ (۴۳) مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۴۳﴾

پھر ہم نے اُنھیں اُن کے اہل و عیال، آل اولاد بھی واپس کر دی اور اُن کے ساتھ اپنی رحمت سے اُتنے ہی اور (بھی دیے) عقل و فکر رکھنے والوں کے لیے یادگار سبق کے طور پر۔

وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبْ (۴۴) بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

(پھر ہم نے اُن سے کہا) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک گچھا لے کر اُس کو (اپنی زوجہ کو) مار دو، اور اپنی قسم نہ توڑو۔ بیشک ہم نے اُسے صبر کرنے والا پایا۔ بڑا ہی اچھا بندہ۔ حقیقتاً وہ اپنے مالک کی طرف بہت لو لگانے والے اور بڑا رجوع کرنے والے تھے۔

★ حضرت ایوبؑ کی بیماری کی مدت سات برس منقول ہے (تفسیر مجمع البیان بروایت قتادہ، انوار النجف)

★ ایک روایت میں اٹھارہ ۱۸ برس ہے۔ (تفسیر مقتنیات الدرر، انوار النجف)

★ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ شیطان حضرت ایوبؑ کی زوجہ رحمہ بنت یوسف نبیؑ کے پاس ایک طبیب کی شکل میں آیا اور بولا کہ میں ایوبؑ کا علاج کر دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ بیماری سے شفا کے بعد ایوبؑ یہ کہدیں کہ

www.drhasanrizvi.com

صرف میں نے اُن کو شفا دی ہے۔ پس یہی اُجرت چاہیئے۔ حضرت ایوبؑ کی زوجہ کیوں کہ بیماری سے سخت پریشان تھیں اِس لیے راضی ہوگئیں۔ لیکن حضرت ایوبؑ اُن پر غصہ ہوئے کہ اِس ملعون کو کیوں لے آئی۔

★ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ایوبؑ نے اُن کو کسی کام سے بھیجا تھا، وہاں دیر ہوگئی، اِس لیے اِس غصہ میں انھوں نے سو کوڑے مارنے کی قسم کھالی

★ (تفسیر نمونہ)

★ یہاں درخت کی پتلی پتلی ٹہنیوں کو جو قمچیوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں، اُن کا گچھا بنا کر مارنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ ★ (لغات القرآن نعمانی جلد ۴)

★ چنانچہ حضرت ایوبؑ نے ایک سو لڑیوں والا خوشۂ کھجور اُٹھا کر اپنی زوجہ کو ایک دفعہ مارا اور قسم پوری ہوگئی۔ ★ (تفسیر انوار النجف)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:
"عِنْدَ تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُونُ الْفَرْجَةُ وَعِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَاءِ يَكُونُ الرَّخَاءُ" یعنی: "جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش و فراخی، فرج و خوشی نزدیک ہوجاتی ہے اور جب ابتلاء، مصیبت اور بلاؤں کے حلقے زیادہ تنگ ہوجاتے ہیں تو راحت و خوشی حاصل ہوتی ہے۔" ★ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۳۵۱)

★ فرزند رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ"
یعنی: "سب سے زیادہ خدا کے رسولوںؑ، نبیوںؑ کو مشکلات میں آزمایا اور گرفتار کیا جاتا ہے، پھر وہ لوگ جو اُن کے بالکل پیچھے قریب تر ہوتے ہیں، پھر اُن جیسے، پھر اُن جیسے۔" ★ (سفینۃ البحار جلد ۱)

★ نیز فرمایا: "جنت میں ایک مقام ایسا ہے جس تک کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا مگر مشکلات اور امتحانوں سے گذر کر۔" (یہی وہ مقام حاصل ہو سکتا ہے) ★ (سفینۃ البحار جلد ۱)

www.drhasanrizvi.com

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ (۴۵) اور ہمارے بندوں ابراہیمؑ

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کیجیے

الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ جو بڑی قوّتِ عمل رکھنے والے اور

اور بڑی گہری نگاہوں (بصیرت) والے تھے

اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ (۴۶) ہم نے اُنھیں عالمِ آخرت کو یاد

ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ رکھنے کی پُرخلوص صفت کے ساتھ

مخصوص کیا تھا۔ (یا) ہم نے اُن کو ایک

خالص صفت کی بِنا پر چُنا تھا اور وہ صفت آخرت کے گھر کی یاد تھی۔ (یعنی۔ اُن کی بلندیوں کی اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کی ساری فکر اور تمام کوششیں آخرت کے لیے تھیں۔ وہ خود بھی آخرت کو یاد رکھتے تھے، اور دوسروں کو بھی یاد دلاتے رہتے تھے۔)

" اُولِى الْاَيْدِىْ " کے معنی "طاقت والے۔" انبیاءِ کرامؑ زبردست قوّتِ صبر کے مالک تھے خدا کی اطاعت کرنے میں ذرہ برابر بھی کمزوری نہ دکھاتے تھے۔ خدا کے دین کو پھیلانے میں زبردست قوّت کا مظاہرہ کیا۔

★ "ابصار" سے مراد دل اور عقل کی نگاہ اور بصیرت والے تھے۔ حق شناس، علم و معرفت کی روشنی میں چلتے تھے

؎ دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ※ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (اقبالؔ) پھر دعا کرتے رہیا۔

؎ اگر شاہاں نیم تیغِ علیؑ را ※ نگاہم دہ چوں شمشیرِ علیؑ تیز (اقبالؔ)

اصل میں یہ ہمارے لیے سبق ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں حضرت علیؑ کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔

www.drhasanrizvi.com

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ (۴۷) اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک
الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ چُنے ہوئے نیک لوگوں میں سے تھے۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَ (۴۸) اور اسماعیلؑ، الیسعؑ اور
ذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ ذوالکفلؑ کا ذکر کرو، یہ سب کے سب
الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ نیک لوگوں میں سے تھے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ (۴۹) غرض یہ بڑا اہم تذکرہ ہے اور
لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ حقیقت یہی ہے کہ خدا کی عظمت
سے متاثر ہو کر برائی سے بچنے والے
متقین کے لیے انجام کی بہتری ہی بہتری ہے

★ "الیسعؑ" اخطوب کے بیٹے تھے، اُن کو حضرت الیاسؑ پیغمبر نے بنی اسرائیل کا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد خدا نے اُن کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ ★ "ذوالکفل" حضرت یوشعؑ بن نون کا دوسرا نام ہے جو حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے۔ ★ ... (تفسیر صافی)

★ بعض جدید مفسرین نے "ذوالکفل" سے مہاتما گوتم بدھ مراد لیا ہے۔ کیوں کہ "ذو" کے معنی والا اور "کفل" "کپل" کا معرب ہے۔ اس طرح اس کے معنی "کپل والا" ہو گئے ہیں۔ اور مہاتما گوتم بدھ "کپل وستو" کے رہنے والے تھے (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ (۵۰) ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی جنتیں

الۡاَبۡوَابُ ﴿۵۰﴾ جن کے دروازے اُن کے لیے کھلے ہوں گے۔

مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا (۵۱) وہ اُن میں تکیوں سے لگے ہوئے

بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ بیٹھے ہوں گے، کھانے اور پینے کی

بہت سی چیزیں طلب کرتے ہوں گے۔

وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ (۵۲) اور اُن کے پاس شرمیلی ہم عمر حوریں

اَتۡرَابٌ ﴿۵۲﴾ ہوں گی۔

آیت ۵۰ : "ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے اُن کے لیے کھلے ہوں گے"۔ یعنی: مومن کو دروازے کھولنے یا کھلوانے کی زحمت تک گوارا نہیں کرنی پڑے گی۔ جیساکہ سورۃ الزمر میں فرمایا: "حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡهَا وَفُتِحَتۡ اَبۡوَابُهَا"۔ یعنی: یہاں تک کہ جب وہ (مومنین) وہاں (جنت میں) پہنچیں گے تو اُس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے۔" (سورۃ الزمر آیت ۷۳ پارہ ۲۴) (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

آیت ۵۲ کی تشریح : "اتراب" سے مراد ہم سن یا ہم عمر عورتیں ہی نہیں بلکہ وہ عورتیں بھی مراد ہیں جو ذوق و شوق، عادات و جذبات میں ہم آہنگی رکھتی ہوں۔ (امام راغب)

نتائج محققین نے نتیجے نکالے (۱) مباح یا حلال عورتوں کی طرف مردوں کی رغبت اور عورتوں کی حلال مردوں کی طرف رغبت کمال کے منافی نہیں۔ (تفسیر ماجدی)

"قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ" (اپنے شوہروں کے سوا سب نامحرموں سے نظریں بچانے والی۔ شرمیلی، نیچی نظریں رکھنے والی۔) (مفردات امام راغب)

هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ (٥٣) یہ وہی ہے جس کا حساب کے دن
الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ (٥٤) حقیقت یہ ہے کہ یہ ہمارا دیا ہوا
نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ (٥٥) یہ (تو ہے متقین کا انجام) اور
لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ سرکشوں کے لیے انجام کی بُرائی ہی بُرائی ہے۔

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ (٥٦) جہنم ہی جہنم، جس میں وہ جھلسائے
الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ جائیں گے، تو بہت ہی بُرا ہے
وہ ٹھکانا۔

هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ (٥٧) یہ ہے اُن کے لیے، پس وہ مزے چکھیں
وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ گرم کھولتے ہوئے پانی، کچے خون اور پیپ کا۔

وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ (٥٨) اور اسی صورت کی دوسری ملتی جلتی
ہوئی تلخیوں کا۔

"غسّاق" کے معنی جسم سے نکلنے والی غلیظ رطوبتیں، پیپ، کچلہو وغیرہ انتہائی بدبودار چیزیں۔ (لغات القرآن۔ مفردات قرآن)

www.drhasanrizvi.com

www.drhasanrizvi.com

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ (۵۹) یہ بڑا گروہ اور فوج کی فوج ہے جو
لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۚ اِنَّهُمْ صَالُوا تمہارے ساتھ ساتھ (جہنم میں) جمِ غفیر کی
النَّارِ (۵۹) طرح داخل ہو رہی ہے۔ اُن کا بھلا نہ ہو
اُنھیں تو اُسی آگ کی گرمی کو برداشت کرنا ہے۔

قَالُوا بَلْ اَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًۢا (۶۰) جہنمیوں نے (آنے والی فوج سے) کہا:
بِكُمْ ۚ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ "بلکہ تم ہی جھلسے جارہے ہو، تمہارا ہی
فَبِئْسَ الْقَرَارُ (۶۰) بھلا نہ ہو، تم ہی یہ دن ہمارے سامنے
لائے، کیسا بُرا ہے یہ ٹھکانا۔"؟

دوزخی پیروں اور مریدوں کا مکالمہ

یہ باتیں سرکش ظالم، حق کے دشمن کافروں اور ظالموں کے سرداروں اور پیروں سے جہنم میں داخلے کے وقت کہی جائیں گی جس وقت اُن کی پیروی کرنے والے مریدوں کی فوجیں گروہ در گروہ اُن کے ساتھ ساتھ ہوں گی۔ ★ "اقتحام" کے معنی چھوٹے دروازے سے بہت بڑے ہجوم کا داخل ہونا ہوتا ہے۔ جہنم کا دروازہ چھوٹا اور داخل ہونے والے بہت زیادہ ہوں گے۔ (تفسیر صافی)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ظالموں، مشرکوں، کافروں کی کثرت کی وجہ سے جہنم اُن پر ایسی ہوجائے گی جیسے تیر کا پیکان تنگ ہوجاتا ہے۔ (زیادہ تیروں کی وجہ سے) ★ ..... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا (۶۱) پھر وہ کہیں گے: "اے ہمارے مالک!
هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا جو ہمارے سامنے اس (انجام کو)
فِي النَّارِ (۶۱) لایا اس کو جہنم کی دوگنی سزا دے۔"
وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا (۶۲) پھر وہ آپس میں کہیں گے: "آخر کیا
كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ (۶۲) بات ہے، ہم یہاں ان لوگوں کو نہیں دیکھتے
جنھیں ہم بہت ہی برے آدمیوں میں شمار کرتے تھے؟
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ (۶۳) ہم نے تو اُن کا بڑا مذاق اُڑایا
زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ (۶۳) تھا (یا دکیا) ہماری نظریں اُن کے دیکھنے سے قاصر (چوک رہی) ہیں؟"

★ دوزخی جہنم میں آلِ محمدؐ کے محبوں کو تلاش کریں گے

فرزندِ رسول خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "تم لوگ (ہمارے پیروکار) جو جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہو گے، اور تمہارے دشمن تمھیں جہنم میں تلاش کر رہے ہوں گے...... مگر تم وہاں کہاں ہو گے؟ یہ آلِ محمدؐ کے دشمن ہوں گے جو دنیا میں محبانِ آلِ محمدؐ کو اشرار اور رافضی اور کافر کہہ کر یاد کرتے تھے، وہی لوگ جہنم میں "اشرار" شریر لوگ کہہ کر تلاش کریں گے۔"

(تفسیر صافی۔ البصائر۔ انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ (۶۴) بیشک یقیناً ایسا ہی واقعہ ہونا
أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾ ہے۔ جہنم والوں میں یہی کچھ جھگڑے
ہو رہے ہوں گے۔ ع ۴ ۱۲

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا (۶۵) فرما دیجیے کہ: "میں تو بس (برائی
مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ کے انجام سے) ڈرانے والا ہوں' اور
الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ کوئی خدا (معبود) نہیں ہے سوا اللہ
کے، جو یکتا ہے' زبردست اور سب پر
غالب ہے

رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (۶۶) آسمانوں اور زمین کا' اور ان کے
وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ درمیان کی چیزوں کا پالنے والا مالک ہے
جو زبردست عزت و غلبہ والا بھی ہے اور
بڑا ہی معاف کرنے والا بھی ہے"

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ﴿۶۷﴾ ان سے کہہ دیجیے کہ: "یہ بہت بڑی خبر ہے۔

www.drhasanrizvi.com

أَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ (۶۸) جس سے تم بے پروائی اختیار کیے ہوئے ہو۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ (۶۹) مجھے تو عالمِ بالا کے رہنے والوں کا

بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ کوئی علم نہ تھا جب سوال و جواب یا بحث مباحثہ کر رہے تھے؟

إِنْ يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا (۷۰) مجھے تو وحی کے ذریعے یہ باتیں

نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٧٠﴾ صرف اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ میں

صاف صاف کھلا کھلا خبردار کرنے والا (بُرائی کے بُرے انجام سے) ڈرانے والا ہوں۔

مَلا اعلیٰ (عالمِ بالا) میں کیا مباحثہ ہو رہا تھا؟

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: مجھے پروردگارِ عالم نے بتایا کہ: "وہاں فرشتے دو باتوں پر بحث کر رہے تھے (۱) کفارات، یعنی وہ کونسے اعمال ہیں جن کی وجہ سے غلطیوں کا کفارہ ہو جاتا ہے؟ (۲) درجات، یعنی وہ کونسے اعمال ہیں جن کی وجہ سے درجات بلند ہوتے ہیں؟ پس کفارات تین ہیں (۱) موسمِ سرما میں وضو کرنا۔ (۲) (نماز) جماعت کی طرف جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ اور درجات بھی تین ہیں: اِفْشَاءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ یعنی: بکثرت سلام کرنا، مہمان نوازی (بکثرت لوگوں کو کھانا کھلانا) اور جب لوگ سو رہے ہوں، نمازِ شب پڑھنا۔ ★ (تفسیر مجمع البیان بروایت ابن عباس، تفسیر درِ منثور، تفسیر انوار النجف)

★ شبِ معراج کی روایت میں درجات یہ ہیں (۱) موسمِ سرما میں وضو کرنا (۲) جماعت کی طرف چل کر جانا (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا (۴) مرتے دم تک میری اور میرے اہلبیتؑ کی محبت رکھنا۔ (نور الثقلین بروایت خصال)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (۷۱) جب تمہارے پالنے والے مالک

اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ نے فرشتوں سے کہا: "میں مٹی

سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ (۷۲) تو جب میں اُسے پوری طرح

فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا تیار کرلوں اور اُس میں اپنی خاص

لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ روح میں کا ایک جزو پھونک دوں

تو تم اُس کے آگے سجدے میں گر جانا۔"

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ (۷۳) تو جتنے فرشتے تھے سب کے

اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ سب نے سجدے کیے۔

اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ (۷۴) سوا ابلیس کے، اُس نے

كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ تکبّر کیا اور وہ کافروں (منکروں) سے ہی میں تھا۔ (یا) ہوگیا۔

قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ (۷۵) خدا نے کہا: "اے ابلیس! تجھے

کس چیز نے روک دیا

www.drhasanrizvi.com

اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ ﴿۷۵﴾	اُس کے سامنے سجدہ کرنے سے جسے میں نے خود اپنے دونوں ہاتھوں (یعنی) اپنی قدرتِ خاص سے پیدا کیا ہے؟ تُو بڑا بن رہا ہے یا تُو واقعی اونچے درجے کی ہستیوں میں سے تھا؟
(اس آیت کی تفسیر صفحہ ۳۵۲ پر بھی ملاحظہ فرمائیں)	
قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۷۶﴾	(۷۶) ابلیس نے جواب دیا: "میں اُس سے بہتر ہوں (کیوں کہ) آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا تھا، اور اُس کو مٹی سے"۔

ۃ "عَالِیۡنَ": بلند درجے والے" ابوسعید خُدری کہتے ہیں کہ ہم جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "تُو بڑا بن رہا ہے یا واقعی تُو اُونچے درجے والوں میں سے تھا؟" کا کیا مطلب ہے؟ وہ کون لوگ ہیں جو فرشتوں سے بھی بلند ہیں؟ فرمایا: "میںؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ حسینؑ، ہم سُرادقِ عرش میں اللہ کی تسبیح کرتے تھے ملائکہ نے ہم سے سُن کر تسبیح کی۔ یہ بات حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے کی ہے۔ اور فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی ہماری ہی وجہ سے ملا تھا (کیوں کہ حضرت آدمؑ کی پیشانی میں ہمارے انوار موجود تھے) چناں چہ ابلیس کے علاوہ سب

www.drhasanrizvi.com

فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اِس نافرمانی کی بنا پر ابلیس کو اللہ کا خطاب بطورِ سرزنش کے ہوا اور فرمایا: اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ہ یعنی

کیا تُو نے تکبر کیا؟ یا تُو اونچے طبقے سے ہے؟

یعنی کیا تو اُن بلند مرتبہ "عالین" میں سے ہے جن کے اسمائے طاہرہ سُرادِقِ عرش پر مکتوب ہیں۔؟

پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

* "ہم اللہ کا وہ باب (دروازہ) ہیں جس سے گذر کر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں رسائی ہوتی ہے۔
* اور ہماری بدولت ہی لوگوں تک ہدایت پہنچتی ہے۔
* جو شخص ہمارے ساتھ محبت کرے گا، خداوندِعالم اُس سے محبت رکھے گا، اور
* اُس کو جنّت کا ٹھکانہ اور مقام عطا فرمائے گا، اور
* جو شخص ہمارے ساتھ دشمنی رکھے گا، خداوندِعالم بھی اُس سے دشمنی رکھے گا اور اُس کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ اور
* ہمارے ساتھ محبت وہی رکھے گا جس کی ولادت پاکیزہ ہوگی۔

(تفسیر برہان، بشارات الشیعہ، تفسیر انوار النجف)

"قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ..." یعنی: اُس نے کہا میں آدمؑ سے افضل، اچھا ہوں۔ کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدمؑ کو مٹّی سے خلق کیا ہے۔

ابلیس نے قیاس کیا کہ آگ مٹّی سے افضل و بہتر ہے۔ لہٰذا افضل کے لیے مفضول کے سامنے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اُس کا قیاس باطل تھا۔ (کیوں کہ اللہ کبھی کوئی غلط یا ناجائز حکم نہیں دیتا)

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ (۷۷) خدا نے حکم دیا: "اچھا تو یہاں
رَجِیْمٌ ﴿۷۷﴾ سے نکل، حقیقتاً تو مردود ہے۔
(دیا)، تو ہمیشہ کے لیے راندہ ہوا ہے۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى (۷۸) اور یقیناً تجھ پر بدلہ کے دن
يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ تک میری لعنت اور پھٹکار ہے
(یعنی) میری رحمت سے دوری ہی ہے۔"

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى (۷۹) ابلیس بولا: "اے میرے مالک! یہ بات
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ ہے تو پھر مجھے اُس وقت تک کے لیے مہلت
دے دے جب (سب) لوگ دوبارہ اُٹھائے
جائیں گے۔"

تکبّر کی مذمت جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "ابلیس نے ہزارہا سال خداوندِ تعالیٰ کی عبادت کی تھی، مگر گھڑی بھر کا تکبر اُس کو جہنم میں لے گیا اور سب عمل برباد ہو گیا۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص وہی ابلیس والا کام (یعنی تکبر) کرے، اور خداوندِ قہار کے غیظ و غضب سے بچا رہے؟" (نہج البلاغہ خطبۂ قاصعہ)

ع گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں ٭ اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا؟

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ فرمایا: "تجھے موقع دیا جاتا ہے،

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ اُس دن تک جس کا وقت مجھے معلوم ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ ﴿۸۲﴾ ابلیس نے کہا: "تیری عزت

اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ کی قسم، میں اُن سب کو گمراہ کرکے دم لوں گا۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ سوا تیرے نکھارے ہوئے خالص بندوں کے۔"

سوال یہ ہے کہ: "اللہ نے ابلیس کو مہلت کیوں دی؟" فوراً ہی فنا کیوں نہ کر دیا؟

جواب یہ ہے کہ: "خدا نے دنیا کو لوگوں کا امتحان لینے کے لیے پیدا کیا ہے" تاکہ لوگ برائی سے بچیں وہ بھی اپنی عقل و اختیار کو استعمال کر کے۔ تاکہ خدا کے عظیم ترین اجر اور درجات کے مستحق قرار پائیں۔ (تفسیر نمونہ)

آیت ۸۲: امام رازی نے لکھا کہ یہاں شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت خود اپنی طرف دی کہ: "تیری قسم میں سب کو گمراہ کر کے رہوں گا۔" جبکہ شیطان ہی نے دوسری جگہ کہا: "کیونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس لیے میں اُن سب (اولادِ آدم) کو گمراہ کر دوں گا۔"

اِن دونوں باتوں میں شیطان حیران ہے کہ گمراہی کی نسبت اللہ کی طرف پھیری جائے یا اپنی طرف؟ (تفسیر کبیر)

★ تفسیر اہلِ بیتؑ میں ہے کہ گمراہی کی نسبت خدا کی طرف نہیں دی جا سکتی۔ برائی کی نسبت بُرے سے اور اچھائی کی نسبت اچھے سے دینی چاہیے جیسے قرآن میں حضرت ایوبؑ نے برائی کی نسبت شیطان سے دی ہے اللہ سے نہیں۔ (حیات القلوب) (علامہ مجلسیؒ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ ارشاد ہوا کہ "پھر یہ بھی حقیقت ہے اور جو حقیقت ہوتی ہے وہی میں کہا کرتا ہوں۔

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ (۸۵) کہ میں جہنم کو لازمی طور وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پر تجھ سے اور اُن سب لوگوں اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ سے بھر دوں گا جو تیری پیروی کریں گے۔"

★ خداوندِ عالم کا فرمانا کہ "میں جہنم کو تجھ سے بھر دوں گا" یعنی: تیری ساری اولاد اور چیلوں چپڑوں کو جہنم میں جھونک دوں گا۔ یعنی وہ تمام شیاطین جو انسانوں کو بہکا رہے تھے، خواہ وہ جن ہوں یا انسان، سب کے سب کو جہنم رسید کردوں گا۔

آیت کا پیغام | مکّہ کے قریش کو شیطان کا قصہ سنا کر بتایا جا رہا ہے کہ محمدؐ کے مقابلے پر تمہارا عمل، حسد اور تکبّر کے سوا کچھ نہیں۔ یہی مرض ابلیس کو بھی تھا حضرت آدمؑ کے مقابلے پر۔ ابلیس نے بھی خدا کے اس حق کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ ابلیس آدمؑ کے سامنے نہ جھکا تھا، اور تم فخرِ آدمؑ (حضرت محمد مصطفیٰؐ) کے سامنے جھکنے سے انکار کر رہے ہو۔ اس لیے بس سمجھ لو کہ تمہارا انجام بھی وہی ہوگا جو ابلیس اور اُس کے ساتھیوں کا ہوگا۔ (جیسی کرنی ویسی بھرنی) ★ (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ (٨٦) کہدیجیے کہ میں تم سے اِس
مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ (پیغام کے لانے) پر کوئی معاوضہ
الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ نہیں مانگتا اور میں زبردستی
کی بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے بھی نہیں ہوں۔

"مُتَكَلِّفِيْن" کے معنی: یعنی میں نے قرآن مجید اور اُس کی تعلیمات کو اپنی طرف سے تکلّف کر کے ایجاد نہیں کیا، بلکہ یہ سب پروردگارِ عالم کی وحی کے ماتحت ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ: "حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اے لوگو! جس کو کوئی بات معلوم ہو تو کہدے، اور جس کو معلوم نہ ہو تو اُسے کہنا چاہیئے کہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ یعنی اس کا علم اللہ کو ہے۔ کیوں کہ اللہ کی طرف حوالہ دے دینا بھی ایک علم ہے۔"

"تفسیر نور الثقلین" میں بروایت "مصباح الشریعۃ" فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: "متکلّف یعنی وہ شخص ہے جو علم کے بغیر بات کرے۔ اگر اُس کی بات درست ہو تب بھی وہ غلط ہے، اور تکلّف کرنے والے کا نتیجہ ذلّت ہوتا ہے اور بروقت اُس کو سختی اور مشکل جھیلنی پڑتی ہے۔ متکلّف کا ظاہر ریاکاری اور باطن منافقت ہوتا ہے، اور یہی دو پر ہیں جن سے وہ پرواز کرتا ہے۔ بہر صورت تکلّف کرنا صالحین کے اخلاق میں سے نہیں ہے اور نہ متقین کی علامتوں میں سے۔ خداوندِ کریم نے اپنے نبیؐ سے ہر قسم کے تکلّف کی نفی فرمائی ہے۔ "وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ" فرمایا ہے۔"

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

★ متکلفین کے معنی مصنوعی جھوٹی احمقانہ باتیں بنانے والے۔ مطلب یہ ہے کہ میری باتیں دلیل اور منطق پر مبنی ہوتی ہیں، واضح اور ہر قسم کے ابہام، چکر بازی، اینچ پینچ سے پاک ہوتی ہیں۔

(تفسیر کبیر، تفسیر نمونہ)

★ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "متکلف کی تین علامتیں ہوتی ہیں:

(۱) ہمیشہ لوگوں سے لڑتا جھگڑتا رہتا ہے (۲) ایسے کاموں کے پیچھے لگا رہتا ہے جو کبھی کر نہیں سکتا۔ (۳) ایسے موضوعات پر بولتا ہے جن سے واقف نہیں ہوتا۔

...... (جوامع الجامع، تفسیر میزان)

★ دوسری حدیث میں فرمایا: "متکلف کی تین اور علامتیں بھی ہیں:

(۱) لوگوں کے سامنے خوشامد کرنا۔ (۲) اُن کے پیچھے اُن کی بُرائی کرنا۔

(۳) مصیبت کے وقت لوگوں پر طعنے کسنا۔

...... (تفسیر نور الثقلین جلد ۴)

تفسیر اہلِ بیتؑ

منافقوں نے کہا تھا کہ: "کیا محمدؐ کے لیے یہ کافی نہ تھا کہ بیس سال سے ہمیں دبائے رکھا، اب یہ چاہتا ہے کہ اپنے اہلِ بیتؑ کو ہماری گردنوں پر سوار کر دے۔ اگر محمدؐ قتل کر دیے گئے یا اپنی موت مر گئے، تو ہم اُن کے اہلِ بیتؑ سے ضرور جھگڑا کریں گے، اور خلافت ہرگز اُن تک نہیں پہنچنے دیں گے۔"

اِس پر خداوندِ عالم نے جواب دیا: "کہہ دیجیے کہ میں از خود زبردستی کی مصنوعی اور بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" یعنی: میں نے جو اجرِ رسالت اپنے قرابتداروں کی محبت کی شکل میں مانگا ہے، وہ اپنی مرضی سے نہیں، بلکہ خدا کے کہنے پر مانگا ہے، اور وہ بھی تمہارے ہی فائدے کے لیے مانگا ہے۔ (اپنے فائدے کے لیے کبھی نہیں مانگا) نہ از خود اپنی طرف سے مانگا ہے۔

...... (تفسیر صافی صفحہ ۴۳۷)

www.drhasanrizvi.com

اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۷﴾ یہ (قرآن) تمام جہان والوں کے لیے صرف نصیحت اور ہدایت ہے

وَ لَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَہٗ بَعۡدَ ﴿۸۸﴾ اور تھوڑی سی مدّت (امتحان)

حِیۡنٍ ﴿۸۸﴾ کے بعد تمھیں خود اس کا حال معلوم ہو جائے گا (یعنی، موت کے دروازے پر پہنچتے ہی تمھیں پتہ چل جائے گا کہ حقیقت وہی ہے جو میں بتا رہا ہوں)

ع ۵ ۲۴ / ۱۴

تنبیہ: "ید اللہ، وجہ اللہ وغیرہ کی تشریح"

جو لوگ قرآن مجید کے الفاظ ید، وجہ اور ساق (ہاتھ، چہرہ اور پنڈلی) کے اشتباہ سے اللہ کا جسم ثابت کرتے ہیں اُن کی تردید میں فرزندِ رسول اللہ ص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے "جو شخص اللہ کے لیے مخلوق کے اعضا ثابت کرے، وہ کافر ہے پس ایسے شخص کی نہ تو گواہی قبول کرو اور نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ اللہ کا وجہ (اللہ کا چہرہ) اُس کے انبیاء اور اولیاء ہیں۔ اور اللہ کے "ید" سے مراد اللہ کی قدرت ہے۔" پھر فرمایا: جب انسان اللہ کے حق کی رعایت نہ کرے اور اُس کے احکام کی پیروی نہ کرے تو یہ صفت اُن لوگوں کی ہے جو اللہ کی صحیح معرفت نہ رکھتے ہوں اور اُس سے سچّی محبت نہ رکھتے ہوں پس ایسے لوگوں کی نمازیں، روزے اور روایات و علوم تم کو دھوکے میں نہ ڈال دیں، کیوں کہ وہ انسان نما گدھے ہیں۔ اے یونس! صحیح علم ہم اہلِ بیت کے پاس ہے ہم ہی اس کے صحیح وارث ہیں، ہمیں شرحِ حکمت اور فصل الخطاب عطا کیا گیا ہے۔ الخ۔ . . * (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

سُورَۃُ الزُّمَر کے فضائل اور

روحانی خصوصیات

★ جناب رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الزُّمر کو سمجھ کر پڑھتا ہے خداوندکریم اُس سے اپنی رحمت کو کبھی منقطع نہیں فرماتا اور اُس کو اُن لوگوں کا اجر عطا فرماتا ہے جو درواقعاً خدا سے ڈرتے ہیں۔"

(تفسیر مجمع البیان)

★ فرزندِ رسول اللّٰہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسول اللّٰہؐ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص سورۃ الزُّمر کی تلاوت کرے گا (سمجھ کر پڑھے گا) خداوند عالم اُسے دنیا اور آخرت دونوں کا شرف اور عزّت عطا فرماتا ہے، اور اُس کو مال اور قبیلے کے بغیر ایسی عزّت بخش دے گا کہ ہر دیکھنے والے کے دل میں اُس کا رعب و دبدبہ پیدا ہوگا، اور اُس پر آتشِ جہنّم حرام ہوگی اور جنّت میں اُس کے لیے ایکہزار شہر تعمیر ہوں گے، ہر شہر میں ایکہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ایک سو حوریں ہوں گی۔" (الحدیث)

(تفسیر مجمع البیان، کتاب ثواب الاعمال، تفسیر نور الثقلین، تفسیر انوار النجف)

★ نیز امام ؑ نے فرمایا: کہ جو شخص اس سورے کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا تو اُس سے ہر ملنے والا محبت سے پیش آئے گا، اور اُس کی تعریف کرے گا۔ (الحدیث)

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

رُکُوعَاتُهَا	سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ	اٰيَاتُهَا

سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ (۱) اس کتاب (قرآن) کا اُتارا جانا اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اللہ کی طرف سے ہے جو عزت اور زبردست طاقت والا، گہری حقیقتوں کے مطابق دانائی پر مبنی بالکل ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

اِس آیت میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن شریف حضرت محمد مصطفٰے ؐ کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ کا کلام ہے جسے اللہ نے خود نازل فرمایا ہے۔ اور اس ارشاد کے ساتھ ساتھ خدا کی دو صفات بیان کی گئی ہیں (۱) العزیز: یہ قرآن ایسی عظیم ہستی کا کلام ہے جو ایسا زبردست ہے کہ اُس کے کلام و دلائل کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اُس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ (۲) الحکیم: خدا حکیم ہے یعنی عقل و دانش سے لبریز گہری حقیقتوں پر مبنی مدلل کتاب اُتارنے والا ہے اور جو ہدایات قرآن میں دی جاری ہیں وہ سراسر عقل و حکمت ہیں اس لئے صرف ایک جاہل عقل دشمن حق سے انکار کر سکتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ؕ ۲

(۲) ہم نے آپ پر یہ کتاب سچائی کے ساتھ اُتاری ہے تو اللہ کی بندگی (عاجزانہ اِطاعت) کیجیے، دین کو اُس کے لیے خالص رکھتے ہوئے۔

(یعنی: زندگی میں ایسا طرزِ عمل اختیار کیجیے جو خدا کی بالادستی اور حکومت کو تسلیم کرے، اور اِس بندگی، بالادستی اور اطاعت میں خدا کے سوا کسی دوسرے کو شامل نہ کیجیے۔)

★ خداوندِ قدیر کا فرمانا کہ: "ہم نے آپ پر یہ کتاب سچائی کے ساتھ اُتاری ہے"۔

"اُتارنے" کے لیے عربی میں دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں:

(۱) "تنزیل" جو یہاں استعمال ہوا ہے۔ (۲) "انزال" کے معنی بھی اُتارنے کے ہیں۔

مگر فرق یہ ہے کہ "تنزیل" کے معنی ترتیب کے ساتھ ایک حصّے کے بعد دوسرے حصّے کا اُتارنا مقصود ہوتا ہے جبکہ "انزال" ایکدم سے کسی چیز کے اُتارنے کو کہتے ہیں۔

(لغات القرآن نعمانی جلد ۶، مفردات القرآن امام راغب)

★ اللہ کا ایک مطالبہ خدا کی عبادت کرنا ہے، وہ بھی ایسی عبادت جو دین کو اللہ کے لیے خالص کر دے۔

عبادت کے دو معنی ہیں (۱) پوجا پاٹ ★ (لسان العرب)

(۲) عاجزانہ اطاعت جو رضا و رغبت کے ساتھ کی جائے۔

"اَلۡعِبَادَةُ الطَّاعَةُ مَعَ الۡخُضُوۡعِ" ★ (لسان العرب)

www.drhasanrizvi.com

اِس سے ثابت ہوا کہ خداوندِ عالم کو صرف پوجا پاٹ (نماز، سجدے) کرنا ہی کافی نہیں بلکہ خدا کے احکام کی عاجزی کے ساتھ رضا و رغبت سے اطاعت کرنا ضروری ہے۔
*..... (تفسیر کبیر۔ تفہیم۔ مجمع البیان)

مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ⁂ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
(اقبال)

دین کے معنی

(۱) غلبہ، اقتدار، حاکمانہ تصرف * (لسان العرب)

(۲) اطاعت، فرماں برداری، غلامی "اَلدِّیْنُ الطَّاعَةِ" * (لسان العرب)

(۳) وہ عادت اور طریقہ جس پر انسان اکثر چلتا ہے (اَلدِّیْنُ العَادَةُ ای بالاتی)
* (لسان العرب)

اِن تینوں مفاہیم کو سامنے رکھا جائے تو دین کے معنی اُس طرزِ عمل اور رویّے کے ہیں جو کسی کی حکومت اور بالادستی کو تسلیم کر کے اُس کی اطاعت کی جائے۔ وہ طریقۂ زندگی اور عادتیں اختیار کی جائیں جو اُس عظیم طاقتور ہستی کو پسند ہوں۔

* اور خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا کے لیے دین کو خالص کرو" یعنی صرف اور صرف اللہ کی بندگی، غلامی، اطاعت کا طریقۂ زندگی اختیار کرو۔ اُس بندگی، غلامی یا اطاعت میں خدا کے سوا کسی غیرِ خدا کو شامل نہ کرو۔ صرف ایک خدا کی پرستش کرو۔" (تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

* کسی نے جنابِ رسولِ خداؐ سے دریافت کیا کہ: "ہم لوگ مال دیتے ہیں تاکہ ہمارا نام مشہور ہو جائے، کیا ہمیں اِس کا اجر ملے گا"؟ فرمایا: "نہیں"۔ اُس نے پھر پوچھا: "اگر میں اللہ کا اجر حاصل کرنے اور اپنی شہرت کی نیت سے مال خرچ کروں، تو مجھے اُس کا اجر ملے گا"؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ اِلَّا مَنْ اَخْلَصَ لَہٗ"۔ یعنی: "اللہ کوئی عمل قبول نہیں فرماتا جب تک وہ خالص اُسی کے لیے نہ ہو"۔
پھر آپؐ نے اِسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ * (تفسیر کبیر بقول ابنِ مردویہ، تفہیم، روح المعانی جلد ۲۳)

www.drhasanrizvi.com

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ (۳) وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③

وقف لازم

معلوم رہے (یا) خبردار دین کا مرکز صرف اللہ (یا) اطاعت صرف اللہ ہی کے لیے ہے، رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی بندگی صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کی بارگاہ میں قریب کر دیں تو حقیقتاً اللہ ہی ان کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ حقیقتاً خدا ایسے شخص کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا جو بڑا جھوٹا، منکر اور ناشکرا ہو۔

"دین" سے یہاں مراد اللہ کی عبادت، غلامی یا اطاعت کرنا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے فَاعْبُدِ اللّٰهَ یعنی "اللہ کی عبادت کرو" یہ فرما کر اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اب اسی کا حوالہ دے کر فرمایا کہ اس "دین" یعنی عبادت صرف اللہ کے لیے خالص کرو، یعنی عبادت

www.drhasanrizvi.com

ہر قسم کے شرک سے پاک ہو، اور غیرِ خدا کے ہر قسم کے تصوّر سے بھی پاک ہو۔

• دین کے لفظ میں عبادت بھی شامل ہے اور دوسرے تمام اعتقادات و اعمال بھی شامل ہیں۔ اِس لیے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنی زندگی کے تمام حالات و معاملات کو خالص بنائیں، اِس طرح کہ غیرِ خدا کو ہم اپنے خانۂ دل، صحنِ جان، میدانِ عمل، دائرۂ گفتار و کردار سے دور رکھیں، جو کام کریں جو بات کہیں صرف خدا کی رضامندی حاصل کرنا یا اُس کی اطاعت کی خاطر کریں، جس سے ملیں تو اِسی لیے ملیں، جس سے نہ ملیں تو بھی اسی لیے نہ ملیں۔ اِسی کو "اخلاص فی الدین" کہتے ہیں۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حقیقی مفہوم یہی ہے۔"

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ (۱) خدا صرف ایسے خالص دین کو قبول کرتا ہے جس میں ہر قسم کے شرک، ریاکاری، کا غیر اللہ سے تعلق نہ ہو۔

(۲) دوسرا مفہوم یہ ہے کہ خالص دین و آئین صرف اور صرف خدا ہی سے لینا چاہیئے، جس میں لوگوں کو سوچ بچار، ظن و قیاس کو دخل نہ ہو۔"

*...... (تفسیر کبیر امام رازی، مجمع البیان، تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر اُس چیز کو جس کی خدا کے سوا عبادت کی جاتی تھی، خواہ وہ سورج ہو یا چاند کو حاضر کرے گا، اور ہر ہر انسان سے اُس کی عبادت کرنے کی وجہ پوچھے گا۔ ہر عبادت کرنے والا کہے گا کہ ہم ان کی عبادت اِس لیے کرتے تھے کہ اُن کی عبادت کرنے کے ذریعہ سے ہمیں تیرا قرب (رضامندی) حاصل ہو جائے۔"

اُس وقت خداوندِ عالم فرشتوں کو حکم دے گا کہ: اِن کو اور جن جن کی عبادت کی گئی ہے، سوا اُن (پاک) لوگوں کے جن کو پہلے ہی مُستثنیٰ کر چکا ہوں، جہنم میں جھونک دو۔"

(تفسیر صافی بحوالہ قرب الاسناد)

www.drhasanrizvi.com

★ اصل میں مشرکوں کا یہ تصوّر کہ ہم خدا تک اپنی آواز بغیر دوسرے معبودوں کے نہیں پہنچا سکتے، اِس لیے تھا کہ اُن کو خدا کی صحیح معرفت حاصل نہ تھی۔ وہ خدا کو بادشاہوں، راجوں اور مہاراجوں پر قیاس کرتے تھے کہ اُن کو اپنی عیاشیوں سے فرصت نہیں ہوتی اور عام آدمی اُن تک پہنچ نہیں سکتا، اِس لیے اُن کے چیلوں، چمچوں، درباریوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

مگر خداوندِ عالم کو راجوں مہاراجوں وغیرہ پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے۔ خدا تو ہر چیز پر قادر ہے ہر مخلوق کی سُنتا ہے، بلکہ سب کے دل کے حالات و کیفیات تک کو از خود جانتا ہے، اِس لیے ہمیں کسی دوسرے معبودوں کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ جو ہماری آواز خدا تک پہنچائیں۔

رہا وسیلہ یا شفاعت، تو یہ قرآن سے ثابت ہے کہ خدا نے فرمایا: "وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" "اُس تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔" (سورۃ المائدہ ۵ آیت ۳۵ پارہ ۶)

یعنی: نیک اعمال انجام دو اور اُن پاک و پاکیزہ ہستیوں کے واسطے دے کر دعا کرو جن کو خود خداوندِ عالم نے اپنی بارگاہ میں شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے، اور جو نہ خدا ہیں اور نہ معبود ہیں۔ نہ خدا کے شریک ہیں، صرف خدا کے مکمّل اطاعت گذار، پاک و پاکیزہ بندے ہیں۔ جیساکہ خداوندِ عالم نے خود ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۚ" (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳ پارہ ۲۲)

یعنی: اللہ نے بس اِس بات کا ارادہ کرلیا ہے کہ اے اہلِ بیتِ رسولؐ! تمھیں ہر قسم کی نجاست سے پاک ہی رکھے، اور تمھیں ایسا پاک رکھے جو حق ہے پاک رکھنے کا۔" (القرآن)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا، اور اہلِ کبائر کی بھی شفاعت کروں گا۔" (الکافی)

"لیں مری آکے شفاعت نے بلائیں کیا کیا :: عرقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا" (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ (۴) اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اپنا بیٹا
وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ بنائے تو اپنی مخلوقات میں سے
مَا یَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ جسے چاہتا منتخب کر لیتا۔ پاک ہے
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ وہ اِس سے (کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے
کیوں کہ اولاد کی خواہش ناقص، فانی اور محتاج کو ہوتی ہے) وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب ہے

اولاد کا ہونا شانِ الوہیت کے منافی ہے

آغازِ آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف خداوندِ عالم کسی کو اپنا بیٹا بنانے کی نفی فرما رہا ہے، مگر ساتھ ہی "سُبْحٰنَهٗ" یعنی وہ پاک ہے ہر عیب سے "، کہنا بتاتا ہے کہ کسی کے حقیقی بیٹے ہونے کی بھی نفی کی جا رہی ہے۔ کیوں کہ اولاد کا ہونا شانِ الوہیت کے خلاف ہے۔ (اولاد کو انسان اس لیے چاہتا ہے تاکہ اُس کے بعد اُس کا نام رہے اور وہ اُس کی بڑھاپے میں مددگار رہو، جبکہ اللہ کے لیے نہ موت ہے نہ بڑھاپا، نہ کمزوری)

اِس آیت نے دونوں باتوں کو رد کر دیا کہ (۱) عیسیٰؑ واقعاً حقیقتاً خدا کے بیٹے ہیں یا (۲) خدا نے اُن کو بعد میں اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ خدا اِن دونوں باتوں سے بہت بلند اور پاک ہے۔"
(فصل الخطاب)

ہماری سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ہم خدا کو اپنا جیسا سمجھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے ہمیں بیٹے بیٹیوں کی خواہش ہوتی ہے اسی طرح خدا کو بھی بیٹا اور بیٹیوں کی خواہش ہے حالانکہ خدا کو ہمیں اپنے اوپر قیاس ہی نہیں کرنا چاہیئے۔ (مؤلف) ؎ "اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم"

www.drhasanrizvi.com

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ (۵)	اسی نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے
بِالۡحَقِّ ۚ یُکَوِّرُ الَّیۡلَ عَلَی	ساتھ (بامقصد) پیدا کیا ہے۔ وہی دن
النَّہَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّہَارَ عَلَی	پر رات کو اور رات کے اوپر دن کو لپیٹتا ہے،
الَّیۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ	وہی سورج اور چاند کو قابو میں کیے ہوئے
کُلٌّ یَّجۡرِیۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اَلَا	ہے کہ (ان میں سے) ہر ایک، ایک مقررہ
ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفَّارُ ﴿۵﴾	وقت تک جاری وساری ہے۔ اس لیے

جان لو کہ وہی خدا زبردست طاقت والا عزت والا بھی ہے اور ہر چیز کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لینے والا بھی ہے۔

"غَفَّارُ" مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا اصل مادّہ "غفران" ہے جس کے اصلی معنی کسی چیز کو چھپانے، ڈھکنے، محفوظ رکھنے کے ہوتے ہیں۔ جب انسان خدا سے دل سے معافی مانگتا ہے اور اپنی برائیوں پر واقعی شرمندہ ہوتا ہے تو خداوندِ غفار اُس کے گناہوں اور برائیوں کو اپنے دامنِ رحمت سے چھپا دیتا ہے اس طرح اُس کو اپنی سزا سے بچا لیتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ "غفار" ہونے کے ساتھ ساتھ "قہار" بھی ہے۔ آیت میں "عزیز" یعنی: "پوری طرح غلبے والا" بھی ہے۔

یہ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ خداوندِ کریم کی رحمت اور معافیوں کی اُمیدوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں خدا کی سزا کا خوف بھی زندہ رہنا ضروری ہے تاکہ ہم برائیوں سے بچیں اور فرائض کو ادا کرتے رہیں۔

..... (تفسیر نمونہ، تفسیر کبیر، امام راغب مفردات القرآن)

www.drhasanrizvi.com

خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (٦) اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر
ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اُسی جان سے اُس کی شریکِ زندگی کو پیدا
وَاَنْزَلَ لَكُم مِّنَ الْاَنْعَامِ کیا۔ اور اُسی نے تمھارے لیے مویشیوں
ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے (یعنی اونٹ
فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا گائے، بھیڑ، بکری کے جوڑے)۔ وہ
مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ تمھاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین
ثَلٰثٍ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ اندھیرے پردوں کے اندر (یعنی پیٹ، رحم اور جھلی)
الْمُلْكُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ تمھیں ایک کے بعد دوسری شکل دیتا ہی
فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿٦﴾ چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ (جو یہ سب کچھ کرتا ہے)

تمھارا پالنے والا مالک ہے۔ سلطنت اور حکومت اُسی کے لیئے ہے۔ کوئی معبود نہیں سوا اُس کے۔ پھر کدھر (بہکے) پھرائے گھمائے جا رہے ہو؟۔

★ فرزندِ رسول اللہ صلعم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے تین اندھیروں کے بارے میں فرمایا:

(۱) پہلا اندھیرا ماں کا پیٹ (۲) دوسرا اندھیرا رحمِ مادر (۳) تیسرا اندھیرا اُس جھلی کے اندر ہونا ہوتا ہے جس میں بچہ لپٹا رہتا ہے۔ (اس کو لفافہ بھی کہتے ہیں) ★... (تفسیر صافی۔ تفسیر مجمع البیان۔ نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

آیت کا استدلال یہ ہے کہ: "جب وہی اللہ تمہارا پالنے والا بھی ہے، خالق بھی ہے، اور ساری کی ساری بادشاہی بھی اسی کی ہے" تو پھر لازماً تمہارا معبود بھی وہی ہونا چاہیئے۔ اُس کے علاوہ دوسرے تمہارے اِلٰہ، معبود" کیسے بن گئے؟ جب کہ تمہاری تخلیق اور پرورش میں اُن کا ذرہ برابر بھی کوئی حصہ نہیں ہے۔ آخر تمہاری عقل میں یہ بات کیسے سما گئی ہے کہ ساری کائینات کا خالق، مالک اور پالنے والا تو اللہ ہے، چاند، سورج، رات، دن کو لانے لے جانے والا خالق بھی اللہ ہے، تمام حیوانات کا خالق و مالک بھی اللہ ہے، مگر تمہارے معبود یا اِلٰہ اللہ کے سوا دوسرے ہیں"؟

★ ...... (تفسیر کبیر۔ مجمع البیان۔ تفہیم)

★ کیوں کہ جتنی چیزیں ظاہر ہورہی ہیں وہ سب کی سب پہلے ہی سے اللہ کے علم کے خزانے میں موجود تھیں۔ اِسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے موجود ہیں، پھر ہم ایک معین اور معلوم اندازے کے مطابق اُس میں سے اُتارتے رہتے ہیں۔" (سورۃ ۱۵ آیت ۲۱ پارہ ۱۴)

★ ...... (تفسیر المیزان، تفسیر روح المعانی)

★ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "چوپایوں کے آٹھ جوڑے نازل کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے ان نعمتوں کو پیدا فرمایا۔"

(نہج البلاغہ)

★ فرزندِ رسول اللہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی مشہورِ عالم دعائے عرفہ میں فرمایا:

"یا اللہ! تُو نے میری خلقت کی ابتداء ناچیز قطرے سے قرار دی۔ پھر مجھے تین تاریکیوں کے اندر یعنی گوشت، خون اور جلد کے اندر ساکن رکھا، اُس وقت تُو نے میری خلقت کو ظاہر نہیں کیا اور ایک پوشیدہ جگہ پر میری خلقت کو مختلف مراحل میں جاری و ساری رکھا، میری زندگی کے معاملات میں سے کسی ایک معاملے کو بھی میرے سپرد نہ فرمایا، پھر مجھے کامل و سالم دنیا میں منتقل فرما دیا...۔ الخ

(از دعائے عرفہ از مصباح الزائر، ابن طاؤس، مفاتیح الجنان)

★ آیت کا اندازِ کلام یہ ہے کہ پہلے ہمیں توحید کے آثار کا مشاہدہ کرایا گیا، پھر ہمیں مقامِ شہود پر لایا گیا کہ خدا نے خود اپنی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ" یعنی: "یہ ہے تمہارا پالنے والا مالک" (تفسیر نمونہ)

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ (٧) عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ⑦

اگر تم ناشکرا پن اور حقیقتوں سے انکار کی راہ اختیار کرتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تم سے بالکل بے نیاز ہے لیکن وہ اپنے بندوں کے ناشکرے پن اور انکارِ حق کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر تم شکر کرو تو وہ تمہارے لیے اس کو پسند کرتا ہے۔ اور کوئی ایک بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے پالنے والے مالک کی طرف پلٹنا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ تو دلوں کے حال تک کو جاننے والا ہے۔

محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "قرآن مجید کی دوسری بیشمار آیات کی طرح یہ آیت بھی واضح طور پر انسان کے فاعلِ مختار ہونے کو واضح اور ثابت کر رہی ہے۔ اس لیے کہ خداوندِ عالم فرما رہا ہے کہ: "خدا کفرانِ نعمت پر راضی نہیں ہوتا، بلکہ شکر گزاری سے راضی ہوتا ہے۔" تو اگر انسان مجبور ہوتا اور خود کوئی عمل کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہوتا تو کوئی انسان کفرِ نعمت کر ہی نہ سکتا۔ ٭ . . (فصل الخطاب)

دنیا میں ایک کافر کا ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان فاعلِ مختار ہے کیوں کہ اگر انسان مجبور ہوتا تو خدا سے بغاوت یا انکار کیسے کر سکتا؟ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

اللہ "غنی" یعنی "بے نیاز و بے پرواہ ہے"

مطلب یہ ہے کہ تمہارے نہ ماننے یا دوسرے جھوٹے خداؤں کی بندگی کرنے سے اصل خدا کی خدائی میں ذرّہ برابر کمی بیشی نہیں آسکتی۔ تم مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے۔ اس کی خدائی تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے نہیں چلی جائے گی۔ اس لیے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: خداوندِ عالم حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے: "اے میرے بندو! اگر تم سب کے سب اگلے پچھلے تمام انسان اور جن کسی فاجر سے فاجر شخص کے دل کی طرح (میرے منکر) ہوجاؤ تب بھی میری بادشاہی میں ذرّہ برابر بھی کسی قسم کی کوئی کمی نہ ہوگی"۔ (مسلم)

خدا کی مشیّت اور رضامندی میں فرق

دنیا میں کوئی کام اللہ کی مشیّت (ارادے) کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ مگر خدا کی رضامندی کے خلاف بیشمار کام ہوتے ہیں۔ مثلاً ظالم وجابر حکمراں، چور ڈاکو، قاتل، زانی لوگ دن رات خدا کی مرضی اور رضامندی کے خلاف کام کرتے رہتے ہیں۔ خدا نے ان کو ایسے کام کرنے کی اجازت تو دے رکھی ہے مگر اُس کی مرضی نہیں ہے کہ کوئی ایسے بُرے کام کرے، اور یہ اس لیے ہے تاکہ اُن کا امتحان ہوسکے اور وہ بُرے کاموں کی سزا اور اچھے کام کرنے کی جزا کے مستحق قرار پائیں۔ اِس لیے خدا کی مشیّت کے تحت کسی فعل کے صدور کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اللہ اُس فعل سے راضی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص چوری ڈاکے یا حرام کام سے مال کمانا چاہے تو اللہ اُس کو اُس ذریعے سے بھی رزق دے دیتا ہے۔ یہ ہے خدا کی مشیّت۔ یہی بات اللہ تعالیٰ اِس آیت میں فرما رہا ہے کہ "تم کفر کرنا چاہو تو کرو، ہم تمہیں کفر کرنے سے زبردستی روک کر مومن نہیں بنائیں گے، مگر ہمیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم ہمارے بندے اور مخلوق اور مربوب ہوکر اپنے مالک کا انکار کرو۔ کیوں کہ تمہارا یہ فعل خود تمہارے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

★ آیت میں کفر کے مقابلے پر شکر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اِس سے ثابت ہوا کہ کفر کی حقیقت احسان فراموشی اور ناشکری ہے ـــــــــــــــــــ اور ایمان کی حقیقت شکر گذاری اور احسان مندی ہے۔ کیوں کہ جس انسان کو خدا کے احسانات اور انعامات کا کچھ احساس ہوگا، وہ ضرور ایمان و اطاعت کی راہ اختیار کرے گا۔ اِس لیے جہاں شکر ہوگا، وہاں ایمان بھی ہوگا۔ اِس کے برعکس جہاں ناشکری ہوگی وہاں کفر اور شرک کے جھنڈے گڑے ہوں گے۔

(تفسیر کبیر، مجمع البیان، تفہیم)

تشکرِ نعمت

جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "کھانا کھا کر شکر ادا کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھنے کا ثواب۔"

صاحبِ عافیت و صحت کا عافیت و صحت پر شکر ادا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کسی بلا (پریشانی) میں مبتلا ہو اور اُس پر صبر کرے۔ اور مال دار کا شکرِ خدا ادا کرنا ایسا ہے جیسے کوئی حالتِ فقر و ناداری میں قناعت کرتا ہو۔

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: "بندے کو ہر نعمتِ خدا پر زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ اگر دولت عطا فرمائے تو اُس کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ ضرورت مندوں کے کام آئے اُن کی ضروریات کو پورا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے زبان عطا فرمائی ہے، اُس کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ منعمِ حقیقی کی حمد و ثنا زبان سے کرے اور آنکھوں، کانوں، ہاتھوں، پاؤں اور تمام اعضاء و جوارح کا شکر ادا کرنا یہ ہے وہ کام اُن سے لیا جائے جس میں اللہ جلّ شانہٗ کی خوشنودی ہو۔ اور علم کی عطا پر شکر ادا کرنا یہ ہے کہ علم کو طالبانِ علم تک پہنچایا جائے اور خود بھی عمل کرے۔ اور اللہ کی بہترین عطا معصومین علیہم السلام ہیں اِس عطاءِ خدا کا شکر ادا کرنا یہ ہے کہ اُن حضراتؑ کی ہر امر و نہی کی اطاعت میں کمربستہ رہے۔ اور ہر نعمتِ خدا پر غور و فکر کرنا سب سے بڑا شکر ادا کرنا ہے

([illegible] ۲۲۲،۲۲۳ علامہ مجلسی)

www.drhasanrizvi.com

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ (٨) دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾

اور جب آدمی پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اپنے پالنے والے مالک کو پکارتا ہے، اُس سے لَو لگائے ہوئے پوری توجّہ کے ساتھ اللہ کی رُجوع کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ اپنی طرف سے اُسے کوئی نعمت عطا کر دیتا ہے، تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کو وہ پہلے پکار رہا تھا، اور دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرانے لگتا ہے، تاکہ خدا کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کرے، کہہ دیجیے کہ: "کچھ دن اپنے اِس کفرِ نعمت سے لطف اُٹھا لے حقیقتاً تو جہنمیوں میں سے ہے۔"

* فرزندِ رسولِ خداؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "یہ آیت ابوالفضل کے بارے میں اُتری ہے۔ وہ کہتا تھا کہ جنابِ رسولِ خداؐ جادوگر ہیں۔ جب یہ شخص بیمار ہوتا تھا تو جو غلط باتیں آنحضرتؐ کے بارے میں بک چکا ہوتا تھا، اُن کی سزا سے ڈر کر خدا سے دعائیں مانگتا تھا، مگر

www.drhasanrizvi.com

جیسے ہی تندرست ہوتا، سب کچھ بھول جاتا، اور رسولِ خدا کی شان میں پھر بے ادبی کرنا شروع کر دیتا۔ خداوندِ عالم نے اپنے رسول سے کہلوایا کہ اس سے کہدو کہ "کچھ دن اپنے کفروانکار کے مزے لوٹ لے، حقیقتاً تو جہنمیوں میں سے ہے۔"

(الکافی)

شرک سے بچنے کی تنبیہ "ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ ......" اس مقام پر خداوندِ کریم نے مشرکین کے طرزِ عمل اور اُن کی بے شکری کو ذکر کیا ہے کہ جب اُن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بڑے خشوع اور خضوع سے اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں، لیکن جب خداوندِ کریم اپنے رحم و کرم سے اُن کی دعاؤں کو مستجاب کرتے ہوئے اُن کے مصائب و آلام کو دور کر کے اُن پر اپنی نعمت و رحمت نازل فرماتا ہے تو اُس کو فراموش کر بیٹھتے ہیں بلکہ اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کو بجائے اِس کے کہ اللہ کی طرف منسوب کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے، وہ اُن اپنے پیروں اور بتوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جن کو اُنھوں نے دعائیں سننے اور مصیبتیں دفع کرنے میں اللہ کا شریک قرار دیا ہوا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنی رفعِ حاجات اور دفعِ مصائب کو بھی اپنے خود ساختہ میرے شریکوں کا کارنامہ بیان کرتے ہیں جن کو اُنھوں نے اپنا پیر بنا رکھا ہے۔"

مشرکینِ مکّہ کے کرتوتوں سے نفرت کرنے والے مسلمانوں کو بھی خداوندِ کریم سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جو اپنے تمام اُمور کو خدا کے بجائے اپنے پیروں کا کارنامہ قرار دیتے ہیں، حالاں کہ مصائب کے وقت وہ اللہ سے دعا مانگتے ہیں۔

اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے محبوں کو بھی اس سلسلے میں محتاط رہنا چاہیے۔ اگر خداوندِ کریم اُن کی کوئی مصیبت دور کرے یا کوئی نعمت نازل فرمائے تو یہ کہنا چاہیئے کہ بطفیلِ محمدؐ و آلِ محمدؐ خداوندِ کریم نے ہماری مشکل آسان فرمائی اور ہم پر رحم و کرم فرمایا پس اللہ کا ہی شکر ادا کرنا انسان کا فریضہ ہے کیوں کہ جو کام اللہ کے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے اور اُس میں اللہ کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ و آلِ محمدؐ بہترین وسیلہ ہیں اللہ کی بارگاہ میں۔

(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ (۹)	(اس مقابلے میں) کیا وہ شخص
سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ	(بہتر نہیں) جو خدا کا مطیع فرمان ہو کر
الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ	عبادت کرنے والا ہے، رات کے اوقات
قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ	میں سجدے کرتا ہے (خدا کے حضور میں)
يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا	کھڑا رہتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے
يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ	اور اپنے پالنے والے مالک کی رحمت
اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۝۹	کی اُمید لگائے رہتا ہے؟ کیا جاننے

والے اور نہ جاننے والے کبھی ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں

ع ۱ ۱۵

★ محققین و عارفین نے لکھا کہ مقامِ خوف پر خدا نے صرف آخرت کا ذکر فرمایا مگر اُمید و رجاء کے موقع پر خداوندِ عالم نے خود اپنا ذکر لفظ "ربّ" کے ساتھ فرمایا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خدا سے اُمیدِ رحمت رکھنے کا پہلو خوف کے مقابلے پر غالب رہنا چاہیئے۔

★ (تفسیر کبیر)

مگر فرزندِ رسولِ خدا امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "اگر مومن کے دل میں خدا کا خوف اور معافی کی اُمیدوں کو تولا جائے تو دونوں قطعاً برابر ہوں گے۔"

★ ...... (الکافی، تفسیر انوار النجف، تفسیر نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

مگر بہر حال خدا سے رحمت اور معافی کی اُمید ضرور رکھنی چاہیے، اور کبھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بقول میر انیسؔ:

رحمت کا تری اُمیدوار آیا ہوں ☆ منہ ڈھانپے کفن سے شرمسار آیا ہوں

مگر اس کے ساتھ ساتھ خدا کا خوف بھی دل پر ہمیشہ طاری رہنا ضروری ہے جس کے بغیر اصلاحِ اعمال کا تصور نہیں ہو سکتا۔

(مؤلف)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اَلْفَقِیْهُ كُلُّ الْفَقِیْهِ مَنْ لَمْ یُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ وَلَمْ یُؤْیِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ وَلَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ"

(نہج البلاغہ، کلمات قصار ۹۰)

یعنی: "پورا عالم و دانا وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس اور اُس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے نااُمید نہ کرے، اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔"

(نہج البلاغہ)

★ فرزندِ رسولِ خدا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اے اسحاق! اللہ تعالیٰ سے اِس طرح خوف زدہ رہنا چاہیے گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اُس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تمہیں یہ گمان ہو جائے کہ وہ تمہیں نہیں دیکھ رہا ہے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ وہ تمہیں بہر حال ہر وقت دیکھتا ہے اور اِس کے باوجود اُس کی حاضری اور موجودگی میں برابر گناہ کرتے رہو تو ایسا ہے گویا تم نے اُس کو تمام دیکھنے والوں میں سب سے زیادہ کمزور شمار کر لیا ہے۔ (جس کی موجودگی میں تم جو چاہو کرتے رہو وہ اپنی کمزوری اور مجبوری کی بنا پر تم سے مواخذہ نہیں کر سکتا)

★ ... (روح الحیات صفحہ ۳۳۷ علامہ مجلسیؒ)

www.drhasanrizvi.com

★ یاد رہے کہ اس آیت میں دو قسم کے آدمیوں کا مقابلہ یا ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) ایک قسم کا آدمی وہ ہے جو سخت وقت پڑنے پر تو خدائے واحد کو پکارتا ہے، مگر عام حالات میں غیرِ خدا کی بندگی کرتا رہتا ہے۔

(۲) دوسرے قسم کا آدمی وہ ہے جو خدائے واحد کی بندگی، پرستش اور اطاعت کو اپنا مستقل طرزِ زندگی بنالیتا ہے، پھر وہ راتوں کی تنہائیوں میں بھی صرف خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے اور ایسی عبادت اُس کے مخلص ہونے کی واضح دلیل ہے۔

پہلی قسم کا آدمی خدا کے نزدیک بے علم، بے عقل اور ضمیر فروش، احسان فراموش، کافر ذہنیت والا ہوتا ہے، چاہے وہ کتب خانے کے کتب خانے کیوں نہ چاٹ لے۔

مگر دوسرے قسم کا آدمی وہ ہے جس کو خدا عالم فرمارہا ہے۔ چاہے وہ بالکل اَن پڑھ ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ اصل علم، حقیقت کا جان لینا ہوتا ہے۔ فقط ڈگریوں یا کتابیں چاٹنے سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ یہ دو قسم کے آدمی ہیں جو کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ کیوں کہ عالم اور جاہل کبھی برابر قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

(تفسیر کبیر۔ تفہیم)

★ فرزندِ رسول خدا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں "راتوں کو عبادت، اطاعت میں مصروف رہنے والا شخص" "راتوں کی عبادت" سے مراد نمازِ شب کا پڑھنا بھی ہے۔"

(یعنی: جو شخص نمازِ شب پڑھتا ہے۔)

(علل الشرائع، الکافی، تفسیر نور الثقلین) ..... *

آیت سے ثابت ہوا کہ (۱) حقیقی عالم وہ نہیں ہونے جو صرف مصیبتوں میں خدا کو پکارتے ہیں، بلکہ حقیقی عالم وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر وقت عقلی اعتبار سے بیدار رہتے ہیں، صرف اضطرار اور بے چینی میں ہی خدا کو یاد نہیں کرتے اور نعمتوں اور راحتوں میں خدا کو بھول نہیں جاتے، بلکہ ....

www.drhasanrizvi.com

حقیقی علماء ہر حال میں خدا کو یاد رکھتے ہیں۔
★ ...... (تفسیر نمونہ)

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ علم و جہل کا فرق صرف صاحبانِ فکر و نظر ہی سمجھتے ہیں، کیوں کہ جاہل، علم کی قدر و قیمت نہیں جانتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو آدمیوں کے سوا کسی کی زندگی میں خیر یا فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک ایسے عالم کی زندگی میں خیر ہے جس کی اطاعت کی جائے۔ (یعنی اُس کے نظریات کو سنا، سمجھا اور عملی جامہ پہنایا جائے)

دوسرے وہ طالبِ علم جو عالم کی بات پوری توجہ کے ساتھ کان کھول کر سنے۔"
★ ...... (اصول کافی جلد اول)

★ فرزندِ رسول اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ:

"علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں، کیوں کہ انبیاء کرامؑ درہم و دینار اپنی یادگار کے طور پر نہیں چھوڑتے، بلکہ علوم و احادیث (کا لکھنا اور بیان کرنا) اُن کی یادگاریں ہوتی ہیں۔ جس شخص کے پاس اس میں سے کچھ حصہ ہوتا ہے، اُس کے پاس انبیاء کرامؑ کی میراث ہوتی ہے۔ تم یہ بھی دیکھو کہ تم کس سے علم حاصل کر رہے ہو؟ (حقیقی علماء سے یا جھوٹے علماء سے؟ جو تم کو سبز باغ دکھا کر حقیقی دین سے دور کر رہے ہیں) جان لو کہ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہر زمانے میں عادل اور قابلِ اعتبار لوگ ضرور موجود ہوتے ہیں جو غلو سے پاک ہوتے ہیں (یعنی) حد سے بڑھ جانے والوں کے لیے بنیاد دعوؤں اور جاہلوں کی غلط توجیہات کی نفی کرتے رہتے ہیں۔" (اُن سے علم حاصل کرنا چاہیئے)
★ ...... (الکافی جلد اول۔ باب صفۃ العلم و فضلہ حدیث ۲)

★ نیز امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: "عالم ہم ہیں اور ہمارے دشمن جاہل ہیں، اور ہمارے شیعہ (دوست اور پیروی کرنے والے) صاحبانِ عقل ہیں۔" (یعنی "اولوا الالباب" ہیں)
★ ...... (تفسیر مجمع البیان، نور الثقلین)

www.drhasanrizvi.com

قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ‌ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ‌ؕ وَاَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ‌ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾

(۱۰) کہہ دیجیے کہ: "اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، اپنے پالنے والے مالک (کی ناراضگی یا نافرمانی) سے ڈرتے رہو، کہ جنھوں نے اِس دنیا میں نیک کام کیے، اُن کے لیے (دنیا اور آخرت دونوں میں) بھلائی (ہی بھلائی) ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے (اِس لیے اگر ایک جگہ تنگ کیے جاؤ تو دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ) یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر و ثواب بیحد و بیحساب پورا پورا دیا جائے گا۔

آیت کے پیغامات اور تعلیمات

(۱) پہلی بات یہ سمجھائی جا رہی ہے کہ صرف خدا و رسول اور قیامت کو دل سے مان لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ (خدا کی عدالت اور امامت خاصّہ کو بھی دل سے مان لے) یہ ماننے کے بعد تقوٰی کی زندگی عملاً اختیار کرنا ضروری ہے۔ تقوٰی کے معنی ہر اُس عمل سے بچتے رہنا جس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ اس لیے تقوٰی کے معنی حرام کاموں سے بچنا اور فرائضِ الٰہیہ کو ادا کرنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ محرمات کے انجام دینے سے بھی خدا ناراض ہوتا ہے اور فرائض کے ادا نہ کرنے سے بھی خدا ناراض ہوتا ہے۔ ———— اور

www.drhasanrizvi.com

(۲) دوسری بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ اصل چیز دین و ایمان ہے، اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی مضمر ہے کہ ہم ایمان لا کر اس کے عملی تقاضوں کو پورا کریں یعنی خدا کی مکمل اطاعت کریں۔ اس سے ہماری دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت بھی۔

(۳) تیسری بات یہ سمجھائی گئی کہ خدا کی زمین وسیع ہے۔ کسی ایک شہر یا ملک میں اگر خدا کی بندگی یا اطاعت پر پابندیاں عائد کر دی جائیں تو دوسری جگہ چلے جاؤ، جہاں دین کے تقاضوں کو پورا کر سکو۔ ★ ...... (تفسیر کبیر۔ تفہیم)

؎ ملکِ خدا تنگ نیست، پائے مرا لنگ نیست

یعنی: "خدا کا ملک تنگ نہیں ہے، اور میرا پاؤں لنگڑا بھی نہیں ہے۔"

؎ ہر ملک، ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

یعنی: "ہر ملک ہمارا ملک ہے کیوں کہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔"

★ دینِ اسلام میں ہجرت کرنا بعض اوقات فرض قرار دیا گیا ہے، مثلاً خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۙ"

یعنی: "جس وقت ملائکہ ان لوگوں کی روح نکالتے ہیں جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو وہ فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟" وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ "ہم اپنی ہی زمین پر کمزور بنا دیے گئے تھے۔" فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ: کیا اللہ کی زمین وسیع و کشادہ نہ تھی؟ پھر تم نے (وہاں سے) ہجرت کیوں نہ اختیار کی؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ کتنی بری جگہ ہے۔" (سورۃ النساء آیت ۹۷ پارہ ۵)

www.drhasanrizvi.com

★ اِس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر انسان سخت دباؤ اور گھٹن کے عالم میں ہو تو اُس کو اپنے مقام سے ہجرت کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے دینی اُمور کو آسانی سے بجالائے۔ اب کیوں کہ ہجرت کرنے میں صبر و استقامت ضروری ہے اِس لیے اس کا اجر و ثواب بھی بے حساب ہے۔

صبر و استقامت کا اجر و ثواب

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اگر کوئی مومن بلاء و مصیبت میں گرفتار ہو اور وہ اُس پر صبر کرے تو خداوندِ عالم اُس کو ہزار شہیدوں کا ثواب بخشے گا۔" ★ (روح الحیات صفحہ ۲۳۹ علامہ مجلسیؒ)

★ نیز امامؑ نے فرمایا: "اللہ کے لیے صبر کرنا بمنزلۂ "سر" ہے اور ایمان بمنزلۂ "جسم" ہے۔ اگر صبر نہ ہو تو ایمان ایک بے جان اور بے سر جسم کے رہ جاتا ہے۔" ★ (روح الحیات صفحہ ۲۳۷)

★ نیز آپؑ نے فرمایا: "روزِ محشر جب دفترِ اعمال کھلے گا تو دنیا میں جن لوگوں نے مصائبُ و آلام برداشت کیے ہوں گے اور اللہ کے لیے صبر و استقامت سے کام لیا ہوگا، اُن کو بلا حساب کتاب جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

★..... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر قرطبی بقول امام علی ابن الحسین زین العابدینؑ)

★ بسندِ معتبر جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ: "قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا، اُس وقت ایک ندا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا دے گا، جس کی آواز کو تمام مخلوق سنے گی، کہ: "کہاں ہیں وہ لوگ جو صبر کرتے تھے"؟ پس ایک گروہ عرصۂ محشر میں وارد ہوگا جس کے استقبال کے لیے فرشتے آگے بڑھیں گے اور کہیں گے: "تم نے کس چیز پر صبر کیا تھا"؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ: "ہم نے اللہ کی اطاعت کی تکلیف پر صبر کیا، ترکِ گناہ پر صبر کیا اور اُس کی مشقت برداشت کی۔" یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئے گی: یہ بندگانِ خدا ہیں، جو سچ کہتے ہیں۔ انھیں بےحساب بہشت میں جانے دو۔" ★ (تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف، روح الحیات مجلسیؒ)

(سبحان اللہ و بحمدہٖ)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾

(۱۱) آپؐ اُن سے کہدیں کہ: "مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کی عبادت کروں اُس کی خالص اطاعت کرتے ہوئے

وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

(۱۲) اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود اوّل درجے کا مسلمان بنوں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾

(۱۳) کہدیجیئے کہ: "اگر میں اپنے پالنے والے مالک کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے (پُرخطر) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

آیت ۱۲: محققین نے لکھا کہ "خدا کی طرف سے اوّلین مطلوب ہر بندے کے لیے یہی ہے کہ وہ اوّل نمبر کا مسلمان یعنی خدا کا اطاعت گذار ہو۔ یہ اور بات ہے کہ خدا کا یہ مقصد بدرجۂ اتم واکمل (یعنی مکمل طور پر مخاطبِ اوّل جناب رسولِ خداؐ کی ذات سے پورا ہوتا ہے۔ (فصل الخطاب)

آیت ۱۳: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللّٰهِ" یعنی: "ساری عقلمندوں اور دانائیوں کی چوٹی خدا کا خوف ہے۔" (الحدیث) "جب پیغمبر اکرمؐ کے خوف کا عالم یہ ہو تو ہمیں کسقدر خوفِ خدا ہونا چاہیے"

قُلِ اللّٰہَ اَعۡبُدُ مُخۡلِصًا لَّہٗ (۱۴) کہہ دیجئے کہ: "میں تو اپنے دین
دِیۡنِیۡ ﴿۱۴﴾ (طریقۂ زندگی) کو اللہ کے لیے خالص
کر کے (صرف) اُسی کی بندگی کروں گا۔
فَاعۡبُدُوۡا مَا شِئۡتُمۡ مِّنۡ (۱۵) پس تم اُسے چھوڑ کر جس کی چاہو
دُوۡنِہٖ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ بندگی کرو"۔ کہہ دیجئے کہ اصل میں
الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ سخت نقصان اُٹھانے والے تو وہی
وَ اَہۡلِیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے
اَلَا ذٰلِکَ ہُوَ الۡخُسۡرَانُ آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو نقصان
الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۵﴾ پہنچایا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہی کھلا ہوا
واضح نقصان ہے۔

"اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ" ابنِ عبّاس سے مروی ہے کہ: "ہر شخص کے لیے جنّت میں منزل اور اہلِ منزل موجود ہیں پس اگر نیکی کرے گا تو وہ جنّت میں اُس کو ملیں گے اور اگر نافرمانی کرے گا تو خود جہنّم میں چلا جائے گا اور جنّت میں جو اُس کے لیے منازل و اہل وغیرہ تیار کیے گئے تھے اُس کے بجائے اُن لوگوں کو ملیں گے جو اللہ کے اطاعت گزار ہو کر جنّت میں جائیں گے پس جب اُس شخص کو وہ منزل دکھائی جائے گی تو اُس کی حسرت و ندامت میں اضافہ ہوگا" اور یہ خسارہ بہت بڑا خسارہ ہے۔ ... (تفسیر مجمع البیان، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ (۱۶) اُن کے اوپر بھی آگ کا سائبان
مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ یا چھتریاں ہوں گی اور نیچے بھی۔
ظُلَلٌ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ یہی وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے
بِهٖ عِبَادَهٗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ بندوں کو ڈراتا ہے۔ پس اے میرے
بندو! میرے غیظ و غضب سے بچتے رہو۔
وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ (۱۷) (بخلاف اس کے) جن لوگوں نے طاغوت
اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى (سرکش ترین ظالم حکّام) کی عبادت
اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ (اطاعت) سے خود کو بچائے رکھا اور
عِبَادِ ﴿۱۷﴾ اللہ کی طرف رجوع کر کے اُسی سے لَو
لگائے رکھی، اُن کے لیے خوشخبری (ہی خوشخبری) ہے، تو (اے نبیؐ) میرے اُن
بندوں کو خوشخبری دے دو۔

آیت ۱۷: فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا:
"اے ابوبصیر! جن لوگوں کا اِس آیت میں ذکر ہے، وہ تم لوگ ہو۔ (یعنی حضرت امام علیؑ کی پیروی کرنے والے مسلکِ اہلِ بیتؑ کو ماننے والے) اور جس شخص نے بھی کسی سلطانِ جابر، ظالم کی اطاعت کی تو اُس نے حقیقتاً اُس کی عبادت (پرستش) کی۔" (تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان، نور الثقلین، تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

طاغوت کے معنی

"طاغوت" کا لفظ "طغیان" کے مادے سے ہے۔
جس کے معنی "حد سے تجاوز کرنے والا"۔

اسی لیے یہ لفظ ہر ظالم حکمران اور خدا کے سوا جس کو خدا یا معبود مان لیا جائے دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور یہ لفظ واحد بھی استعمال ہوتا ہے اور جمع بھی۔ اور تاکید کے معنی بھی دیتا ہے۔ کیوں کہ یہ صیغۂ مبالغہ ہے معنی مصدری اور قلب کی وجہ سے

*..... (تفسیر کشاف جلد ۴ تفسیر مجمع البیان ج۸)

"فَبَشِّرْ عِبَادِ" پس خوشخبری دو میرے بندوں کو۔

اس آیتِ مجیدہ میں اُن لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے جو تحقیق کرنے میں بخل نہیں کرتے۔ پس وہ ہر ایک کی دلیل کو سنتے ہیں اور جو حق ہو اُس کو قبول کر لیتے ہیں اور ضمنی طور پر اُن کفار کی مذمت ہے جو حق بات کو از راہِ حسد سننا ہی گوارا نہیں کرتے۔

حضرت ابوالدرداء سے منقول ہے۔ "اگر تین چیزیں نہ ہوتیں تو میں دنیا میں ایک دن کی زندگی کو بھی گوارا نہ اور پسند نہ کرتا۔

(۱) موسم گرما کے روزے (۲) رات کی عبادت

(۳) ایسے لوگوں کی صحبت جو اچھی باتوں کو اپنے لیے چن لیتے ہیں۔"

*..... (تفسیر انوار النجف)

* فرزند رسول اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"یہ (خوش خبری) اُن بندوں سے متعلق ہے جو حدیث کو غور سے سنیں اور جیسی سنیں ویسی ہی بیان کریں۔ نہ کچھ اضافہ کریں اور نہ کچھ کمی کریں۔"

*..... (تفسیر صافی ص ۴۳۸)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ (١٨) فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

جو ہر بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اُس کے سب سے اچھے حصّے کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی توفیق دی اور یہی ہیں صاحبانِ عقل۔

عقل سے کام لینے والوں کی تعریف

فرزندِ رسول اللہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ نے اپنی کتاب میں (اِس آیت میں) اہلِ عقل و فہم کو خوش خبری سنائی ہے۔"

★...... (تفسیر صافی۔ بحوالہ کافی)

★ فرزندِ رسول اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ خوش خبری اُن لوگوں کے لیے ہے جو احادیث کو غور سے سُنتے ہیں اور جیسی سُنتے ہیں ویسی ہی بیان کرتے ہیں، اُس میں نہ کچھ اپنی طرف سے بڑھاتے ہیں اور نہ گھٹاتے ہیں۔"

★.... (تفسیر صافی)

★ خداوندِ عالم کا فرمانا: "وہ اُس کے بہترین حصّے کی پیروی کرتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ:

(۱) وہ لوگ حق و باطل میں فرق کرتے ہیں۔ (۲) اور خدا کی اطاعت کرنے کے لیے افضل کام کو انجام دیتے ہیں۔ (۳) یا افضل کام کے انجام دینے کے بعد دوسرے افضل کام کو انجام دیتے ہیں۔

★.... (تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

آیت کے نتائج

(۱) محققین نے نتیجہ نکالے کہ "انسان کے لیے یہ بالکل غلط ہے کہ وہ اپنے کان بند کر لے اور ان پر پہرے بٹھا دے صرف اپنی دلپسند باتیں سنے اور کچھ نہ سنے۔ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ سنو سب کی، پھر ہر بات کو اپنی عقل، ضمیر اور قوت فیصلہ کے سامنے پیش کرو۔ پھر فیصلہ خود کرو کہ کونسی بات ماننے کے قابل ہے؟ اور کونسی بات ماننے کے قابل نہیں ہے؟"

(تفسیر کبیر امام رازی) ......*

دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ: "جو شخص اپنی طرف سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اُس پر ہدایت کی راہ ضرور کھل جاتی ہے۔"

(تفسیر ماجدی) ......*

عقلمندوں کی پہچان

غرض اس آیت کے ۲ دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ: عقلمند لوگ وہ ہوتے ہیں جو ہر آواز پر لبیک نہیں کہتے، بلکہ ہر ایک کی بات سُن کر اس پر غور و فکر کرتے ہیں، پھر جو صحیح بات ہوتی ہے صرف اُس کی پیروی کرتے ہیں۔

(۲) دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ عقلمند لوگ سُن کر کسی بات کے غلط معنی پہنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہمیشہ ہر بات کے اچھے مثبت اور بہتر پہلو کو اختیار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، تفہیم) ......*

(۳) "یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ"

یعنی (۱) قرآن سنتے ہیں (۲) دوسرے خدا کے احکامات کو سنتے ہیں۔ (۳) تیسرے، ہر بات سنتے ہیں پھر اُس میں سے انتخاب کرتے ہیں کہ کونسی بات سب سے اچھی ہے اور اُس پر عمل کرتے ہیں، ایسے لوگ ظاہری ہدایت بھی رکھتے ہیں اور باطنی ہدایت بھی۔ ظاہری ہدایت اس لیے رکھتے ہیں کہ عقل سے کام لیتے ہیں، اور باطنی ہدایت اِس لیے رکھتے ہیں کہ وہ قرآن اور خدا کے احکام سُن کر نورِ الٰہی سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

(تفسیر نمونہ) ......*

(۴) حریّتِ فکر

"ہر بات سننے کی اجازت دینا" بتاتا ہے کہ اسلام حریّتِ فکر کا قائل ہے۔

www.drhasanrizvi.com

★ اِسی لیے فرزندِ رسول اللہ ؐ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

"اے ہشام! خداوند تعالیٰ نے اُن لوگوں کو، جو عقل و فہم سے کام لیتے ہیں، اپنی کتاب میں خوش خبری سنائی ہے کہ "میرے بندوں کو بشارت دے دو جو ہر بات کو غور سے سنتے ہیں اور اُن میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو خداوندِ عالم نے ہدایت کی ہے، اور وہ صاحبانِ عقل و فہم ہیں۔"

★ ...... (الکافی جلد ا کتاب العقل حدیث ۱۲)

★ جناب امیر المومنین حضرت امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"خُذِ الْحِكْمَةَ اَنّٰى كَانَتْ فَاِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِىْ صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِىْ صَدْرِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ اِلٰى صَوَاحِبِهَا فِىْ صَدْرِ الْمُؤْمِنِ۔"

یعنی: "حکمت کی بات جہاں کہیں بھی ہو اُسے وہاں سے حاصل کرلو۔ کیوں کہ حکمت منافق کے سینے میں بھی ہوتی ہے لیکن جب تک اُس کی زبان سے نکل کر مومن کے سینے میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ مل کر، بہل نہیں جاتی تڑپتی ہی رہتی ہے۔" (نہج البلاغہ کلماتِ قصار ۷۹)

★ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ۔"

یعنی: "حکمت تو مومن ہی کی گم شدہ چیز (میراث) ہے، اسے حاصل کرلو، اگر منافق ہی سے لینی پڑے۔"

★ ...... (نہج البلاغہ کلماتِ قصار ۸۰)

★ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ آیت ۱۸، ۱۹ اُن تین آدمیوں کے حق میں اُتری ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہیں (۱) زید بن عمرو بن نفیل (۲) ابوذر غفاری (۳) سلمان فارسی۔ پس اللہ کو وہ آدمی پسند ہے جو دل میں سننے کا حوصلہ رکھتا ہو، اور دماغ میں حق و باطل کے پرکھنے کا ملکہ رکھتا ہو اور حق پسندی کے تقاضوں کے تحت باطل سے سبکدوش ہو کر حق پر عمل کرتا رہے۔ (تفسیر انوار النجف، تفسیر قرطبی، مجمع البیان، تفسیر درمنثور، تفسیر المیزان جلد ۱۷)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ (۱۹)	تو کیا جس پر عذاب کا فیصلہ
الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ	سچ ہو کر لکھا جاچکا ہو ' تو کیا ۔جو
مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾	آگ میں گرچکا ہو اُسے تم بچا سکتے ہو ؟
لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ (۲۰)	البتہ جو لوگ اپنے پالنے والے
لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا	مالک سے ڈرتے ہیں اُن کے لیے
غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ	اونچے اونچے محلات ہیں جن کے اوپر
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ	محل پر محل بنے ہوئے ہیں جن کے نیچے
اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾	سے نہریں جاری ہیں ۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے ۔ اللہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ۔

غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ : " تفسیر صافی " میں فرزند رسول اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن بنگلوں (محلات) کے متعلق دریافت کیا تو آنحضرت نے فرمایا : " اے علیؑ ! اللہ نے اپنے دوستوں کے لیے جو عالی شان محلات و بنگلے تعمیر فرمائے ہیں وہ یاقوت و زبرجد اور موتیوں سے بنے ہوئے ہیں جن کی چھتوں پر سونے اور چاندی کی زیبائش ہے ۔ ہر ہر محل کے ایک ایک ہزار دروازے سنہرے ہوں گے جن پر ایک فرشتہ دربان ہوگا ان کے فرش رنگ برنگے ریشمی اطلس و دیبا کے ہوں گے جن کے اندر مشک کافور اور کستوری پنہاں ہوگی
(تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ
فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يُخۡرِجُ بِهٖ
زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ
يَهِيۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ
يَجۡعَلُهٗ حُطٰمًا ؕ اِنَّ فِىۡ
ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِاُولِى
الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۱﴾ ع ۲ ۱۲ ۱۶

(۲۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر اُس کو چشموں کے سوتوں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر (زمین کے اوپر بھی) بہا دیا۔ پھر اُس سے طرح طرح کی اور رنگ برنگ کی کھیتیاں نکالتا ہے۔ پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں، پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ گئیں، پھر اللہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ درحقیقت اِس میں عقل رکھنے والوں کے لیے سبق اور نصیحت موجود ہے۔

★ اِس آیت میں یاددہانی کی گئی ہے کہ (۱) خالق موجود ہے۔ (۲) اور یہ انسان دنیا میں بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے انقلابات سے گذر کر اپنی آخرت کی طرف رواں دواں ہے۔ ...... (مجمع البیان)

يَنَابِيۡعَ : "پانی کے چشمے" اللہ تعالیٰ نے جس طرح زمین کے اوپر دریا اور چشمے جاری کیے ہیں اِسی طرح زیرِ زمین بھی دریا اور چشمے موجود ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر بہت گہرا گڑھا کھودنے کے باوجود بھی پانی نہیں نکلتا، اور بعض مقامات پر بہت جلد نکل آتا ہے۔ نیز یہ کہ بعض کنوؤں

www.drhasanrizvi.com

شیریں پانی اور بعض سے تلخ، اور بعض سے خوش ذائقہ اور بعض سے بدذائقہ پانی نکلتا ہے۔ جس طرح کہ ظاہرِ زمین کے پانیوں میں اِسی قسم کا اختلاف ہے۔ اور جس طرح آسمان و زمین گردش سے قائم ہیں اسی طرح ہوا اور پانی میں بھی گردش کا نظام قائم ہے۔

چنانچہ ہوا ہر وقت متحرک رہتی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان اُس کی گردش ہر طرف جاری رہتی ہے اور زمین پر بسنے والی مخلوق کی صحت وحیات کا راز اِسی میں مضمر ہے۔ نیز پانی کی گردش اور جاری رہنے کا سلسلہ بھی متواتر قائم ودائم ہے۔

چنانچہ پانی آسمان سے زمین پر برستا ہے۔ کچھ زمین اپنے اندر جذب کرتی ہے جو دوسرے مقامات پر چشمہ بن کر اُبلتا ہے، اور جو پانی زمین کے اوپر رہتا ہے یا چشموں کے ذریعے نکلتا ہے وہ بخارات کے ذریعے سے بادلوں میں پہنچ کر پھر واپس بذریعہ بارش کے پلٹتا ہے، اور یہ دَور ہمیشہ رہتا ہے۔ اور انسانی، حیوانی بلکہ پوری زمینی آبادی کا دار و مدار اِسی گردش پر ہے اور زمین سے مختلف قسم کی پیداوار اِسی دَور و گردش کے طریقے پر ہے۔ مثلاً گندم، جَو، باجرہ، جوار اور دیگر اجناس کو دیکھئے کہ جو دانہ زمین میں پنہاں کیا جاتا ہے وہ انگوری بن کر نکلتا ہے۔ پھر ترقی کرتے کرتے جب آخری منزل پر پہنچتا ہے تو خشک و زرد ہونا شروع ہوتا ہے، اور پک جانے کے بعد کاٹا جاتا ہے، اور دانہ اور بھوسہ الگ الگ کرتے جاتے ہیں، اور اس کے بعد پھر نئے سرے سے یہی کام شروع اور اُسی انجام پر تمام ہوتا ہے۔

...... (تفسیر انوار النجف)

★ اِس آیت میں وہ منظر پیش کیا گیا ہے جس سے خداوندِ عالم کی ربوبیت اور اُس کے جچے تلے نظام کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے، اور ساتھ ساتھ قیامت کے دِن مُردوں کے یکایک زندہ ہونے کا سلسلہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔

...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

(۲۲) تو کیا پوچھنا اُس کا جس کے سینے کو اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے (یعنی اُن کو اللہ کی مکمل اطاعت کی توفیق عطا ہوئی ہے) تو وہ اپنے پالنے والے مالک کی طرف سے ایک روشنی (نور) پر چل رہا ہے پس تباہی اور بربادی ہے اُن لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کی نصیحت کی طرف سے سخت رہیں۔ وہی لوگ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہیں۔

"سینے کو کھول دینے" کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان خدا سے قریب ہونے یا اُس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو خدا اپنی توفیقات کو اُس کے لیے مہیّا فرما دیتا ہے یعنی اُس کو ایسا حوصلہ اور ہمت عطا فرماتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان ہر قسم کے شیطانی شبہات اور وسوسوں سے خاص طور پر باپ داداؤں کی اندھی تقلید اور ماحول کے دباؤ سے متاثر نہیں ہوتا، پھر وہ ہر قسم کے گھٹیا جذبات اور میلانات پر قابو پالیتا ہے، اور آخر کار حق کو قبول کر لیتا ہے باطل کو رد کر دیتا ہے ...... (تفسیر مجمع البیان)

★ اس وضاحت کے بعد وہ تمام تاویلات غلط ثابت ہوگئیں جن میں کہا گیا ہے کہ جبرئیل نے جناب رسولِ خدا ص کے سینے کو کاٹا، چیرا پھر دل کو نکال کر دھویا صاف کیا، اُس میں سے ایک کالا دھبہ انگلی سے پکڑ کر نکال باہر پھینکا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی تمام احمقانہ تاویلیں اور روایتیں شانِ رسالت کے خلاف ہیں

www.drhasanrizvi.com

اور محاوراتِ عرب اور استعمالاتِ قرآنی سے بھی میل نہیں کھاتیں۔
★ ...... (فصل الخطاب)

★ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ "شرحِ صدر یعنی دل کے کھول دینے کے کیا معنی ہوتے ہیں"؟

آنحضرت ص نے ارشاد فرمایا کہ "جب دل میں اللہ کی طرف سے نور (ہدایت) داخل ہوجاتا ہے تو فنا ہونے والی دنیا کی چیزوں کی طرف سے رغبت کم ہوجاتی ہے اور اللہ کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے، اور انسان کو اللہ کے دین پر استقامت حاصل ہوجاتی ہے۔"
(معالم ۔ تحف العقول)

ے وفاداری' بشرطِ اُستواری' اصلِ ایماں ہے۔

نتائج وتعلیمات محققین نے نتیجے نکالے (۱) ہر مومن کسی نہ کسی درجے یا حد میں صاحبِ معرفت اور صاحبِ نور ہوتا ہے۔ کیوں کہ ایمان خود نورِ ہدایت ہے۔

(۲) اسلام اور ایمان سے نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ ★ (تفسیر ماجدی' تفسیر کبیر)

(۳) کسی بات کے لیے سینہ کُھل جانے کے معنی' اُس بات پر دل کا مطمئن ہوجانا ہوتا ہے جب انسان کسی خیر سے اِس طرح مطمئن ہوجاتا ہے کہ اُس کے دل میں کسی قسم کا شک وشبہ خلجان وتذبذب جیسا نہ رہے' اور دل اُس کو پوری طرح قبول کرلے تو اُس کو دل کا کھل جانا کہتے ہیں۔ یہ خداوندِ عالم کی توفیقات ہی سے ممکن ہوتا ہے۔ پہلے انسان سمجھنے کی کوشش کرتا ہے پھر خدا کی توفیقات شاملِ حال ہوتی ہیں تو انسان کا دل خدا اور رسول ؐ اور آخرت کے عقیدے پر پوری طرح مطمئن ہوجاتا ہے' پھر وہ خدا کا حکم برضا ورغبت مانتا ہے' کراہت یا ناراضگی سے اطاعت نہیں کرتا' کسی ناجائز چیز کو چھوڑنے پر وہ پچھتاتا نہیں' بلکہ خداوندِ عالم کا شکر ادا کرتا ہے کہ میں بہت بڑے نقصان یعنی خدا کے ناراض کرنے سے بچ گیا۔ پھر وہ حق کی راہ میں ہر قسم کی

www.drhasanrizvi.com

مشکلات کو برداشت کرتا ہے اور خدا کے سیدھے راستے پر قلبِ مطمئن کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔

"نور" سے یہاں مراد "ہدایت" ہے۔ یہاں مراد قرآن اور سنّت کی تعلیمات ہیں۔

* ...... (تفسیر کبیر۔ تفسیر مجمع البیان، تفہیم)

(۴) پہلے بارش کے ذکر سے توحید و معاد کو سمجھایا گیا، پھر مومن اور کافر کا فرق بتایا جا رہا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ قرآن اور وحیٔ ربانی بھی بارش کے قطروں کی طرح عقل اور دل کی زمین پر برستے ہیں اور جس طرح صرف وہی زمین بارش سے فائدہ اٹھاتی ہے جو اس کے لیے آمادہ ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح قرآن اور وحیٔ الٰہی سے صرف وہی دل و دماغ سیراب ہوتے اور فائدہ اٹھاتے ہیں جو خود سازی کے لیے خود آمادہ ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں اور سینوں کو خداوندِ عالم اسلام اور اُس کی تعلیمات قبول کرنے کے لیے کھول دیا کرتا ہے۔ رہے وہ جو اپنا دل سخت اور بند کر لیتے ہیں، اُن پر قرآن کی تعلیمات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے اُن کے دل و دماغ وحی اور قرآن کی حیات بخش بارشوں سے فائدے نہیں اٹھا سکتے۔ اسی لیے اُن کی زندگی میں تقویٰ اور فضیلتوں کے پھول نہیں کھلتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی ہوئی گمراہیوں میں پڑے رہتے ہیں۔ اُن کی گمراہیوں کی اصل وجہ اُن کے دلوں کی سختی اور دماغ کے دروازوں کا بند کر دینا ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی سخت دلی کی وجہ سے ہدایتوں کی طرف کوئی رغبت نہیں رکھتے۔ نہ یہ نصیحتیں سن کر نرم پڑتے ہیں کیوں کہ یہ سنگدل ہوتے ہیں۔ غرض دلوں کے کھلنے سے مراد دلوں کا قبول کرنا ہوتا ہے۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

★ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جس وقت نور (ہدایت) انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے تو اُس کا دل وسیع و کشادہ ہو جاتا ہے"

* راوی نے پوچھا: "اُس کی نشانی کیا ہے؟"

* فرمایا: "اُس کی نشانی یہ ہے کہ وہ اُس گھر کی طرف متوجہ رہتا ہے جہاں اُسے ہمیشہ ہمیشہ

www.drhasanrizvi.com

رہنا ہے۔ پھر وہ دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھاتا، بلکہ اُس سے الگ تھلگ رہتا ہے، اور موت کے لیے پہلے ہی سے آمادہ اور تیار رہتا ہے۔"

★ ...... (تفسیر قرطبی جلد ۸، روضۃ الواعظین شیخ مفیدؒ)

؎ رکھتے نہیں خزانے زمینوں میں گاڑ کے ※ آئی اجل کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(میر انیسؒ)

★ اِس آیت کے اوّلین مصداق حضرت امام علی علیہ السلام ہیں۔

اور "سخت دلوں" کا اوّلین مصداق ابولہب اور اُس کے بیٹے ہیں۔"

★ ...... (تفسیر صافی)

★ فرزندِ رسول اللہؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: "اے موسیٰؑ! مال کے زیادہ ہونے پر خوش نہ ہونا اور مجھے یاد رکھنے کو ترک نہ کر دینا۔ کیوں کہ مال کی زیادتی اکثر گناہوں کو بھلا دیا کرتی ہے، اور میری یاد کو ترک کر دینا دلوں کو سخت کر دیا کرتا ہے۔"

★ ...... (بحارالانوار جلد ۷۰ حدیث ۲۳، ۲۴)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: "آنسو خشک نہیں ہوا کرتے مگر جب دل سخت ہو جائیں، اور دل سخت نہیں ہوتے مگر گناہوں کی کثرت سے۔"

★ ...... (بحارالانوار جلد ۷۰)

★ خداوندِ عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: "اے موسیٰؑ! دنیا میں اپنی آرزوؤں کو لمبا نہ کرنا، کیوں کہ اِس سے تمہارا دل سخت ہو کر اثر قبول کرنا چھوڑ دے گا اور ایسے سنگدل مجھ سے دور رہتے ہیں۔"

★ ...... (الکافی جلد ۲ باب القسوۃ)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت ہے: "القاء دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) القائے شیطانی اور (۲) القائے ملک۔ فرشتوں کا القاء دلوں کو نرم اور عقل و فہم میں اضافہ کرتا ہے، اور شیطان کا القاء سہو و نسیان کو بڑھاتا اور دل کی سختی میں اضافہ کرتا ہے۔"

★ ...... (الکافی جلد ۲)

www.drhasanrizvi.com

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ (۲۳)	اللہ نے بہترین کلام اُتارا ہے
كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ	جس کے تمام اجزاء ایک ہی رنگ
تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ	ملتے جلتے ہیں۔ اور جو برابر دُہرایا
يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ‌ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ	جانے والا ہے (یا) جس میں بار بار مضامین
جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى	دُہرائے گئے ہیں۔ جس سے اُن لوگوں کے رونگٹے
ذِكۡرِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكَ هُدَى	کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پالنے
اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ‌ؕ	والے مالک کے خوف سے ڈرتے
وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ	ہیں۔ پھر اللہ کی طرف سے اُن کی کھالیں
مِنۡ هَادٍ ﴿۲۳﴾	اور اُنکے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد اور

نصیحت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف کی ہدایت ہے، جس سے وہ جسے چاہتا ہے منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اُس کو کوئی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا

شانِ نزول عبداللہ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن اصحاب کرام نے پیغمبر اکرم ؐ سے

www.drhasanrizvi.com

عرض کی کہ کتنا اچھا ہوتا کہ آپؐ کوئی ایسی ہدایت کی بات بیان فرماتے جس سے ہمارے دلوں کا غم اور زنگ دور ہو جاتا۔ اسی وجہ سے یہ آیتیں اُتریں۔ ٭ .... (تفسیر کشاف، تفسیر قرطبی، تفسیر روح المعانی، تفسیر ابوالفتوح، تفسیر کبیر)

احسن الحدیث

یعنی "بہترین کلام" سے مراد قرآنِ کریم ہے۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے سے معجزہ ہونے، معنی کی بلندی اور درستگی میں ملتا جلتا ہے۔ قرآن میں بعض اہم ترین باتیں بار بار دہرائی بھی گئی ہیں۔ ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ (۱) اہم ترین پیغامات اور تعلیمات اچھی طرح سمجھ میں آ کر ذہن نشین ہو جائیں (۲) اور عملاً ہمیں یاد بھی رہیں۔ ٭ (تفسیر صافی)

کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا

یعنی ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہوں، یعنی اُن میں تضاد نہ ہو۔ یعنی قرآن کے مضمون مضبوطی، پختگی، صداقت ومتانت، فصاحت وبلاغت، اور حقائق و دقائق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ قرآن کا ایک حصہ فصیح اور دوسرا غیر فصیح ہو، بلکہ سب ایک جیسے ہیں۔ (تفسیر انوار النجف، مجمع البیان)

حضرت امام علیؑ نے صاحبانِ تقویٰ کے بارے میں بیان فرمایا:

(۱) وہ راتوں کو صفیں باندھ کر نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۲) ٹھہر ٹھہر کر غور وفکر کے ساتھ، سمجھ سمجھ کر قرآن پڑھتے ہیں۔

(۳) پھر اپنی روح اور دل کے درد کی دوا اُسی سے طلب کرتے ہیں۔

(۴) جس وقت وہ آیتیں پڑھتے ہیں جن میں اچھے کام کرنے والوں کو خوشخبریاں سنائی گئی ہیں تو اُن کی روحانی آنکھیں اُن نعمتوں کے شوق میں چمکنے لگتی ہیں،

(۵) پھر وہ اُن خوبیوں کو انجام دینے کو اپنی زندگی کا ہدف، مقصد یا نصب العین بنا لیتے ہیں۔

(۶) اور جب وہ اُن آیتوں کو پڑھتے ہیں جن میں خدا نے اپنا خوف دلایا ہے تو وہ کان لگا کر دل و دماغ سے سنتے ہیں، اس طرح غور سے سنتے ہیں کہ گویا اُن کے کان جہنمیوں کی فریادوں کی آوازیں سن رہے ہوں۔ (نہج البلاغہ)

www.drhasanrizvi.com

اَفَمَنْ يَّتَّقِىْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ (۲۴) تو کیا پوچھنا اُس کا جو اپنے کو قیامت
الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ کے دن عذاب کی برائی سے بچالے اِس
لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ حال میں کہ ظالموں سے کہدیا جائے گا کہ
تَكْسِبُوْنَ ۞۲۴ اب چکھو مزہ اُس کمائی کا جو تم کماتے
(یا) کرتے رہے تھے۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۵) اِن سے پہلے بھی بہت سے لوگ
فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ اِسی طرح جھٹلا چکے ہیں، تو اُن پر
حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞۲۵ "خدا کا" عذاب ایسی صورت سے آیا جس کا
اُنھیں کوئی خیال تک نہ تھا۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي (۲۶) پھر تو اللہ نے اُنھیں دنیا ہی
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ کی زندگی میں بڑی ذلّت وخواری کا مزہ
اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۞۲۶ چکھایا، اور آخرت کا عذاب تو اُس سے کہیں
زیادہ بڑا اور شدید ہوگا۔ کاش وہ لوگ (دنیا ہی میں) جان لیتے۔

وقف لازم

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ (۲۷) اور ہم نے اِس قرآن میں لوگوں
هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ کے لیے طرح طرح کی مثالیں پیش کردیں
مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ شائد کہ وہ نصیحت قبول کریں۔
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (۲۸) ایسا قرآن جو عربی زبان میں ہے
لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ جس میں کوئی کجی نہیں ہے، تاکہ وہ
بُرے انجام سے بچ جائیں۔
ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا (۲۹) اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ ایک آدمی ہے
فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ جس کے کئی بداخلاق لوگ مالک ہیں جو آپس
وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اور دوسرا آدمی وہ ہے
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ جس کا پورا پورا مالک بس ایک ہی شخص ہے
لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ کیا اِن دونوں کا حال ایک جیسا ہو سکتا
ہے؟ شکر ہے خدا کا (کہ اِس مثال سے سب کو ماننا پڑ گیا کہ ایک آقا کی بندگی
بہت سے آقاؤں کی بندگی سے کہیں بہتر ہے) مگر اُن میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾

(۳۰) یقیناً آپ کو بھی دنیا سے اُٹھنا ہے اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں۔

آیت ۲۷ کی تشریح: "قرآن کے لفظ کے معنی "بہت زیادہ پڑھی جانے والی چیز" کے ہوتے ہیں۔ یہ قرآن کے نام کا معجزہ ہے کہ خدا نے اس کا نام قرآن رکھدیا۔ اِس لیے آج بھی قرآن دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔"

*..... (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا' مقالہ بر قرآن طباعت)

آیت ۲۸: "قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا": عَرَبِيًّا" کے اصل معنی ایسے کلام کے ہوتے ہیں جو فصیح و بلیغ ہو، بالکل واضح ہو، جس میں کسی قسم کی کوئی لفظی یا معنوی کجی موجود نہ ہو۔

*..... (تفسیر کبیر۔ مفردات القرآن امام راغب)

آیت ۲۹ کی تشریح: مطلب یہ ہے کہ کفار و مشرکین جو بہت سے بتوں کی پوجا کرتے ہیں' اُن کے مقابلے میں مومن و موحد کی وہی مثال ہے کہ کفار و مشرکین دنیا میں بھی بہت سے بتوں کی پوجا کرنے کے جھنجھٹ میں پھنسے ہوئے ہیں اور آخرت میں بھی اُن کو کچھ نہ ملے گا' اور مومن دنیا میں صرف ایک خدا کی عبادت کرتا ہے اور آخرت میں بھی اُسی ایک خدا کی طرف سے انعامات کا مستحق ہوگا۔" (تفسیر انوار النجف)

آیت ۳۰ سے متعلق "تاریخِ اسلام کا ایک عجیب مشہور واقعہ ہے کہ جب جناب رسولِ خداؐ کی وفات ہوئی' تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ رسولِ خداؐ کی وفات نہیں ہوسکتی' وہ خدا کے پاس حضرت موسیٰؑ کی طرح چلے گئے ہیں' پھر ہماری طرف لوٹ آئیں گے' جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسولِ خداؐ کی وفات ہوگئی ہے میں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا۔" جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو وہ تشریف لائے اور اُن کے سامنے یہی آیت پڑھی:

"اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" یعنی: اے رسولؐ! تم بھی مر جاؤ گے اور یقیناً وہ بھی مریں گے۔" (القرآن) ←

(ازالۃ الخفا [illegible])

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (۳۱) پھر تم قیامت کے دن اپنے

عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ پالنے والے مالک کے سامنے جھگڑا ع ۲ ۱۷

کرتے ہوئے اپنا اپنا معاملہ پیش کروگے ۔

(بقیہ آیت ۳۰)

یہ آیت سنتے ہی حضرت عمرؓ پر سناٹے چھا گئے اور بالکل خاموش ہوگئے اور کہنے لگے : "خدا کی قسم ! یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے یہ آیت سنی ۔"

* .... (سیرۃ ابنِ ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۰۵ ، کامل ابنِ اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

نوٹ : جناب رسول اکرمؐ کا وفات پا جانا کسی طرح بھی رسالت کے منافی یا باعثِ توہین نہیں ہے ۔ اس لیے کہ قرآن کی رُو سے خدا نے اس دنیا کی زندگی کو صرف اور صرف امتحان لینے کے لیے بنایا ہے ۔ امتحان ختم ہونے پر کمرۂ امتحان سے چلے جانا کسی طالبِ علم یا اُستاد کی توہین کا سبب نہیں ہوا کرتا ۔ اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ امتحان کچھ دیر کے لیے ہوتا ہے ۔ اسی لیے رسولِ اکرمؐ کا دنیا میں تشریف لانا امتحان دینے کے لیے بھی تھا اور سارے عالم کے لیے نمونۂ عمل بننے کے لیے بھی تھا اور تبلیغِ رسالت کے لیے بھی ۔ جب یہ تمام مقاصد پورے ہو گئے ، تو آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے ۔ اس میں رسولِ اکرمؐ کے لیے کسی قسم کا کوئی نقص یا مذمت نہیں ہے ۔ * (مؤلف)

الحمد للہ : آج ۲۸ اگست ۲۰۰۱ء سہ شنبہ ۸ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ کو ۲۳ ویں پارے کی کتابت مکمل ہوئی ۔ کاتب جعفر مہدی ۳۶ ب